



## تلخیص

بیسویں صدی میں علمائے جامعہ ازہر مصر اور علمائے دارالعلوم دیوبند  
کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ

مقالہ برائے پی ایچ ڈی

مقالہ نگار

شہاب الدین

زیر نگرانی

ڈاکٹر مفتی زاہد علی خاں

ریڈر

شعبہ سنی دینیات

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

**THESIS**

یہ مقالہ دو ممتاز عالمی جامعات، جامعہ از ہر مصر اور دارالعلوم دیوبند کے بیسویں صدی کے مفسرین کی تفسیری خدمات کے تقابلی مطالعے پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک مقدمہ، تین ابواب، حواشی اور کتابیات ہیں۔

باب اول : بیسویں صدی میں علماء جامعہ از ہر مصر کی تفسیری خدمات

اس باب کو میں نے تین فصلوں میں منقسم کیا ہے۔ فصل اول جامعہ از ہر مصر کی مختصر تاریخ، فصل دوم علماء از ہر مصر کی قرآنی خدمات، فصل سوم علماء از ہر مصر کے ممتاز مفسرین کا تعارف

جامعہ از ہر مصر کی تاریخ میں اس ناچیز نے یہ تحریر کیا ہے کہ جامعہ کس نے بنوایا، کیوں بنوایا اور الجامعۃ الا زہر نام رکھنے کی وجہ پر گفتگو کی گئی، دولت فاطمیہ کی کل مدت اور اس کے سربراہان مثلاً المجد لدین اللہ، جوہر القائد، العزیز باللہ، حاکم بامر اللہ، المستنصر باللہ وغیرہ پر توضیحی گفتگو کی گئی، از ہر میں نماز جمعہ کے خطبہ کے مسائل پر تفصیلی گفتگو کی گئی، سلطان برس کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے، الامیر سالار کی جدو جہد کا مختصر ذکر کیا گیا، دولت البحریہ میں جامعہ از ہر میں فقہ حنفیہ کا درس اور دولت البحر اسہ کی ابتدا پر بھی اجمالی گفتگو کی گئی۔ منارہ، صہرتج اور میحاة کس نے بنوایا اور کیوں بنوایا بیان کیا گیا۔ از ہر کی علمی رونداد کی مختصر ترتیب کا بیان کیا گیا اور مملکت عثمانیہ پر مفصل گفتگو کی گئی۔ از ہر میں عثمانی ترکوں کے عہد میں علوم کے حالات کو مختصر ذکر کیا گیا، از ہر میں کب سے امیر جامعہ منتخب ہوا اور کتنے امیر جامعہ ہوئے ذکر کیا گیا۔ از ہر کی اصلاح کو مفصل بیان کیا گیا اور ۱۹۵۳ء میں از ہر کے کلیات میں طلب کی تعداد جو تھی اس کو ذکر کیا گیا اور آخر میں جامعہ از ہر کے طلب کے وظائف کا مختصر ذکر کیا گیا۔

علمائے از ہر مصر کی قرآنی خدمات میں مندرجہ ذیل تمام تفاسیر، علوم قرآن کی تصانیف اور رسالے کا تعارف کرایا گیا:

تفسیر المنار جزء عم، تفسیر سورة الفاتحة، تفسیر سورة العصر، تفسیر الواضح، التصوير الفنّی فی القرآن، التيارات الفكرية الحديثة واثرها فی التفسیر، مکی بن ابی طالب - وتفسیر القرآن الکریم، وحدة الهدف فی سورة

القرآنية، رشيد رضا، القرطبي ومنهجه في التفسير، محي الدين بن عربي مفسراً، حميد الدين الفراهي حياته و منهجه في تفسير القرآن واثراً ذلك في الهند، في التفسير الصوفي القرآن الكريم عند نجم الدين الداية دراسة للمنهج والتطبيق، امام جلال الدين السيوطي وجهوده في التفسير و علوم القرآن، منهج ابن عطية في التفسير الكريم، اتجاهات التفسير في العصر الحديث في مصر وسوريا، التفسير والمفسرون، ابراهيم البقاعي في التفسير وجهوده، الطبرسي مفسراً، في تفسير آيتين كريمتين، ابو حيان المفسر منهجه وآراؤه في التفسير، تفسير سورة الفاتحة، تفسير سورة الفتح وبيان الفتوح المتصلة بها، تفسير قوله تعالى "لقد كان لسباء" فيض الفتح في تفسير سورة الانشراح، في تفسير قوله تعالى "وعنده مفاتيح الغيب"، الفوز المبين في تفسير اول المبين، قوة العين بتفسير المعوذتين، الاداب الاجتماعية في تفسير النور، رسالة في التفسير والحديث، تفسير سورة المطففين، مطلع البدر في تفسير سورة القدر، تفسير سورة العصر، رسالة في تفسير آيتين من القرآن (١) ان الله يا مر ان تؤدوا الامانات الى اهلها (٢) يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم، تفسير قوله تعالى "ليس البر"، نور المشرقين في تفسير المعوذتين، في تفسير قوله تعالى: ومن الناس من يقول ائنا بالله وباليوم الآخر - الى قوله - ان الله على كل شيء قدير، تفسير سورة الفتح، رسالة في تفسير بعض الايات من سورة الذاريات، الادب المطلوب في حق النبي المطلوب، جليل الفيض وجذيل المنح في تفسير سورة الفتح، القول المقبول في معنى القاء الشيطان في امنية النبي والرسول، تفسير الايات الاولى من سورة النساء، تفسير عشر ايات من اول سورة المؤمنين، تفسير سورة العصر، تفسير سورة الصافات، تفسير اول سورة الحج، رسالة في تفسير قوله تعالى: يا ايها الناس اعبدوا

ربكم الذى خلقكم - الى قوله - وانتم تعلمون، البيان المفيد فى بعض اسئلة القران المجيد، فتح الوهاب فى تفسير فاتحة الكتاب، فى تفسير قوله: وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا - الى اخر السورة -، تفسير سورة الشورى، موقف القران من خصومه كما تصوره سورة التوبة، آية النحل، تفسير سورة الفتح، القول المبين فى تفسير عشر آيات من اول سورة المؤمنين، رسالة فى قوله تعالى "يا ايها الناس اعبدوا ربكم الذى خلقكم والذين من قبلكم لعلكم تتقون الذى جعل لكم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لكم، فى آيات البراءة، رساله فى قوله تعالى "يا ايها الناس اعبدوا ربكم الذى خلقكم والذين من قبلكم"، القول الماثور فى تفسير قوله تعالى: الله نور، تفسير عشرة آيات الاولى من سورة المؤمنين، تفسير سورة العصر، زبدة التحرير فى الكلام على ليس البر من التفسير، تفسير سورة الفرقان، القول اليقين فى تفسير سورة المطففين، تفسير آية الغرانيق، الفتح الربانى فى تفسير السبع المثانى، تفسير قوله تعالى: يا ايها الناس اتقوا ربكم، تفسير آيتى الامانة والطاعة، سورة الفرقان وموقفنا من الالهية والنهاية وعباد الرحمن، رسالة فى التفسير مثلا بعض اية سورة الانعام وبعض آية سورة الاخر، تفسير سورة النصر، تفسير القران لجوانب الجهاد، القران وعقائد اهل الكتاب، المعانى الانسانية فى القران الكريم، آيات القسم فى القران، "عبدة المؤمنين" الجهاد فى القران الكريم، الاداب الاجتماعية فى سورة الحجرات، الانسان كما يصوره القران الكريم، رسالة فى تفسير الوصايا العشر، موقف القران الكريم بين الكتب السماوية والفلسفة فى عقيدة البعث، موقف القران من المنافقين وسياسة الاسلام فيهم، منهج القران فى تربية المجتمع، حقوق المرأة فى القران الكريم، تفسير آيات العقوبات، الاحكام والاداب القرانية فى سورة الحجرات، توجيهات القران.



علمائے ازہر کے ممتاز مفسرین کا مختصر تعارف، اس میں مفتی محمد عبدہ، رشید رضا وغیرہ کے حالات و علمی خدمات کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔

مفتی محمد عبدہ کی سوانح حیات میں آپ کی ابتدائی زندگی، علم سیکھنے کی وجہ، مختلف ممالک میں سفر، اصلاح ازہر کی کوشش، عقائد، علم و فضل اور تصانیف کی وضاحت کی گئی۔

سید رشید رضا کی سوانح حیات میں آپ کی ابتدائی زندگی، تعلیم و تربیت، تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کی مصروفیت، مختلف ممالک میں سفر، فضل و کمال اور تصانیف کو ذکر کیا گیا۔

باب دوم : بیسویں صدی میں علمائے دیوبند کی تفسیری خدمات :

اس باب کو میں نے تین فصلوں میں منقسم کیا۔ فصل اول دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ، فصل دوم بیسویں صدی میں علماء دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات، فصل سوم دارالعلوم دیوبند کے ممتاز مفسرین کا تعارف۔

باب سوم : بیسویں صدی کے علمائے جامعہ ازہر مصر اور علمائے دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ :

دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ، عہد رسالت سے چوتھی صدی ہجری تک علم دین کا انتشار کیسے ہوا توضیح کی گئی، پانچویں صدی سے قبل باقاعدہ مدرسہ کا آغاز ہوا اور اس مدت میں جن حضرات نے مدرسے بنوائے ان میں سلطان محمود غزنوی کے فرزند سلطان مسعود غزنوی، ناصر الدین قباچہ، محمد بختیار خلجی، سلطان محمد تغلق، محمد تغلق کے جانشین فیروز تغلق، گجرات کا فرماں روا سلطان محمد عادل شاہ، سلاطین شرقیہ کے حکمران، اور سکندر لودنی، ہمایوں اور اکبر نے بھی مدرسے تعمیر کرائے، اکبر کی رضاعی ماں ماہم بیگم نے بھی مدرسہ تعمیر کرایا، اسی طرح شاہجہاں، اورنگ زیب کا تذکرہ کیا گیا۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دینی علوم کی حفاظت کے لئے جو تحریک چلائی ان پر تحلیلی گفتگو کی گئی، قیام دارالعلوم دیوبند کا پس منظر بیان کیا گیا، دارالعلوم کی آمدنی، مصارف کا تذکرہ کیا گیا، دارالعلوم کی ترقی کس کیفیت سے ہوئی وضاحت کی گئی، دارالعلوم کی اولین سنگ بنیاد پر مفصل بحث کی گئی، دارالعلوم کے دار الحدیث کی تعمیر تاریخ کو نہایت شرح و بسط سے لکھا گیا دیگر وضاحت کی گئی، شعبہ جات کو مفصل ذکر کیا گیا

اور آخر میں کتب خانہ میں علومِ دینیہ و شرعیہ کے عظیم ذخیرہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا۔

بیسویں صدی میں علماء دارالعلوم دیوبند کی قرآنی خدمات میں وہ تمام تفاسیر، علوم قرآن میں تصانیف اور مقالے جو ملے ہیں لئے گئے لیکن تعارف کرانے میں جہاں معلوم ہوا کہ ایک مفسر کی متعدد تفاسیر علوم قرآن میں تصانیف اور مقالے ہیں وہاں ان کی تفاسیر علوم قرآن میں مشہور تصانیف اور مقالے کا تعارف کرایا گیا اور باقی جہاں ان کی تفاسیر، علوم قرآن پر مشہور تصانیف اور مقالے کا تعارف کرایا گیا وہاں صرف نام ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا۔ یہاں ان تفاسیر، علوم قرآن میں مشہور تصانیف اور مقالے کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعارف کرایا گیا:

ترجمہ موضح فرقان، ترجمہ قرآن مولانا اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، سبق الغایات فی نسق الآیات، وجوہ المثانی فی توضیح الکلمات المعانی، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، ترجمہ قرآن مولانا ثناء اللہ امرتسری، بیان الفرقان علی علم البیان، تفسیر بالرأے، تفسیر ثنائی، مخالفین اسلام کے جوابات قرآن سے دینا کیوں کہ وہ جامع علوم عقلیہ نقلیہ، آیات متشابہات، برہان التفاسیر بجواب سلطان التفاسیر، بطش قدیر برقادیانی تفسیر کبیر (دو حصوں میں) تشریح القرآن، تقابل ثلاثہ، تفسیر سورہ یوسف اور تحریفات بابل، کتاب الرحمن، الہام الرحمن، صوفیائے سندھ اور اردو نامی کتاب، المقام المحمود، ترجمہ قرآن بزبان کشمیری، تفسیر درس قرآن، ہدایت القرآن مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی، ہدایت القرآن مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری، تفسیر القرآن فیض الرحمن، تفسیر سورہ بقرہ، الدر المنکون فی تفسیر سورۃ الماعون، حاشیہ تفسیر بیضاوی، ترجمہ ابن عباس، تقریر حاوی فی حل تفسیر البیضاوی، مستند موضح قرآن، محاسن موضح قرآن، کمالین شرح جلالین، ترجمہ تفسیر مدارک۔

اس باب میں ترجمہ موضح فرقان، تفسیر بیان القرآن، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، تفسیر ثنائی، الہام الرحمن، تفسیر درس قرآن، تفسیر احمدی، معارف القرآن مفتی شفیع، معارف القرآن مولانا ادریس کاندھلوی، تقریر الحاوی، ہدایت القرآن، تفسیر المنار، تفسیر الواضح، ظلال القرآن، جلالین، الدر المنثور فی تفسیر الماثور مشکلات قرآن، قصص القرآن، تذکیر بسورۃ الکہف، حکمت النون، فہم قرآن،

علماء دارالعلوم دیوبند کے ممتاز مفسرین کے اجمالی حالات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ادریس کاندھلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی کے حالات زندگی پر گفتگو کی گئی، مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مختصر حالات میں آپ کی ابتدائی زندگی، تعلیم و تربیت، درس و تدریس، تصانیف، اخبار و جرائد، آپ کی ہجرت اور عقائد پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کی اجمالی حیات میں آپ کی ابتدائی زندگی، شجرہ نسب، تعلیم و تربیت، درس و تدریس، ملک و ملت میں سیاسی خدمات اور آپ کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے۔

مولانا ادریس کاندھلوی کی حیات میں آپ کی ابتدائی زندگی، تعلیم و تربیت، درس و تدریس اور تصانیف بیان کی گئی ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کے تذکرہ حیات میں آپ کی ابتدائی زندگی، تعلیم و تربیت، درس و تدریس اور آپ کی تصانیف کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

باب سوم : بیسویں صدی میں علمائے جامعہ ازہر مصر اور علمائے دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ: اس باب کے اندر میں نے تینوں جہتوں کو یکجا کر دیا ہے: یعنی استنباطی، استخراجی طریقہ (Deductive Method) اس کو روایتی یا خارجی طریقہ بھی کہتے ہیں۔

دوسری جہت استقرائی طریقہ (Inductive Method) یعنی درایتی یا داخلہ طریقہ ہے۔

تیسرا طریقہ معروضی مطالعہ (Objective Study) کا طریقہ ہے جو معاشرتی مسائل میں بہتر سمجھا جاتا ہے

استقرائی یا داخلہ یا درایتی نقطہ نظر سے مندرجہ ذیل آیات کا تقابل کیا گیا:

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (البقرة: ۳۶)

وَقَالُوا لَنْ تَمْسَنَا النَّارُ اِلَّا اِيْمًا مَعْدُوْدَةٌ (البقرة: ۸۰)

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فَيَمَا اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ (البقرة: ۲۱۳)

وقاتلوا فى سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب  
المعتدين (البقرة: ١٩٠)

الم تر الى الذين خرجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله  
موتوا ثم احيهم ان الله لذو فضل على الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون  
(البقرة: ٢٤٣)

وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا قالوا انى يكون له الملك  
علينا ونحن احق بالملك منه ولم يؤت سعة من المال (البقرة: ٢٤٧)

او كالذى مر على قرية وهى خاوية على عروشها قال انى يحيى هذه الله  
بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال كم لبثت قال لبثت يوما او بعض يوم  
قال بل لبثت مائة عام فانظر الى طعامك وشرابك لم يتسنه وانظر الى حمارك  
ولنجعلك آية للناس وانظر الى العظام كيف ننشزها ثم نكسوها لحما فلما تبين له  
قال اعلم ان الله على كل شىء قدير (البقرة: ٢٥٩)

واذ قال ابراهيم رب ارنى كيف تموتى قال او لم تؤمن قال بلى ولكن  
ليطمئن قلبي قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل على كل جبل منهن  
جزئا ثم ادعهن يا تينك سعييا واعلم ان الله عزيز حكيم (البقرة: ٢٦٠)

فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتا حسنا وكفلها زكريا كلما دخل  
عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا (آل عمران: ٣٧)

ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتا بل احيه عند ربهم يرزقون (آل عمران: ١٦٩)  
انما نلکم الشیطن یخوف اولیاءه فلا تخفوهم وخلفون ان کنتم مؤمنین (آل عمران: ١٧٥)

یا ایها الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرها ولا تعضلوهن لتذهبوا  
ببعض ما اتیتموهن الا یتاتین بفاحشة مبینة (النساء: ١٩)

واتل عليهم نبأ ابني آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم يتقبل من الآخر قال لاقتنك قال انما يتقبل الله من المتقين لئن بسطت الى يدك لتقتلنى ما انا بباسط يدي اليك لاقتلك انى اخاف الله رب العلمين انى اريد ان تبوء باثمي واثمك فتكون من اصحاب النار وذلك جزاء الظلمين فطوعت له نفسه قتل اخيه فقتله فاصبح من الخسرين فبعث الله غرابا يبحث فى الارض ليريه كيف يوارى سوء-ة اخيه قال يويلتى اعجزت ان اكون مثل هذا الغراب فاوارى سوءة اخى فاصبح من الندمين (المائدة: ٢٧-٣١)

جعل الله الكعبة البيت الحرام قيما للناس والشهر الحرام والهدى والقلائد (المائدة: ٩٧)

ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب واكثرهم لا يعقلون (المائدة: ١٠٣)

وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة حتى اذا جاء احدكم الموت توفته رسلنا وهم لا يُفَرِّطون (الانعام: ٦١)

اعجلتم امر ربكم والقى الالواح واخذ برأس اخيه يجره اليه (الاعراف: ١٥٠)  
فلما تراءت الفئتن نكس على عقبه وقال انى برئ منكم انى ارى مالاترون انى اخاف الله والله شديد العقاب (الانفال: ٤٨)

استنباطى يا خارجى يا روايتى نقطه نظر سے مندرجہ ذیل آیات کا تقابل کیا گیا۔

واذ قلتم ي موسى لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فاخذتكم الصعقة وانتم تنظرون (البقرة: ٥٥)

واذ قلنا ادخلوا هذه القرية فكلوا منها حيث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لكم خطيكم (البقرة: ٥٨)

فبدل الذين ظلموا قولا غير الذى قيل لهم فانزلنا على الذين ظلموا رجزا  
من السماء بما كانوا يفسقون (البقرة: ٥٩)

ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها لم تعلم ان الله على كل  
شىء قدير (البقرة: ١٠٦)

وما كان لنبي ان يغفل ومن يغفل يات بما غل يوم القيمة ثم توفى كل نفس  
ما كسبت وهم لا يظلمون (آل: عمران ١٦١)

معروضى طريقہ مطالعہ میں مندرجہ ذیل آیات کا تقابل کیا گیا

کُتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خيرا الوصية للوالدين  
والاقریین بالمعروف حقا على المتقين (البقرة: ١٨٠)

وان كنتم مرضى او على سفر او جاء احد منكم من الغائط او لمستم النساء  
فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايدكم (النساء ٤٣)



بیسویں صدی میں علمائے جامعہ ازہر مصر اور علمائے دارالعلوم دیوبند  
کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ

مقالہ برائے پی ایچ ڈی

مقالہ نگار

شہاب الدین

زیر نگرانی

ڈاکٹر مفتی زاہد علی خاں

ریڈر

شعبہ سنی دینیات

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ



T-7270



شعبۂ سنّی دینیات  
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی  
۲۰۲۰-۲۱



Off. : Ext. 2701166  
Int. : 1780

DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY  
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY  
ALIGARH-202 002, INDIA

Ref. No. ....

Dated .....

## Certificate

This is to certify that **Mr. Shahabuddin** S/o Mr. Sikandar Ali has completed his Ph.D. work entitled "**Beeswin Sadi Main Ulama-e-Jamia Azhar, Misr or Ulama-e-Darul Uloom, Deoband Ki Tafseeri Khidmaat Ka Taqabuli Mutalah**".

”بیسویں صدی میں علمائے جامعہ ازہر مصر اور علمائے دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ“

The thesis embodies the findings and results of investigation regarding comparative study of two great institutions and their contribution in the commentaries of the Qur'an, this research <sup>was</sup> is conducted under my supervision.

The work is original it is now forwarded for the award of Ph.D. degree in Sunni Theology.

Forwarded to the  
Dean of Theology  
Chairman

CHAIRMAN  
Department of Sunni Theology  
ALIGARH

04/09/06  
(Dr. Mufi Zahid A. Khan)  
Reader

Forwarded to A.C.  
Research Unit.  
S. Farooq

DEAN  
Faculty of Theology  
A.M.U., Aligarh

## فہرست

۱	مقدمہ :
۱۱	باب اول : بیسویں صدی میں علمائے جامعہ ازہر کی تفسیری خدمات
۱۲	فصل اول : جامعہ ازہر مصر کی مختصر تاریخ
۳۱	فصل دوم : علمائے ازہر کی قرآنی خدمات
۶۷	فصل سوم : علمائے ازہر کے ممتاز مفسرین کا تعارف
۷۹	باب دوم : بیسویں صدی میں علمائے دیوبند کی تفسیری خدمات
۸۰	فصل اول : دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ
۱۰۳	فصل دوم : علمائے دارالعلوم دیوبند کی قرآنی خدمات
۱۷۲	فصل سوم : علمائے دارالعلوم دیوبند کے ممتاز مفسرین کا تعارف
۱۸۷	باب سوم : بیسویں صدی کے علمائے جامعہ ازہر مصر اور علمائے دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ

## مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

قرآن کریم بنی نوع انسان کی فلاح وصلاح کے جملہ اجزاء و عناصر پر مشتمل ہے۔ افراد و اہم کی ترقی کا راز قرآنی تعلیمات کی پیروی اور اس کی حکیمانہ نظم و ترتیب میں مضمر ہے۔ آج دنیا میں قرآن حکیم اور حفاظ کی کثرت کے باوجود مسلمان جس تنزل و انحطاط میں مبتلا ہیں، اس کی بڑی وجہ قرآن کریم سے لاعلمی کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن عزیز صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اوڑھنا بکھونا تھا۔ وہ اسے حفظ کرتے تھے اور اسے سمجھنے کی پوری کوشش کرتے تھے پھر دل و جان سے اس کی تعلیمات کی پیروی کرتے اور پوری مستعدی سے اس کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہو جاتے تھے۔ اتباع قرآن عزیز کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی روحیں پاک و صاف ہو گئیں، ان کے نفوس پاکیزہ اور ان کے آثار میں عظمت پیدا ہو گئی، اس دور میں امت مسلمہ کی اصلاح کا واحد طریقہ یہ ہے کہ کتاب الہی سے رشد و ہدایت کا پیام اخذ کیا جائے اور زندگی کے آداب و اطوار کو اسی سانچہ میں ڈھالا جائے۔

### تفسیر کی اہمیت :

قرآن کریم بزبان عربی نازل ہوا، صحابہ کرام کی زبان عربی ہونے کی وجہ سے کتاب اللہ کے مسائل و احکام سے آگاہ تھے البتہ اس کے باطنی دقائق و حقائق بحث و نظر حضور ﷺ سے دریافت کرنے پر ہی معلوم ہو سکتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم (۱) (جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے ملوث نہیں کیا)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا ”ہم میں کون شخص ہے جس نے ظلم نہیں کیا ہو“ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، اس کی تائید میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ان الشریک لظلم عظیم

عدی بن حاتم قرآن کریم کی آیت الخیط الابيض من الخیط الاسود (۲) کا مفہوم نہ سمجھ سکے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ تکیہ کے نیچے سیاہ اور سفید دو دھاگے رکھ لئے اور سحری کھاتے وقت اٹھ اٹھ کر دیکھتے رہے کہ دونوں میں فرق ہو سکتا ہے یا نہیں، صبح ہوئی تو رسول کریم سے ماجرا کہہ سنایا تب آپ نے آیت کا مطلب سمجھایا کہ الخیط الابيض سے صبح کی روشنی اور الخیط الاسود سے رات کی تاریکی مراد ہے اور فرمایا کہ تم کم عقل ہو (۳)

## تفسیر قرآنی کے تحریری مراحل

### تفسیر قرآن کا پہلا دور:

عہد رسالت میں صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے اور باہم ایک دوسرے سے بھی، اسی طرح تابعین صحابہ سے اور اپنے معاصر تابعین سے بھی تفسیری اقوال کو بطریق روایت نقل کرتے تھے۔ یہ تفسیر قرآن کا پہلا دور ہے۔

### دوسرا دور:

صحابہ اور تابعین کے بعد تدوین حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن کے دوسرے مرحلہ کا آغاز ہوا۔ دور مذکور میں حدیث پاک مختلف ابواب پر منقسم تھی اور ان میں ایک باب تفسیر پر بھی مشتمل تھا۔ دور ہذا میں ایسی کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی تھی جس میں ایک ایک سورت اور ایک ایک آیت کی تفسیر مستقلاً تحریر کی گئی ہو۔

زیر تبصرہ دور میں ایسے علما موجود تھے جو مختلف دیار و امصار میں گھوم پھر کر احادیث نبوی جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ان تفسیری اقوال کو فراہم کرتے جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین کی جانب منسوب تھے، ان میں مندرجہ ذیل اکابر قابل ذکر ہیں:

۱- یزید بن ہارون السلمی متوفی ۱۱۱ھ

۲- شعبہ بن حجاج متوفی ۱۱۸ھ

- ۳- وکیع بن الجراح متوفی ۱۹۷ھ  
 ۴- سفیان بن عیینہ م ۱۹۸ھ  
 ۵- روح بن عبادہ بصری م ۲۰۵ھ  
 ۶- عبد الرزاق بن ہمام م ۲۱۱ھ  
 ۷- آدم بن ابی ایاس م ۲۲۰ھ  
 ۸- عبد بن حمید م ۲۳۹ھ  
 ودیگر محدثین کرام

افسوس ہے کہ یہ سب مجموعے سانحہ بغداد میں ضائع ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی ہم تک نہیں پہنچا (البتہ ان کے تفسیری اقوال دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں) اس لئے ان کے بارے میں ہم کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔

### تیسرا دور:

اس دور میں پہنچ کر تفسیر قرآنی نے حدیث نبوی سے الگ ہو کر جداگانہ علم کی حیثیت اختیار کر لی اور قرآنی ترتیب کے مطابق ہر ایک آیت کی تفسیر مرتب کی جانے لگی اس میں مذکورہ ذیل علما نے حصہ لیا:

- ۱- ابن ماجہ م ۲۷۳ھ  
 ۲- ابن جریر طبری م ۳۱۰ھ  
 ۳- ابوبکر منذر نیشاپوری م ۳۱۸ھ  
 ۴- ابن ابی حاتم م ۳۲۷ھ  
 ۵- ابوالشیخ بن حبان م ۳۶۹ھ  
 ۶- امام حاکم م ۴۰۵ھ  
 ۷- ابوبکر بن مردویہ م ۴۱۰ھ  
 ودیگر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مندرجہ صدر تفاسیر سند انبی کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین و تابعین سے منقول ہیں ان میں تفسیر  
ماثور کے سوا دوسری چیز مذکور نہیں البتہ ابن جریر طبری نے تفسیری اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہ کی اور بعض کو  
راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا ہے۔ جہاں ضرورت کا تقاضا تھا وہاں بعض کلمات کی اعرابی حالت بھی  
بتائی ہے۔ جن آیات سے احکام کا استنباط ممکن تھا ان سے شرعی احکام استنباط کئے

### چوتھا دور:

دور مذکور میں تحریری تفسیر تفسیر بالماثور کے دائرہ سے باہر نہ نکلی صرف یہ فرق پڑا کہ روایت بالا سند  
کی قید باقی نہ رہی، اب تفسیر میں بکثرت تصانیف منظر عام پر آنے لگیں، اسناد میں اختصار کیا جانے لگا جو  
تفسیری اقوال مفسرین سلف سے منقول تھے ان کی جانب منسوب کئے بغیر ان کو نقل و روایت کیا جانے لگا۔  
اقوال صحیحہ و سقیمہ میں فرق و امتیاز ممکن نہ رہا، اسی کا نتیجہ ہے کہ تفسیر میں وضع و اختراع کا عمل دخل شروع ہوا،  
ان کتب تفسیری کا ناظر اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے کہ ان میں جو کچھ ہے صحیح ہے چنانچہ متاخرین بلا جھجک  
اسراعیلیات کے طومار کو حقیقت ثابتہ سمجھ کر نقل کرنے لگے (۴)

اسی دور میں ادراج شروع ہوا اور اقوال تفسیر کو قرائت بنا کر بعض جگہ پیش کیا گیا۔

### پانچواں دور:

یہ تفسیر کا طویل ترین تاریخی دور ہے جو عباسی خلافت سے شروع ہو کر عصر حاضر تک پھیلا ہوا ہے  
اس دور کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر دور کے پس منظر کو دھیان میں رکھا جائے۔

دور مذکور سے پہلے تفسیر کا انحصار منقولی روایات پر تھا اس میں رفتہ رفتہ عقل و نقل میں باہم آمیزش و  
اختلاط کا آغاز ہوا۔ نحو، صرف، منطق اور عربی لغت سے متعلق علوم مدون ہوئے منطق و فلسفے سے متعلق  
کتابوں کا ترجمہ کیا گیا، جن کے اثرات سے مختلف عقائد و نظریات ابھرے اور نئے نئے فرقے وجود میں  
آئے، فقہی مذاہب و مسالک، علم الکلام نیز مختلف مکاتب فکر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور جعفری وغیرہ کا ظہور  
ہوا علوم ادبیہ، علوم عقلیہ، علوم کلامیہ، علوم فقہیہ وغیرہ پر جداگانہ تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا جو شخص بھی کسی

فن یا مذہب و مسلک سے دلچسپی رکھتا وہ قرآن عظیم کو اپنے فن میں ڈھالنے کی سر توڑ کوشش کرتا۔  
حاصل کلام یہ ہے کہ ان پانچوں ادوار کے مفسرین خصوصاً صحابہ کرام کی تفسیری خدمات پر غور کرنے سے تقابل سمجھ میں آتا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون کو بحرین کے علاقہ میں عامل مقرر کیا، جارود نامی شخص نے فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا کہ قدامہ نے شراب پی اور اس پر نشہ کی کیفیت طاری ہو گئی، آپ نے فرمایا کوئی گواہ پیش کیجئے، جارود نے کہا ابو ہریرہؓ اس کے گواہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے قدامہ کو مخاطب کر کے کہا ”میں آپ کو شراب نوشی کی سزا دوں گا“ قدامہ نے کہا بخدا اگر میں نے شراب نوشی کا ارتکاب کیا بھی ہو تو آپ مجھے سزا نہیں دے سکتے وہ اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے:

لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فی ما طعموا اذا ما اتقوا  
وامنوا وعملوا الصلحت (۵)

(جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال انجام دیئے وہ جو کچھ بھی کھائیں ان پر کوئی گناہ نہیں بشرط یہ کہ وہ متقی ہوں اور ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہوں)

قدامہ نے کہا میں اس کا مصداق ہوں، میں ایمان لا چکا ہوں اور اعمال صالحہ بھی انجام دیئے ہیں علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں غزوات بدر اور خندق وغیرہ میں شرکت کر چکا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ”کوئی شخص اس کا جواب دے گا؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ”جو لوگ حرمت شراب سے قبل فوت ہو چکے تھے یہ آیت ان کو معذور قرار دینے کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی“ شراب قطعی حرام ہے اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل آیت ہے:

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن (۶)

(شراب، جوا، پوجا کے تھان اور پانسے کے تیر پلید اور شیطانی کام ہیں)

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا ”آپ نے بجا فرمایا“ (۷)

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (آج میں نے تمہارے دین کو کامل



کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ دین کامل ہونے کی بشارت دی گئی ہے، مگر حضرت عمرؓ یہ آیت سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ کمال کے بعد نقصان و زوال کا آغاز ہوتا ہے اس لئے اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی وفات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ آپ کا یہ خیال درست نکلا اور اس آیت کے نزول کے اکیاسی دن کے بعد آنحضرت ﷺ نے وفات فرمائی۔ (۸)

ابو عبید بطریق مجاہد حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں میں ”فاطر السموات“ کے معنی سے واقف نہ تھا، دودہاتی آئے اور ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑنے لگے ایک نے کہا ”انا فطر تھا“ میں نے اس کی ابتداء کی تھی (۹)

ظاہر ہے کہ جب دور اول کے مفسرین جناب فاروقؓ اور ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کا یہ حال ہے کہ وہ بعض مفردات قرآن کے معانی دوسروں سے معلوم کرتے ہیں تو دیگر صحابہ کرام اور دور ثانی، ثالث، رابع اور دور خامس خلافت عباسیہ کے مفسرین کا کیا عالم ہوگا۔

علماء جامعہ از ہر مصر اور علماء دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات پر میری معلومات کی حد تک یہ کام ابھی تک نہیں ہوا ہے اس لئے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ان دونوں عظیم الشان اداروں کی تفسیری خدمات پر ایک علمی اور تحقیقی کاوش سامنے آئے تاکہ ان کی صحیح قدر معلوم ہو سکے اور صحیح طور پر استفادہ کیا جاسکے۔ میری یہ خوش قسمتی ہے کہ تاریخ افکار و علوم اسلامی کے سب سے پاکیزہ علم علم تفسیر پر بورڈ آف اسٹڈیز شعبہ دینیات سنی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ”بیسویں صدی میں علماء جامعہ از ہر مصر اور علماء دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ“ کے موضوع پر مجھے پی ایچ ڈی کے لئے کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تفسیری خدمات کا یہ تحقیقی مقالہ استاذ گرامی ڈاکٹر مفتی زاہد علی خاں صاحب کی نگرانی اور علمی رہنمائی میں تیار کیا گیا ہے۔ میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے اس ناچیز اور والدین کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کے اسباب مہیا کئے۔ اس مقالہ کی تیاری میں مختلف مراحل میں

ایسے نازک موڑ آئے کہ مایوسی اور حرمان نصیبی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن خداوند کریم نے مدد فرمائی، اس نے اپنے فضل و کرم سے اسباب و وسائل فراہم کئے، اسی کی عنایت اور توفیق نے ہر ہر موڑ پر مجھے سہارا دیا اور اسی پر توکل کی برکت سے آج اس تحقیقی مقالہ کی آخری سطریں میں قلمبند کر رہا ہوں، اسی ذات سے بھرپور امید ہے کہ زندگی کے اگلے مراحل میں بھی وہ میری رہنمائی کرتا رہے گا۔

اس موقع پر اپنے مشفق رہنما ڈاکٹر مفتی زاہد علی خاں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ موصوف نے نہ صرف یہ کہ مقالہ کی ترتیب میں بھرپور معاونت فرمائی، مآخذ و مصادر تک رسائی میں خط و کتابت کے ذریعے تعاون فرمایا، اہل علم اور ارباب ادب سے تعارف کرایا اور علم تفسیر پر کام کرنے والے علماء محققین سے نیاز مندی کے آداب سکھائے بلکہ ذاتی اور شخصی معاملات میں بھی آپ نے ایک مشفق بزرگ کا کردار ادا کیا۔ یہ احقر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ موصوف کو اجر جزیل سے ہمکنار کرے اور آئندہ بھی آپ کی شفقت و محبت ہم پر سایہ فلکں رہے۔

سوء ادب میں شمار ہوگا اگر میں شعبہ دینیات کے صدر ڈاکٹر سعود عالم قاسمی کا شکر اس موقع پر نہ کروں جن کی سربراہی میں مجھے اپنے کام کی تکمیل اور جمع کرنے کا موقع ملا۔

شعبہ دینیات کے تمام اساتذہ کے تئیں اظہار عقیدت و احترام واجب ہے کہ ان کے علمی مشوروں، فکری مباحث اور گاہے گاہے ان کی مجلسوں سے استفادہ کا موقع ملا میں ان کی خدمت میں شکرو سپاس کے کلمات اور جذبات پیش کرتا ہوں۔

اس مقالہ کی تیاری میں بہت سے ارباب تحقیق، بزرگوں، دوستوں، عزیز واقارب نے تعاون کیا، مشورے دیئے ہر ایک کا نام ذکر کرنا مشکل ہے ان سب کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ اللہ ان کو اجر عظیم عطا کرے۔

اس سلسلے میں میں مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، سیمینار لائبریری شعبہ دینیات اور سیمینار لائبریری شعبہ عربی اور اسلامیات اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ، لائبریری ادارہ علوم القرآن علی گڑھ، لائبریری ملی پارلیمنٹ سرسید نگر علی گڑھ، لائبریری ادارہ تحقیق و تصنیف، پروفیسر معین صاحب کی لائبریری جامعہ اردو علی گڑھ، کتب خانہ مظاہر العلوم سہارن پور، کتب خانہ دارالعلوم دیوبند کا ذکر خاص طور سے ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے موضوع سے متعلق کتابیں وہاں بسہولت دستیاب ہیں۔ میں نے ان سب جگہوں سے مواد کی فراہمی

میں بھرپور استفادہ کیا ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا مناسب نہ ہوگا کہ کوئی بھی تحقیقی کام حرفِ آخر نہیں ہو سکتا، مجھ کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ اس مقالہ کی تیاری میں مجھ سے بہت سی لغزشیں ہوئی ہیں جیسا ہونا چاہئے کما حقہ ادا نہ ہو سکا اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ بعد مطالعہ میری غلطیوں سے مجھے متنبہ فرمائیں، میں صمیم قلب سے ان حضرات کا شکر گزار ہوں گا۔

آخر میں والدین کی خدمت میں دعاؤں اور نیک تمناؤں کی سوغات لے کر حاضر ہوں کہ والدین نے میری تعلیم و تربیت کے لئے جو مشقتیں برداشت کیں اور پوری زندگی مختلف مسائل سے نبرد آزما ہو کر مجھے جس طرح اعلیٰ تعلیم دلائی اور آج بھی میری تعلیم و تربیت کے متعلق جس طرح مضطرب اور فکر مند رہتے ہیں ان کے لئے میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ان کا سایہ مجھ پر قائم و دائم رکھے، صحت و عافیت کے ساتھ میری سرپرستی اور رہنمائی کرتے رہنے کی توفیق عنایت کرے اور مجھے یہ سعادت حاصل رہے کہ میں آپ کے بلند عزائم اور نیک تمناؤں پر پورا اتر سکوں۔ آمین یا اکرم الاکرمین۔

شہاب الدین

ریسرچ اسکالرشپ دینیات سنی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

## حواشی

- ۱- الانعام، ۸۲
- ۲- البقرہ، ۱۸۷
- ۳- محمد حسین الذہبی التفسیر المفسر ون، دارالکتب الحدیث، ۱۳۸۱ھ، ۱۹۶۱م، ج ۱، ص ۳۵
- ۴- امام جلال الدین السيوطی الشافعی، الاتقان مطبعة حجازی بالقاهرہ، ج ۲، ص ۱۹۰
- دیکھئے محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسر ون، دارالکتب الحدیث، ۱۳۸۱ھ، ۱۹۶۱م، ج ۱، ص ۱۴۰ تا ۱۴۵
- دیکھئے الشیخ قاسم القیس، تاریخ التفسیر، مطبعة المجمع العلمی العراقی، ۱۳۸۵ھ، ۱۹۶۶م، ص ۴۹، ۵۴
- ۵- المائدہ، ۹۳
- ۶- المائدہ، ۹۰
- ۷- محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسر ون، دارالکتب الحدیث، ۱۳۸۱ھ، ۱۹۶۱م، ج ۱، ص ۶۰
- ۸- ایضاً، ج ۱، ص ۶۰
- ۹- المائدہ، ۳

## باب اول

بیسویں صدی میں علماء جامعہ ازہر مصر کی تفسیری خدمات

## فصل اول

جامعہ ازہر مصر کی مختصر تاریخ

خلافت فاطمی سے پہلے مصر میں تین مساجد تھیں ”جامع“ عمرو بن العاص انہوں نے ۲۱ ہجری میں مصر فتح کیا تھا عمر بن خطاب کے دور خلافت میں اس لیے انہوں نے عمر بن الخطاب کے حکم سے یہ مسجد بنوائی تھی۔ دوسری مسجد الفضل بن صالح ۱۶۹ھ میں بنوائی اور جب احمد بن طولون ولایت مصر پر متعین ہوا تو انہوں نے تیسری مسجد ۲۶۳ھ میں بنوائی۔ پھر القائد جوہر الکاتب الصقلی مولی الامام ابی تمیم معد الخلیفۃ المعز لدین اللہ (۱) شعبان کی ۷ تاریخ ۳۵۸ھ میں مدینہ مصر (الفسطاط) کے والی متعین ہوئے تو انہوں نے ۲۴ جمادی الاول ۳۵۹ھ میں الجامع الازہر کی بنیاد رکھی، رمضان کی ۹ تاریخ ۳۶۱ھ اس مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہوا۔ اور اس سال رمضان کی سات (۷) تاریخ ۳۶۱ھ میں سب سے پہلی بار جمعہ کی نماز ہوئی (۲) منبر کے دائیں جانب قبلہ کے دائرہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد مما أمر ببنائہ عبد اللہ ولیہ ابو تمیم معد الامام المعز لدین اللہ امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ وعلی آباءہ وابنائہ الأکرمین علی ید عبدہ جوہر الکاتب الصقلی لکھا ہے (۳)

جامعہ ازہر کی تعمیر کی اصل غایت مملکت کے صدر مقام قاہرہ کے لیے ایک عبادت گاہ مہیا کرنا تھا۔ جیسے فتح مند فاطمی سپہ سالار جوہر الکاتب الصقلی ایک ایسا مستقل شہر بنانا چاہتا تھا۔ جس میں اس کا آقا۔ یعنی فاطمی خلیفہ ابو تمیم معد لدین اللہ اپنے خدم و حشم اور عساکر کے ساتھ سکونت اختیار کر سکے۔ (۴)

### الجامع الازہر نام رکھنے کی وجہ:

شروع میں الجامع الازہر کا نام بجامع القاہرہ تھا۔ کافی فاطمی زمانہ گزر گیا اس وقت کے معظم مورخین الجامع الازہر کا نام جامع القاہرہ بتاتے تھے۔ بہر حال الجامع الازہر کے ساتھ نام رکھنے کی وجہ فاطمی خلیفہ العزیز باللہ کے زمانہ میں ایک القصور الفاطمیہ بنوایا تھا اور اسی کو القصور الذاہرہ کہنے لگے۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت فاطمہ زہرہ کی شان بہت بڑی ہے۔ اور اس وقت اس جگہ میں یہی عمارت سب سے بڑی تھی۔ اس لیے فاطمیوں نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کا نام الازہر رکھا۔ ان ہی دونوں سے الجامع مشہور تھا۔ پھر اس پر قدیم نام مٹ چکا اور الجامع الازہر غالب آیا۔ (۵)

جامعہ ازہر مصر دولت فاطمیہ ابویہ البحریہ کے منتظمین اور السلطان الظاہر کے کارنامے:

المعز لدین اللہ عالم فاضل سخی اور مشہور مصنف تھے۔ گیارہ رمضان ۳۱۷ میں ولایت ہوئی۔ دیار مصر میں سب سے پہلا خلیفہ یہی تھے۔ ۷ رمضان ۳۶۲ مصر میں آئے مختلف حال جو خراب تھا اس کی اصلاح کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے، مصر میں اس مکان میں قیام تھا جس کو جوہر نے بنوایا تھا۔ اس مقام میں نو دروازے تھے اور کچھ زیادہ کیا تھا المعز لدین اللہ نے اس مکان میں مختلف سامان تھے مثلاً رسوم الملک، زیور، مختلف زینت کے سامان۔ متاع فرش کپڑا اور وہ چیزیں کہ جن کی لشکر کے لیے ضرورت تھی۔ جیسے سلاح، تلوار وغیرہ۔ بادشاہ کے پہننے کے کپڑے اور ایام عہد و مخصوص موقع میں جو انعام مخصوص لوگوں کو دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس میں مخصوص کتابوں کے چالیس خزانے تھے اور ہر ہر خزانہ میں ہزار ہزار کتابیں تھیں۔ اس میں اقالیم الارض، پہاڑ، سمندر، نہر، مکہ و مدینہ وغیرہ کی تصویریں تھیں تاکہ لوگ اس گھر میں مکہ مدینہ وغیرہ کی تصویر دیکھے، اور ان تمام تصاویر کا نام سونے اور چاندی سے لکھا ہوا تھا۔ باقی تفصیلات کو چھوڑا جا رہا ہے، المعز نے سات حجرے بنوائے تھے۔ ان لوگوں کی تعلیم کے لیے جو منصف خلافت کے مامورین کے خادم تھے۔ یہ خادم کل پانچ ہزار تھے۔ اس وقت ان تمام حجروں کو منہدم کر کے لوگوں نے اپنا گھر بنالیا۔ اس کے بعد ۲ سال سات مہینے دس دن قاہرہ میں رہنے کے بعد المعز لدین اللہ کا انتقال ہوا کل عمر ۴۵ سال مدت خلافت بالمغرب اور دیار مصر میں ۳۳ سال دس دن رہے۔ (۶)

جوہر القادر رومی مملوکوں کے قائد تھے۔ انہوں نے مدن کو فتح کیا تھا المعز لدین اللہ کے حکم سے پھر وہاں سے البحر المحیط سمرقند چلے گئے مچھلی شکار کی اور ایک برتن میں کم پانی میں مچھلی رکھ کر اپنے مولی المعز لدین اللہ کے پاس بھیجا اس سے اس کا مولی سمجھ لیا کہ وہ مدن کے والی ہو گئے، وہاں سے ربیع الاول ۲۴ تاریخ ہفتہ کے دن ۳۵۸ مصر میں واپس آئے۔ المعز لدین اللہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا العزیز باللہ خلیفہ ہوا۔ انہوں نے دمشق کی طرف کوچ کیا۔ اس وقت ہفتگین الشراہی دمشق کے والی تھے۔ العزیز باللہ کے مدد کے لیے ۳۷۵ میں جوہر شام سے دمشق آئے ہفتگین بھاگ گئے اپنے اہل و عیال کے ساتھ۔ الحسن بن احمد القرطبی مقابلہ میں آئے، العزیز نے اس کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد جعفر القرطبی سے بہت شدید



لڑائی ہوئی وہاں سے عسفلان کا ارادہ کیا اس کو ہشتکین نے پکڑ لیا۔ ہشتکین سے مصالحت ہوئی۔ پھر عسفلان سے مصر نکل گیا۔ کچھ دن رہنے کے بعد جب العزیز باللہ ہشتکین سے کامیاب ہو گئے۔ تو ۳۸۰ میں محل بنوایا اور منچوتکین التری نے بھی محل بنوایا۔ اسی سال یوم الاثنین ذی القعدہ ۳۸۱ میں جوہر کا انتقال ہوا۔ سات کپڑے سے اس کو کفنائے العزیز باللہ اس کی جنازہ نمازہ پڑھائی۔ القائد بن القائد اس کا لقب دیا۔ (۷)

العزیز باللہ ابوالنصر نزار بن المعذل دین اللہ ابی تمیم معد کے بیٹے تھے۔ یوم النہیس ۱۴ محرم ۳۴۴ بلاد افریقیا میں ولادت ہوئی۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ قاہرہ آئے المعز کی وفات کے بعد ربیع الآخر ۳۶۵ میں خلافت پر متعین کیا گیا، ان کے والد کے بعد ان کا کل مدت خلافت ۲۱ سال ہے ۲۸ رمضان ۳۸۶ مدینہ بلیس القونج میں ان کا انتقال ہوا۔ وہاں سے قاہرہ میں لایا گیا اور اپنے آباء واجداد کے قیام گاہ ہترہ القصر میں دفن کیا گیا، انتقال کے بعد لوگ اس کی تعزیر کے لیے آئے اور یہ اشعار پڑھے۔

انظر الى العلماء كيف تضام ومآتم الاحساب كيف تقام

خیرتی ركب الركاب ولم يدع. للسفر وجه ترحل فلقموا (۸)

حاکم بامر اللہ:

یہ ابوعلی منصور بن العزیز باللہ نزار بن المعذل دین اللہ ابی تمیم معد کے بیٹے تھے۔ ۲۳ ربیع الاول ۳۷۵ قاہرہ میں ولادت ہوئی۔ اپنے باپ کے انتقال کے بعد ۲۰ رمضان ۳۸۶ یوم الثلاثہ مدینہ بلیس کا خلیفہ مقرر ہوا۔ یوم الاربعاء میں اپنے والد صاحب کو دفن کیا یوم خمیس میں گھر آئے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے وقت بہت زیادہ ظلم کیا ۴۰۲ میں زبیب کے بیج سے منع کیا اور چار رطل سے زیادہ انگور کے بیج سے منع کیا۔ ۴۰۳ میں عیسیٰ بن سطورس کو قتل کیا۔ نصاریٰ کو ایک زرا عالمیا اور پانچ رطل وزن کے صلیب گردن میں ڈالنے کا حکم دیا اور وہ صلیب کھلا ہوا گردن میں ہوتا کہ لوگ اس کو دیکھے۔ لوگوں کو گھوڑے پر سوار ہونے سے منع کیا اور غلام باندی کے خرید و فروخت سے منع کیا۔ ۴۰۴ میں یہود کو حتام میں داخل ہونے کے وقت گلے میں گھنٹا لگانے کا حکم دیا۔ اور سلف صالحین کو گالی دینے کا حکم دیا۔ اس شدید ظلم کی وجہ سے لوگوں نے اس کی نقش قدم پر چلنے سے انکار کیا۔ ۴۱۰ میں الحاکم کا انتقال ہوا کل عمر ۳۶ سال سات مہینہ اور کل

مدت خلافت ۲۸ سال ایک مہینہ اس کے بعد اس کا یہ بیٹا الظاہر ابوالحسن علی مصر کا والی ہوا۔ ان کی کل مدت خلافت ۱۵ سال ۸ مہینہ ہے ۴۲۷ میں الظاہر ابوالحسن علی کا انتقال ہوا اس کے بعد المستقر باللہ مصر کے والی متعین ہوا (۹)۔

### المستقر باللہ:

موصوف معد بن الظاہر لاعز از دین اللہ کے بیٹے ہیں۔ اپنے باپ کے بعد مصر کے والی ہوئے کل مدت خلافت ۶۰ سال اور وفات ۴۸۷ میں ہوئی۔ ان کے دور خلافت مصر میں شدید مصیبت آئی (وباء) اور سات سال تک یہ مصیبت رہی۔ یہاں تک کے دریائیل آدمیوں کی لاشوں سے بھر گیا۔ کھیتی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ سمندر اور بحری راستہ بند ہو گیا تھا۔ یہاں تک بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے غذا کی کمی کی وجہ سے کتے تک کھائے، اس وقت باب ذویلہ المعروف الآن ببوابہ المتولی علی بدراجمال المتونی سنہ ۴۸۷ المستقر باللہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ابوالقاسم احمد المستعلی باللہ مصر کا والی ہوا کل مدت خلافت سات سال (وفات ۴۹۵ میں ہوئی) اس کے بعد اس کا بیٹا الامر باحکام اللہ ابوعلی المنصور مصر کا والی ہوا۔ کل مدت خلافت ۲۹ سال ۸ مہینہ ۵۲۴ میں اس کو قتل کیا گیا۔ اس کا کوئی اثر لازم ہر میں مذکور نہیں ہے، اس کے بعد الحافظ لدین اللہ عبد المجید ۵۲۴ میں والی ہوا۔ ۱۹ سال کے بعد ۵۴۴ میں اس کا انتقال ہوا۔ یہ لازم ہر کے تیسرے مجدد تھے۔ انہوں نے مصر میں مقصورہ لطفیہ بنوایا تھا۔ جس کو مقصورہ فاطمہ سے جانا جاتا تھا۔ الحافظ لدین اللہ کے بعد الظاہر باعداد اسماعیل بن الحافظ والی ہوا۔ کل مدت خلافت چار سال ۵۴۹ مہینہ ۵۴۹ میں اس کو قتل کیا گیا۔ اس کی کوئی تاریخ لازم ہر میں مذکور نہیں اس کے بعد اس کا بیٹا القاعد عیسیٰ پانچ سال کی عمر میں متولی ہوا۔ کل مدت خلافت ۶ سال ۶ مہینہ اس کی وفات ۵۵۵ ہوئی، اس کی بھی کوئی تاریخ لازم ہر میں مذکور نہیں۔ اس مدت میں مولانا الحسین ۵۴۸ میں مصر میں آئے، ان کے بعد العاضد عبد اللہ بن یوسف الحافظ متولی ہوا ان کی کل مدت خلافت ۱۱ سال چھ مہینہ ہے۔ ان کا انتقال ۱۱ محرم ۵۶۶ میں ہوا۔ ان کی کوئی تاریخ لازم ہر میں مذکور نہیں، ان کے انتقال سے دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا۔ تمام فاطمین خلیفہ کل مدت خلافت دو سو آٹھ سال پانچ مہینہ ہے۔ اس کے بعد تمام دولت الحریہ کا خاتمہ ہوا۔

اس کے بعد الحرمیہ کا وقت آیا تمام بحریہ کا بھی خاتمہ ہوا۔ لیکن ان دونوں کا کوئی کارنامہ سوائے سو سال  
الازہر خطبہ بند کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے بعد السلطان الظاہر بیہرس البند قداری کا زمانہ آیا انہوں  
نے الازہر میں اس خطبہ کو پھر جاری کیا (۱۰)۔

### ازہر میں دوبارہ خطبہ جاری ہوا :

۶۶۵ میں صلاح الدین یوسف بن ایوب کا زمانہ آیا۔ انہوں نے الازہر میں شافعی مسلک کے  
مطابق (امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایک شہر میں جمعہ کے لیے دو خطبہ جائز نہیں) خطبہ کو بند کر دیا اور  
الجامع الحاکمی میں خطبہ جاری رکھا۔ اس وقت مصر میں قاضی القضاۃ صدر الدین عبد الملک ابن درباس  
تھے۔ ان کو صلاح الدین ایوبی نے اس مسلک کے مطابق فیصلہ کرنے کو کہا صدر الدین عبد الملک نے امام  
شافعی کے مسلک کے مطابق فیصلہ دیا کہ ایک شہر میں جمعہ کے لیے دو خطبہ منع ہے۔ یہ حکم الازہر میں تقریباً سو  
سال رہا۔ اس کے بعد السلطان الظاہر بیہرس البند قداری متولی ہوا۔ انہوں نے قاضی القضاۃ صدر  
الدین عبد الملک بن درباس کو معذول کیا اور ایک حنفی قاضی کو اس کام کے لیے متعین کیا۔ حنفی مسلک میں ایک  
شہر میں جمعہ کے لیے دو خطبہ جائز ہے۔ انہوں نے الازہر میں خطبہ کو جاری کرنے کے لیے سلطان بیہرس پر  
فیصلہ دیا اس لیے وہ خطبہ الازہر میں دوبارہ جاری ہو گیا (۱۱)۔

### سلطان ظاہر بیہرس کی مختصر وضاحت :

یہ مملوکانہ بحریہ سے تھا اور قلعہ الروضۃ کا رکن تھے۔ اس کو اس عہد پر السلطان الملک الصالح نجم  
الدین ایوب ابن الملک الکامل محمد بن العادل ابی بکر ایوبی نے متعین کیا تھا۔ یہ قلعہ الروضۃ پہلے الامیر علاء  
الدین ایدکین البند قداری کا تھا۔ جب الصالح نجم الدین کسی وجہ سے بیہرس سے ناراض ہو گیا۔ تو وہ ملک  
۶۴۴ میں اس لیے لیا، السلطان الظاہر بیہرس البند قداری کی وفات ۶۷۶ دمشق میں ہوئی۔ کل عمر ۵۷ سال  
مدت خلافت ۷۱ سال ہے۔ دولت البحر یہ میں سے الظاہر بیہرس، الامیر سالار۔ الاسعدی و بشیر الجندار  
الناصری کے علاوہ الازہر میں کسی کا کوئی کارنامہ نہیں ہے (۱۲)۔

## ازہر میں الامیر سالار کی جدوجہد:

الامیر سالار کے دور خلافت ۷۰۲ھ میں شدید زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے الجامع الازہر الجامع الحامی، جامع عمرو بن وغیرہ گر گئے۔ اس وقت جوامع کے متولی کے سلسلہ میں امراء میں شدید جھگڑا ہوا۔ بالآخر الامیر رکن الدین بھیرس الجاشنکید الجامع کی عمارت کا متولی۔ الامیر یوسف الدین بکتمر الجوکندار جامع الصالح کی عمارت کا متولی اور الامیر سالار الجامع الازہر کی عمارت کا متولی ہوا۔ انہوں نے الجامع الازہر کی وہ تمام عمارتیں جو زلزلہ کی وجہ سے گر گئی تھیں اس کو دوبارہ ۷۰۹ھ میں صحیح کرایا (۱۳)۔

## دولت البحر یہ میں ازہر میں فقہ حنفیہ کا درس اور دولت الجواکستہ کی ابتداء:

الاسعدی نے ۷۲۵ھ میں الجامع الازہر کی تجدید کرائی، القاضی نجم الدین محمد بن حسین بن علی الاسعدی کے ہاتھ سے جو اس وقت قاہرہ کے محاسب تھے۔ ۷۴۰ھ میں الاقبغاویہ کو بنوایا جو اس وقت الازہر کا کتب خانہ ہے۔ اور ۷۴۴ھ میں الجوہریہ کو بنوایا۔ سعد الدین بشیر جندار الناصری ۷۶۱ھ میں الازہر کی عمارت کو بنوایا۔ انہوں نے الازہر میں کئے مقاصیر بنوائے، اس میں صنادیق و خزائن رکھے، انہوں نے الازہر کے دروازہ پر ایک میٹھا پانی کا حانوت بنوایا۔ اس پر یتیم بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم کے لیے ایک مکتب بنوایا۔ اس میں حنفیہ فقہ کا درس ہوتا تھا۔ فقراء و مجاورین کے لیے ہر روز کے جو کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ وہ کھانا اس حانوت کے اوپر بنتا تھا (۱۴)۔ یہاں تک کہ وہ دولت البحر یہ کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد مصر میں دولت الجواکستہ کا دور شروع ہوا۔ دولت الجواکستہ میں الملک الظاہر ابوسعید برقوق ۷۸۴ھ میں سے پہلا خلیفہ ہوا۔ اسی سال الظاہر سے پہلے الامیر بہادر الجامع الازہر کا متولی ہوا۔ ان کے بعد الظاہر کا زمانہ پورا طور پر شروع ہوا (۱۵)۔

یہاں سے السلطان الظاہر برقوق کے بارے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ السلطان الملک الظاہر ابوسعید بن آنص ممالیک الجواکستہ میں تھے۔ یہ مصر کے متولی تھے۔ اپنا قدیم وطن پہنچ کر قاہرہ پہنچے قاہرہ میں الامیر الکبیر یلغا الخا صکی کو خرید کر آزاد کیا۔ اس کو برقوق العثماني سے پہچانا جاتا تھا۔ (ان کا بائع الخوجہ فخر الدین العثماني ابن مسافر کی طرف نسبت کرتے ہوئے) پھر جب برقوق الاشرف کے زمانہ میں

ان کے ہاتھ سے ایک قتل سرزد ہو گیا۔ (مقتول کا نام معلوم نہ ہو سکا) تو اس کو الکوک کے قید خانہ میں قید رکھا تھا۔ اس کے بعد پھر الاشرف ہی کے کہنے سے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد برقو ق کافی دن الاشرف کے پاس رہے۔ اس کے بعد برقو ق مصر کے متولی ہوئے۔ اس کا کارنامہ میں سے صرف مدرسہ برقو قیہ ہے جس کو ۷۸۷ میں انہوں نے افتتاح کیا تھا اور ایک سال بعد اس کی عمارت مکمل ہوئی۔ جو آج کل جامع برقو ق امام مدرسۃ النحاسین کے نام سے مشہور ہے۔ ۸۰۱ میں برقو ق کی وفات ہوئی، کل عمر ۶۳ سال کل بلاوت ۱۶ سال چند مہینے ہیں (۱۶)

### الازہر کی منار صہرتج اور میضاة:

۸۰۰ھ میں الازہر کی منار گر گئی، اس کے بدلہ ایک بہت بڑی منار بنوائی گئی، تعمیر اس سال ربیع الآخر میں مکمل ہوئی۔ (اس منار بنوانے میں ۱۰ ہزار درہم خرچ ہوئے) ۸۱۸ میں یہ پھر گر گئی۔ اس کے بدلے ایک پتھر کی منار بنوائی۔ (یہ پتھر مدرسہ الملک الاشرف خلیل التی کانت نجاہ قلعة الجبل سے منگوا یا گیا تھا) اس کے بعد الملک الناصر الدین برقو ق نے اس منار کو شہید کیا۔ اس کے بعد الامیر تاج الدین التاج الشوبکی نے اس کو بنوایا۔ ۸۲۷ میں یہ گرنے کے قریب تھی اس لیے اس کو گرا کر اس سال دوبارہ بنوایا گیا۔ ۸۲۷ تک الجامع الازہر میں کوئی صہرتج نہیں تھا۔ اس لیے اس سال صہرتج کا عمل شروع ہوا اور اسی سال میں مکمل ہوا۔ اور اسی زمانہ میں الجامع الازہر میں ایک قبہ بنوایا تھا۔ اس وقت تک الجامع الازہر میں کوئی میضاة نہیں تھا۔ اس لیے میضاة بنوایا۔ علامہ المقریزی نے فرمایا کہ یہ امیر بدر الدین جنکل بن البابا نے بنوایا تھا۔ اور یہی اب تک الجامع الازہر میں موجود ہے (۱۷)۔

الملک الناصر فرج بن برقو ق ابوالسعادات اپنے والد کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں دیار مصر کے متولی ہوئے۔ اس وقت اتمش ممالکیہ کے متولی تھے۔ وہ لڑنے کے ارادہ سے آئے مقام رمیلہ میں دونوں کی لڑائی ہوئی اتمش کو شکست ہوئی وہ شام بھاگ گئے۔ اور شام کے امراء کی مدد سے دوبارہ لڑنے کے ارادہ سے آئے اس کو پکڑ لیا اس کو اور اس کے ساتھ بہت لشکر کو قتل کیا اور اتمش کے سر کو باب رویلتہ میں لٹکا دیا۔ آج وہ باب ببواہ المتولی سے مشہور ہے، ۸۰۳ میں تمیور لنگ کی فوج شام میں پھیل گئی دونوں میں لڑائی

ہوئی، کثیرالتعداد فوج شہید ہوئی، السلطان کی فوج کی شکست ہوئی، اس وقت دیار مصر میں الوباء والغلاء وغیرہ بیماری پھیل گئی اس وقت کے امراء بد انتظامی کی وجہ سے سلطان پر بہت ناراض ہوئے۔ دیار مصر میں فتنہ پھیل گیا۔ ۸۰۸ تک بہ فتنہ جاری رہا۔ السلطان کے بدلہ بیرس متولی ہوا۔ السلطان الناصر اس کے مقابلہ میں آئے۔ اس کی وجہ سے امراء اور عسا کر میں دو فرقہ ہو گئے، دونوں کے بیچ مقام الدمیلہ و قر میدان میں لڑائی ہوئی، کثیرالتعداد فوج شہید ہوئی۔ بیرس کو شکست ہوئی۔ السلطان الناصر دوبارہ متولی ہوا۔ اور لوگوں پر بہت سختی کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ہر رات ۲۰ شرابی و فاسق لوگوں کو قتل کیا۔ اس وقت الامیر شیخ المحمود المستعین باللہ العباسی خلیفہ تھے السلطان کے مقابلہ میں آئے دنوں کے بیچ شام کے مقام ضیہ میں لڑائی ہوئی، السلطان اور لشکر کو پکڑ لیا اور دمشق کے قلعہ برج میں قید کیا، فداویہ میں کچھ لوگ اس کو خنجر مار کر قتل کیا۔ صبح کو شہر کے باہر مذاہلہ میں اس کو پھینک دیا اس حال میں تین دن تک اس کی لاش رہی پھر دمشق کے مقبرہ میں اس کو دفن کیا (یہ واقعہ ۸۱۲ کا ہے) کل عمر ۲۶ سال اور کل مدت خلافت ۱۳ سال ہے۔

۹۰۰ میں الخوجہ مصطفیٰ بن رستم الرومی نے دس ہزار دینار کے خرچ سے ایک عمارت الجامع الازہر میں بنوائی، الملک الاشرف ابو النصر قایتبائی الظاہری المحمودی موصوف خوجہ محمود کی طرف نسبت کرتے ہوئے، المحمودی کہتے ہیں کیوں کہ خواجہ محمود اس کو لائے تھے اور الظاہری اس کو آزاد کیا تھا اس لیے اس کو ظاہری کہتے ہیں۔ یہ الحراکستہ کے ۱۶ نمبر بادشاہ اور التترک کے ۴۱ نمبر بادشاہ تھے۔ مصر کے سلطنت پر ۲۹ سال ۱۴ مہینے ۲۰ دن قائم رہے۔ ۹۰۱ میں ان کی وفات ہوئی، ان کو قاہرہ کے شرقی صحراء میں دفن کیا۔ مدینہ منورہ کی زیارت میں چھ ہزار دینار خرچہ گئے (یعنی بار بار زیارت کے لیے جاتے تھے) مدینہ منورہ میں ایک مدرسہ بنوایا۔ اور باب اسلام کے پاس ایک مدرسہ بنوایا۔ منا میں ایک مسجد الحسیف بنوایا۔ عرفات میں جامع نمرہ بنوایا۔ ان کے علاوہ اور ان کے مشہور کارنامے ہیں۔ مثلاً بططامین المنام الاحمدی المنام الدسوقی مدسوق میں اور مدرسہ بختہ دمیاط میں بنوایا۔ (۱۸)

### جامعہ ازہر کی ترتیب اور مملوک عثمانیہ کی ابتداء:

الملک قانصوہ الاشرف ماہ رمضان میں الجامع الازہر میں ترتیب دی۔ اس کے بعد جب الملک قنصوہ الغوری آئے اس وقت انہوں نے جامع الازہر کے مطبخ میں ترتیب دی۔ ہر روز ۷۰۰ دینار اور سو

قطار غسل پانچ سواردب قع اور ۹۲ میں انہوں ایک عظیم منار بنوائی اس کے بعد السلطان الاشرف صاحب الجدیدہ ۹۰۴ میں متولی ہوا اس وقت اس کی عمر کل ۲۰ سال تھی پھر جب اس کو قتل کیا گیا۔ تو طومان بائی متولی ہوا۔ اس کی مدت خلافت ایک سال ۸ مہینہ ہے (۱۹) ان کے بعد السلطانی ابوالنصر قانصوہ الغوری متولی ہوا۔ کل مدت خلافت ۱۰ سال نو مہینے ہیں۔ ان کے زمانہ میں فتنہ فساد لڑائی جھگڑا بہت ہوا۔ ان کا کارنامہ المسجد الحرام دائرہ الحجر الشریف مصر میں حاجیوں کے لیے راستہ اور کنواں اور قاہرہ میں مدرسہ بسوق الجملون بنوایا۔ وہ آج بجامع الغوری کے تمام سے مشہور ہے۔ انہوں نے مفتی محمد عبدہ کے موجودگی میں ایک مقبرہ بنوایا تھا جو آج محل الجمعية الخیریه المتراستہ کے نام سے مشہور ہے اس کے علاوہ ان کے اور بہت کارنامے ہیں۔ ان کے اور السلطان سلیم ملک الدولۃ العلمیۃ العثمانیۃ کے درمیان فتنہ ہوا اور ۹۲۲ ہجری رابق شمال حلب میں لڑائی ہوئی، اور السلطان الغوری کی فوج کی شکست ہوئی، اس کے بعد ۹۳۳ یوم الجمعہ میں السلطان سلیم شاہ العثماني الجامع الازہر میں داخل ہوئے۔ اور جمعہ کی نماز پڑھائی یہاں سے ملوک عثمانیہ کا دور شروع ہوا ملوک عثمانیہ کا بیشتر احسانات الجامع الازہر میں ہیں (۲۰)۔

### جامعہ ازہر مصر میں عثمانی ترکوں کے عہد میں علوم کی حالات:

عثمانی ترکوں کے عہد قاہرہ میں علوم کے زوال کا زمانہ تھا۔ اقتصادی، اضطراری، اوقاف کے مدخل میں کمی یا بعض اور مقاصد کے لیے ان کا بیجا خرچ اور آخر میں صوفی خانقاہوں کا غلبہ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے مدرسہ کی جگہ لے لی (۲۱)، لیکن اس کے بعد انیسویں صدی کے خاتمے تک علم و فضل کا دار و مدار محض کتب متداولہ کے مجموعی مدار کو ازبر کر لینے پر منحصر ہو گیا۔ درسی، رسالوں، شرحوں، حواشی اور ان حواشی کی ذیلی شرحوں کا مطالعہ شروع ہو گیا۔ اور ان ہی کتابوں کے پیچ در پیچ علمی مواد کو حاصل کرنے کے لیے طلاب کی ساری قوت حافظہ صرف ہوتی تھی حساب کی تعلیم اس حد تک محدود تھی جو میراث کی تقسیم میں کام آتے ہیں، اور ہیبت کی تعلیم صرف نماز کے اوقات اور قمری مہینوں کی پہلی تاریخ متعین کرنے کے رہ گئی تھی (۲۲)۔

## جامعہ از ہر مصر میں امیر جامعہ کا منتخب:

عثمانی عہد کے وقت سے از ہر میں ایک شیخ الازہر یعنی امیر جامعہ مقرر ہونے لگا۔ جو اپنی وفات تک اس عہد پر فائز رہتا تھا اور مختلف شعبوں کے جوالگ الگ شیخ ہوتا تھا تمام شیوخ اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ الجبرتی نے ان شیوخ کے ناموں کی ایک فہرست جو ۱۱۰۰ھ سے محفوظ ہے دی ہے، (۱) محمد بن عبد اللہ الخرشمی م ۱۱۰۱ھ، (۲) محمد النشوتی م ۱۱۲۰ھ، (۳) عبد الباقی القلیسی جس کی نامزدگی پر مسجد کے اندر لڑائی ہو گئی اور کچھ گولیاں بھی چلیں، (۴) محمد شتن اپنے وقت کے سب سے زیادہ دولتمند اشخاص میں سے تھے م ۱۱۳۳ھ، (۵) ابراہیم بن موسیٰ القیومی م ۱۱۳۷ھ، (۶) عبد اللہ الشبرائی شاعر اور ظریف جو صوفیہ کے یہاں بہت آمدورفت رکھتا تھا اور ان کی حمایت کرتا تھا م ۱۱۷۱ھ، (۷) محمد بن سالم الخفناوی الخلوٹی صوفی اور فقیہ مؤلف و حواشی م ۱۱۸۱ھ غالب امیروں نے اسے زہر کھلا دیا۔ اس کا مزار لوگوں کے لیے مرجع عقیدت بن گیا (۳۰)۔ (۸) عبد الرؤف السجینی م ۱۱۸۲ھ، (۹) احمد بن عبد المعنم الدمنھوری م ۱۱۹۲ھ، (۱۰) عبد الرحمن العدیشی حنفی مذہب کا جس سے شیخ الخفناوی نے تصوف کے سلسلہ میں بیت کی اسے شافعی دباؤ کے ماتحت جلد ہی معذول کر دیا گیا، (۱۱) احمد العروسی صوفی اور شارح م ۱۲۰۸ھ، (۱۲) عبد اللہ الشرقاوی جس کے شیوخ ہونے میں بونا پارٹ کی مہم واقع ہوئی، ایک فاضل شخص جس کی تصانیف اس زمانہ میں بکثرت پڑھی جاتی تھیں م ۱۲۲۷ھ، (۱۳) محمد الشوانی جس نے اپنے ایک حریف المہدی کو جو برائے نام شیخ تھا، برطرف کرا کر اس کی جگہ سنبھالی م ۱۳۳۳ھ، (۱۴) محمد العروسی م ۱۲۴۵ھ، (۱۵) احمد بن علی الدھوجی م ۱۲۴۶ھ، (۱۶) حسن بن محمد العطار (رک بان) جو بونا پارٹی کے فرانسیسیوں کا رفیق اور اصلاحات کا حامی تھا م ۱۲۵۰ھ، (۱۷) حسن القویسی م ۱۲۵۵ھ، (۱۸) احمد الصائم السفطی م ۱۲۶۳ھ، (۱۹) ابراہیم بن محمد الباجوری م ۱۲۷۷ھ مشہور عالم دین تھے، (۲۰) مصطفیٰ العروسی م ۱۲۱۷ھ اس نے اصلاحات کے لیے راستہ ہموار کیا جو اس کے جانشین نے رائج کیں۔ (۲۱) محمد العباسی المہدی الحنفی جس کی جگہ عربی پاشا کے خروج کے دوران میں محمد الانبامی نے عارضی طور پر سنبھالی بالآخر اس نے ۱۳۰۴ھ میں اپنا عہدہ ترک کر دیا۔ (۲۲) محمد الانبامی ایک مشہور عالم تھے اور ہر قسم کی جدت کا مخالف تھے۔ (۲۳) حسونہ



النووی زبردست عالم تھے اہل مصر احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، وہ فقہی تعلیم میں اپنے تلامذہ پر بہت اثر انداز ہوا۔ الازہر کی مجلس انتظامیہ کا صدر رہا اور ۱۸۹۹ء میں مستعفی ہوا۔ (۲۴) عبدالرحمن قطب النووی (۲۵) سلیم البشری ایک متقی شخص جس نے اپنی زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی تھی۔ اسے حدیث کے تمام رواۃ کا پورا پورا علم تھا۔ وہ محمد عبدہ اور ان کی اصطلاحات کا جو اس کی تجویز سے عمل میں آئیں سخت مخالف تھا۔ ۱۳۲ھ میں مستعفی ہوا (۲۶) علی البیلاوی (۲۷) عبدالرحمن الشرمینی جو اپنی دیانت اور پرہیزگاری کی وجہ سے بہت محترم تھا۔ (۲۸) حسونۃ النووی (۲۹) سلیم البشری ۱۳۳۵ھ (۳۰) محمد ابوالفضل الجیراوی م ۱۳۴۶ھ (۳۱) مصطفیٰ مراغی یہ محمد عبدہ کے شاگرد تھے۔ (۳۲) محمد احمد الطواہری ۱۳۵۴ھ میں مستعفی ہوا (۳۳) مصطفیٰ المرغی دوسری دفعہ م ۱۳۶۴ھ، (۳۴) مصطفیٰ عبدالرزاق یہ محمد عبدہ کا مداح تھا وہ لیونز یونیورسٹی (فرانس) میں عربی پڑھاتا تھا اور بعد اذان مصر کی یونیورسٹی میں اسلامی فلسفے ۱۱۴ استاد تھا الازہر میں اس کے خلاف اس قدر شدید معاندانہ مظاہرے ہوئے کہ وہ ۱۳۶۶ھ میں قلب کا دورہ پڑنے سے قوت ہو گیا (۳۵) محمد مامون الشناوی م ۱۳۶۹ھ (۳۶) عبد المجید سلیم ۴ ستمبر ۱۹۵۱ء کو مستعفی ہوا (۳۷) ابراہیم حروش ۱۰ فروری ۱۹۵۲ء کو مستعفی ہوا (۳۸) عبد المجید سلیم دوسری دفعہ شیخ بنا اور ۱۷ ستمبر ۱۹۵۲ء کو مستعفی ہوا (۳۹) محمد الخضر حسین جنوری ۱۹۵۴ء کے آغاز میں مستعفی ہوا (۴۰) عبدالرحمن تاج پیرس یونیورسٹی کا دکتور ادب ۸ جنوری ۱۹۵۴ء کو نامزد ہوا (۲۳)۔

### جامعہ ازہر مصر کی رسم و رواج:

علی پاشا مبارک ۱۸۷۵ء میں اصلاحات جدید کے آغاز کے وقت۔ الازہر کی زندگی کی کیفیت تحریر کی ہے۔ اس بیان سے ہم پرانے رسم و رواج کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ طلاب حلقوں میں منقسم ہوتے تھے۔ (یہاں حلقہ کے معنی نصاب تعلیم) طلاب اپنے معلم کے سامنے مسجد کی چٹائی پر بیٹھتے تھے اور معلم خود ایک ذرا اونچی آرام کرسی پر ترکوں کی طرح (یعنی مربع یا آلتی پالتی مارکر) بیٹھتا تھا یہ آرام کرسی کسی نہ کسی ستون کے نیچے رکھی رہتی تھی۔ ہر ستون کسی مقررہ معلم کے لیے مخصوص ہوتا تھا اور ۱۸۷۲ء تک کسی ایک فقہی مذہب کی بلا حجت ملکیت مقصود ہوتا تھا۔ صبح کا درس سب سے ضروری مضامین یعنی تفسیر

حدیث اور فقہ کے لیے مخصوص تھا، دوپہر کے وقت عربی زبان پڑھائی جاتی تھی۔ دیگر مضامین کی تعلیم ظہر کے بعد دی جاتی تھی۔ ہر درس کے خاتمے پر طلبہ اپنے معلم کے ہاتھ چومتے تھے۔ ازہری طالب علم کی زندگی اس قلیل خوراک پر ہوتی تھی جو باقاعدہ تقسیم کی جاتی تھی، کچھ مدد اسے اپنے گھر سے ملتی اور اکثر مزید روزی حاصل کرنے کے لیے وہ کوئی نہ کوئی کام اختیار کر لیتا تھا۔ مثل قرآن خوانی۔ کتابت وغیرہ وہ مسجد میں یا شہر میں رہتا تھا۔ نصاب ختم کرنے پر کوئی امتحان نہیں لیا جاتا تھا۔ بہت سے طلبہ الا زہریں خاصی بڑی عمر کے ہوتے تھے۔ جامعہ سے رخصت ہونے والوں کو ”اجازت“ یا پڑھانے کا لائسنس مل جاتا تھا یہ ایک سند ہوتی تھی جو اس معلم کی طرف سے دی جاتی تھی جو طالب علم تحصیل علم کرتا رہا ہو۔ اور اس میں طالب علم کی محنت و استعداد کی تصدیق کی جاتی تھی۔ استاد و شاگرد کے تعلقات بالعموم باب بیٹوں کے سے ہوتے تھے۔ جس میں شاذ و نادر ہی کسی سرکشی سے خلل واقع ہوتا تھا۔ ۱۲۹۳ھ ۸۸۷ء میں ۳۶۱ معلمین اور ۱۰۷۸۰ طلبہ کی تقسیم بصورت ذیل تھی۔ شافعی: ۱۴۷ معلم، ۵۶۵۱ طلبہ، مالکی: ۹۹ معلم، ۳۸۲۶ طلبہ۔ حنفی: ۷۶ معلم، ۱۲۷۸ طلبہ، حنبلیوں کی نمائندگی بہت کم تھی۔ یعنی صرف ۳ معلم اور ۲۵ طلبہ ان کے علاوہ کچھ طلبہ ایسے بھی تھے جن کے نام رجسٹر میں درج نہیں تھے۔ طلبہ ۱۵ ہالوں اور ۳۸ رواقوں میں منقسم تھے۔ ان میں متعدد غیر ملکی طلبہ تھے، تعطیل ماہ رجب سے شروع ہوتی تھی اور وسط شوال میں ختم ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ بیس تعطیل عید قربانی کے موقع پر اور اتنی ہی طنطہ کے ولی اللہ احمد بدوی اور دوسرے اولیائے کرام کے عرس کے موقع پر ہوتی تھی (۲۴)۔

### جامعہ ازہر مصر کی اصلاح:

بوناپارٹ کی مہم سے مصر کو جو دھکا لگا اور اس کے بعد محمد علی اور اس کے جانشینوں نے مصر میں ترتیب جدید پھیلانے کی جو کوششیں کیں ان کا یا تو الازہر نے کوئی اثر نہ لیا۔ یا مخالفت برتی اس لیے الازہر کے بعض رہنے والے نئی تحریک کے حامی تھے لیکن اکثر کی مخالفت کی وجہ سے انہیں کچھ کرنے نہیں دیا۔ یورپ کے بعض تصورات کے اثر سے الازہر بجا طور پر خائف تھا، کہ یورپ کی لائی ہوتی چیزوں میں جو اسلام میں جائز اور جو ناجائز ہیں ان میں حد فاصل کسی طرح کی جائے۔

انیسویں صدی کے آغاز میں الازہر کو ایک دارالعلوم تو بجا طور پر کہا جاسکتا تھا لیکن اس وقت ایک مکمل جامعہ کہلانے کا مستحق نہ تھا۔ جہاں عصر حاضر کے ان سب علوم کی تعلیم دی جاتی ہو جو ملک کی بیداری کے لیے نئے ضروری تھے۔ بہر کیف معلوم ہوتا ہے کہ الازہر کا قدامت پسند طبقہ نئے علمی شعبوں کی تحلیف و ترویج یا الازہر کی دینی تعلیمات کے نظام و نصاب کی اصلاح کی ضرورت کو سمجھنے سے قاصر تھا (۲۵)۔

ان سب باتوں کے باوجود الازہر کو اصلاح کا راستہ اختیار کرنا پڑا، اصلاح کے اہم مدارج تھے۔

۱- ۱۲۸۸ھ میں فرمان جاری ہوا کہ نصاب تعلیم کے اختتام پر سند دی جایا کرے گی، ہر سال زیادہ سے زیادہ چھ طلبہ گیارہ مضامین میں ہر ایک طویل اور دقت طلب امتحان میں شرکت کیا کریں گے۔ اس امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو حسب لیاقت درجہ اول، درجہ دوم، درجہ سوم عالم کا لقب ملے گا۔ اور انہیں الازہر میں پڑھانے کا حق حاصل ہو جائے گا لیکن یہ اقدام بھی صریحاً کافی تھا (۲۶)۔

۲- ۱۸۷۲ء ہی میں اعلیٰ تعلیم کا ایک دارالعلوم قائم کیا گیا۔ جہاں سے کچھ ازہری تخصیص کی سند لے کر جدید مدارس میں تعلیم دینے کے لیے تیار ہو سکتے تھے (۲۷)۔

۳- ۱۳۱۲-۱۳۱۳ھ میں خدیو عباس نے ایک مجلس شوریٰ بنام مجلس ادارة الازہر قائم کی۔ جس کے ارکان الازہر اور اس کے باہر کے لوگوں پر مشتمل تھے۔ یہ ادارہ جس کے قیام کا مطالبہ محمد عبدہ نے کیا تھا مفتی محمد عبدہ اس مجلس کے رکن اور اس کے روح رواں تھے۔

۴- ۱۳۱۲ھ میں طنطہ، دمياط اور دسوق کی درسگاہوں کو الازہر سے ملحق کر دیا گیا۔

۵- اساتذہ اور معلمین کی تنخواہوں کے بارے میں، جن میں بعض کے مشاہرے بہت قلیل تھے ایک فرمان جاری ہوا۔

۶- ۲۰ محرم ۱۳۱۴ھ کو مفتی محمد عبدہ کی تحریک پر ایک قانون نافذ کر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے الازہر کی الازہر مجلس الازہر کے تین علماء اور حکومت کے نامزد کردہ دوسرے علماء پر مشتمل ہو گئی، اس قانون کی رو سے الازہر میں داخلے کی کم سے کم عمر پندرہ سال مقرر کر دی گئی اور داخلے کی شرط یہ رکھی کہ داخل ہونے والا پڑھنا لکھنا جانتا ہو اور اسے آدھا قرآن حفظ ہو، دو امتحان مقرر کر دی گئی۔ پہلا امتحان آٹھ سال تعلیم کے بعد قرار پایا جس میں کامیاب ہونے والوں کو اہلیت کی سند مل سکتی تھی۔ دوسرا بارہ سال کے مطالعے کے

بعد، جس میں کامیابی پر عالمیت کی سند دی جاسکتی تھی۔ نصاب میں عصر حاضر کے مضامین شامل کئے گئے جس میں کچھ تو لازمی قرار پائے (جیسے ابتدائی حساب الجبر والمقابلۃ) اور کچھ اختیاری (جیسے تاریخ اسلام، انشاء، مبادی جغرفیا وغیرہ) تعطیلات (گرما، رمضان، عید قربانی) کی مدت مقرر کر دی گئی، حفاظت صحت کے امور کی نگرانی کے لیے ایک طبی افسر مقرر کر دیا گیا۔ نصاب تعلیم کی مقررہ کتب کی فہرست بنائی گئی۔

۷۔ ۱۹۰۳ء میں الاسکندریہ میں ایک درسگاہ (انسٹی ٹیوٹ) قائم کی گئی جو لازماً ہر سے ملحق تھا۔

۸۔ محرم ۱۳۲۵ھ کے قانون کی رو سے لازماً ہر میں قضاۃ کا ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔

۹۔ ۱۲ صفر ۱۳۲۶ھ کے ایک قانون کی وجہ سے لازماً ہر کی تعلیم تین درجوں، ابتدائی، ثانوی، اور اعلیٰ میں تقسیم کر دی گئی، اور ہر درجہ کی معیار تعلیم چار سال مقرر ہو گئی اور ہر درجہ کی آخری امتحان کے بعد سند ملنے لگی ۱۸۹۶ء میں اختیاری مضامین لازماً بنادیے گئے، اس قانون کی وجہ سے بہت شور مچا، فیصلہ کیا گیا کہ اس قانون کو بتدریج نافذ کیا جائے گا۔

۱۰۔ دسمبر ۱۹۰۸ء میں مغربی طرز کی آزادقاہرہ یونیورسٹی قائم ہوئی۔ اس سے ایک ایسے مقابلے کا آغاز ہو گیا جو لازماً ہر کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوا۔

۱۱۔ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ کا قانون میں جامعہ کے داخلہ کی شرائط میں عمر کی شرط دس تا سترہ سال کر دی گئی۔ علوم حاضرہ کے درس میں تھوڑا سا اضافہ کر دیا گیا وغیرہ۔

۱۲۔ ۱۹۲۱ء میں داخلہ کی شرط یہ کر دی گئی کہ نصف قرن کی جگہ پورا قرآن حفظ ہو،

۱۳۔ محرم ۱۳۴۲ھ ۲۶ اگست ۱۹۲۳ء کے قانون کی رو سے اعلیٰ ترین درجہ تعلیم کا نام ”تخصص رکھا گیا، مدرسہ القضاۃ کو لازماً ہر سے متعلق کر دیا گیا اور اس کی الگ حیثیت کو ختم کر کے اسے درجہ تخصص ہی کا ایک شعبہ بنادیا گیا۔

۱۴۔ ۱۹۲۵ء میں قاہرہ میں آزاد۔ یونیورسٹی کی جگہ سرکاری یونیورسٹی (جامعہ فواد الاول) قائم ہوئی۔

۱۵۔ ۲۴ جمادی الآخرہ کے قانون کی رو سے یہ قرار پایا کہ داخلہ کے وقت طالب علم کی عمر سولہ سال سے کم ہونا چاہیے البتہ غیر ملکی طلباء کے لیے اٹھارہ سال کی عمر رکھی گئی اور انہیں پورے قرآن مجید کا حافظ ہونے کی شرط سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ اس قانون کی رو سے جن تین کلیات کی تشکیل عمل میں آئی (یعنی قانون

اسلامی یا شرعیہ، دینیات یا اصول الدین اور عربی زبان یا اللغۃ العربیۃ) ان میں سے ہر ایک میں ابتدائی درجہ کا نصاب چار سال کا ثانوی درجے کا پانچ سال کا اور اعلیٰ تعلیم کا چار سال مقرر ہوا، جو طلباء مقررہ نصاب کی تعلیم نہیں حاصل کر سکتے تھے ان کے لیے ایک عمومی شعبہ قائم کر دیا گیا۔ ۳ محرم ۱۳۵۵ھ ۱۳۶۵ء کے قانون نے جو ۱۹۵۵ء کے قانون نے جو ۱۹۵۵ء تک بھی نافذ تھا۔

یہ شرط کر دی کہ داخلے کے وقت طالب علم کی عمر بارہ سے سولہ سال تک ہونا چاہیے اور تخصص کی تعلیم کی مدت دو سال ہو مضامین کی تعلیم کے بارے میں جو قواعد بنائے گئے اس میں حسب ذیل مضامین قابل ذکر ہیں۔ (انگریزی یا فرانسیسی زبان اصول الدین کے کلیے کے لیے لازمی، اور باقی ماندہ دو کلیوں کے لیے اختیاری اصول الدین اور اللغۃ العربیۃ کے کلیوں کے لیے مبادی فلسفہ، تاریخ فلسفہ وغیرہ اور کلیۃ الشریعہ کے مشترک بین الاقوامی قانون اور قیاسی کا مطالعہ لازم کیا گیا۔ تخصص کی بعض شاخوں میں ایک اور مشرقی زبان (شعبہ وعظ و ارشاد میں) یا مبادیات عبرانی اور سریانی (شیعہ نحو و بلاغت میں) یا تاریخ مذہب وغیرہ کو لازمی قرار دیا گیا۔ ثانوی درجے کے معمولی نصاب میں جدید علوم میں منطق اور فن بلاغت طب کیمیا، علم حیوانات و نباتات، تاریخ، جغرافیہ شامل تھے۔ اور ابتدائی تعلیم کے نصاب میں تاریخ جغرافیہ، حساب، الجبر والمقابلہ اور حفظ صحت کے مبادیات، قسم البعوث کی تسلیم، جوان غیر ملکی طلباء کے لیے مخصوص تھی جو جامعہ کے معمولی نصاب نہیں چل سکتے تھے، بارہ سال کی تعلیم پر مشتمل تھی۔ یہ قسم چار چار سال کے تین درجوں پر مشتمل ہے، علوم جدید میں سے انہیں صرف حساب، تاریخ جغرافیہ اور منطق پڑھانا جاتا تھا۔ (۱۷) ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم کو ایک کٹے کی حیثیت سے قاہرہ یونیورسٹی سے ملحق کر دیا گیا، ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم محض اندھیروں کے لیے مخصوص نہیں رہا بلکہ اس میں دوسرے سرکاری مدارس کے طلباء بھی داخل کیے جانے لگے ۱۹۵۴ء میں لڑکیوں کے لیے ایک شعبہ کھولا گیا۔

۱۸- ۱۹۵۴ء میں الازہر کے لائحہ تعلیم میں معمولی سی تبدیلی کی گئی، یعنی اللغۃ العربیۃ کے کٹے کے لیے ایک غیر ملکی زبان لازمی قرار دے دی گئی، اساتذہ کے لیے سبکدوش کی عمر ۶۵ سال مقرر ہوئی جو پہلے عمر بھر کے لیے مقرر ہوئے تھے (۲۸)۔

## ۱۹۵۳ء میں الازہر کے کلیات میں طلاب کی تعداد بالترتیب یوں تھی:

کلیۃ الشریعہ: ۱۶۰۳، کلیۃ لغات عربیہ ۱۶۵۵، کلیۃ اصول الدین ۷۰۷، ملحقہ مدارس و مکاتب میں ابتدائی درجے کے طلاب ۱۲۳۹۸ ثانوی درجے کے ۳۷۰۳ اور منسلک درجات میں ۳۷۰۳ آزاد درس گاہوں میں کل ۲۴۵۸ طلاب تھے، ۱۹۵۳ء میں غیر ملکی طلاب کی تعداد حسب ذیل تھی، سوڈان کے ۲۶۳۴، نائجر، یام، غانا اور سینگال کے ۱۴۱، حبشہ امیری ٹیریا سامی لینڈ اور زنجبار کے ۳۰۹، فرانسیسی سوڈان کے ۵۷، یوگنڈا اور جنوبی افریقہ کے ۳۷، ہندوستان اور پاکستان کے ۴۶، چین کے ۸؛ جاوا اور سماٹرا کے ۸۰؛ افغانستان کے ۱۳؛ کویت کے ۶، عراق، بحرین اور ایران کے ۲۱؛ ترکی، البانیہ، یوگوسلاویہ (رواق الاتراک) کے ۲۰۶؛ شام، لبنان، اردن اور فلسطین (رواق الشوآم) کے ۷۲۴؛ یمن کے ۲۰؛ شمالی افریقہ اور لیبیا (رواق المغاربہ) کے ۲۶۷، حجاز کے ۱۷؛ میزان ۴۵۸۶ (۲۹)۔

## جامعہ الازہر کے طلاب کے وظائف:

۱۹۲۷ء کے قانون شمار میں مجلس وزارہ کے لیے ضروری تھا کہ شیخ الازہر وغیرہ کے تقرر کے معاملے میں بادشاہ کی رائے کو ملحوظ رکھے اس کا آمد و خرچ حکومت کی منظوری کے لیے پیش ہوتا تھا، اور مسلسل بڑھتا گیا، ۱۹۱۹ء میں ۱۳۶۰۰۰ مصری لیر ۱۹۵۴ء میں ۲۰۰۰ لیر، ۱۹۶۱ء میں ۱۶۱ لیر، جس میں اوقاف کی آمدنی سے صرف ۹۴۳۸۰ مصری لیر وصول ہوتے اور باقی رقم وزارت مالیات نے دی، وظائف سے تمام اساتذہ و طلاب مستفید ہوتے تھے، ۱۹۵۵ء میں یہ وظیفہ ابتدائی اور ثانوی درجوں کے لیے تقریباً پچاس پیاسٹر ماہنامہ غیر ملکی کے لیے وظیفہ ڈھائی لیر مصری تھا کلیات کے طلاب کو پانچ لیر مصری سے بھی کچھ زیادہ تک کی وظیفہ ملتا تھا، سوڈانیوں کو آٹھ لیر وظیفہ ملتا تھا۔ بعض بعض ملک اپنے اپنے طلاب کے قیام و طعام کے لیے خود بھی امداد بھیج کر وظیفہ میں اضافہ کر دیتے تھے۔ ۱۹۵۳ء سے بعض مؤتمر اسلامی بھی بعض ازہریوں کی مدد کرنے لگی (۳۸)۔ اسی طرح دارالعلوم بھی طالب علم کو مدد کرتا تھا (یہ امداد ان طالب علم کے لیے بند کردی گئی جو ۱۹۵۳ء کے بعد داخل ہوئے تھے) اسی طرح وظیفہ اعانتوں کی وجہ سے جامعہ ازہر ایک ایسی واحد تعلیم گاہ بن گئی اور اب تک ہے جس میں غریب خاندانوں کے نوجوان اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں (۳۰)۔

## حواشی

- ۱- الاستاذ الفاضل الشيخ سليمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوهري فی تاریخ الازهر، ص ۲۲  
دیکھئے منصور علی رجب، الازهر بین الماضي والحاضر، المقطف والمقطم، ۱۹۴۶ء، ص ۱۰  
دیکھئے عبدالحمید یونس، عثمان توفیق - الازهر، الطبعة الاولى - دار الفكر العربي، ۱۹۴۶ء، ص ۲۳  
دیکھئے الازهر الشريف فی عیدہ الألفی - الہیئۃ المصدريۃ العامة للكتاب ص ۲۳
- ۲- الازهر الشريف فی عیدہ الألفی، الہیئۃ المصدريۃ العامة للكتاب، ص ۶۶  
دیکھئے الاستاذ الفاضل الشيخ سليمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوهري فی تاریخ الازهر، ص ۲۰ تا ۲۴
- ۳- ایضاً، ص ۲۳
- ۴- الازهر الشريف فی عیدہ الألفی - الہیئۃ المصدريۃ العامة للكتاب، ص ۶۷  
دیکھئے محمود ابو العیوان، الجامع الازهر - مطبعة الازهر، ۱۳۶۸ھ، ۱۹۴۹م، ص ۲  
دیکھئے عبدالحمید یونس، عثمان توفیق، الازهر، الطبعة الاولى، دار الفكر العربي، ۱۹۴۶م، ص ۲۴  
دیکھئے الاستاذ الفاضل سليمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوهري فی تاریخ الازهر - ص ۲۴
- ۵- الأزهري الشريف فی عیدہ الألفی، الہیئۃ المصدريۃ العامة للكتاب، ص ۶۶  
دیکھئے عبدالحمید یونس، عثمان توفیق، الازهر، الطبعة الاولى، دار الفكر العربي، ۱۹۴۶ء، ص ۲۵
- ۶- الاستاذ الفاضل، سليمان رصد الحنفی الیاتی، کنز الجوهري فی تاریخ الازهر، ص ۲۸
- ۷- الاستاذ الفاضل الشيخ، سليمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوهري فی تاریخ الازهر، ص ۳۲
- ۸- الاستاذ الفاضل الشيخ، سليمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوهري فی تاریخ الازهر، ص ۳۵
- ۹- الاستاذ الفاضل الشيخ، سليمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوهري فی تاریخ الازهر، ص ۳۹
- ۱۰- ایضاً، ص ۴۲      ۱۱- ایضاً، ص ۴۳
- ۱۲- ایضاً، ص ۴۸      ۱۳- ایضاً، ص ۵۰

- ۱۴- ایضاً، ص ۵۱ تا ۵۱۵
- ۱۵- ایضاً، ص ۵۱
- ۱۶- عبد الحمید یونس، عثمان توفیق، الازہر، الطبعة الاولى، دار الفكر العربي، ۱۹۴۶م، ص ۵۴
- ۱۷- محمود ابو العیون، الجامع الازہر، مطبعة الازہر- ۱۳۶۸ھ، ۱۹۴۹م، ص ۸
- ۱۸- الاستاذ الفاضل الشیخ، سلیمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوہر فی تاریخ الازہر، ص ۶
- ۱۹- الاستاذ الفاضل الشیخ، سلیمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوہر فی تاریخ الازہر، ص ۶۱
- ۲۰- الاستاذ الفاضل الشیخ، سلیمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوہر فی تاریخ الازہر، ص ۶۲
- ۲۱- الاستاذ الفاضل الشیخ، سلیمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوہر فی تاریخ الازہر، ص ۶۲
- ۲۲- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب طبع اول ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص ۵۱۷
- ۲۳- محمود ابو العیون، الجامع الازہر، مطبعة الازہر، ۱۳۶۸ھ، ۱۹۴۹ء، ص ۲۷۰
- دیکھئے عبد الحمید یونس، عثمان توفیق، الازہر، الطبعة الاولى، دار الفكر العربي، ۱۹۴۶ء، ص ۲۲۴
- دیکھئے منصور علی رجب، الازہر بین الماضي والحاضر، المقطف والمقظم، ۱۹۴۶م، ص ۶۴
- دیکھئے الاستاذ الفاضل الشیخ، سلیمان رصد الحنفی الذیاتی، کنز الجوہر فی تاریخ الازہر، ص ۱۲۴
- دیکھئے الازہر الشریف فی عیدہ الالفی، الہیئۃ المصدریۃ العامۃ للکتاب، ص ۲۳۷
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ، پنجاب، طبع اول، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص ۵۱۸
- دیکھئے علی پاشا مبارک، الخطط الجدیدۃ، قاہرہ، ۱۳۲۶ھ، ج ۴، ص ۲۸
- ۲۴- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ، پنجاب، طبع اول، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص ۵۱۸
- ۲۵- علی پاشا مبارک، الخطط الجدیدۃ، قاہرہ، ۱۳۲۶ھ، ج ۴، ص ۲۸ تا ۲۸
- ۲۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ، پنجاب، طبع اول، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص ۵۲۰
- ۲۷- محمد عبد الجوار: تقویم دارالعلوم، قاہرہ ۱۹۵۲ء، خلاصہ درہ Mide00 ج ۱، ص ۱۶ تا ۱۶۲
- ۲۸- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام، دانش گاہ، پنجاب، طبع اول، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص ۵۲۳
- ۲۹- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام، دانش گاہ، پنجاب، طبع اول، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص ۵۲۳
- ۳۰- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام، دانش گاہ، پنجاب، طبع اول، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص ۵۲۳



## فصل دوم

علمائے جامعہ ازہر مصر کی قرآنی خدمات

## تفسیر القرآن الکریم تفسیر المنار

مفتی محمد عبدہ نے اپنے شاگرد رشید سید محمد رشید رضا کے مشورہ سے جامعہ ازہر میں کچھ تفسیری لیکچر بھی دیئے تھے، چنانچہ موصوف تفسیر المنار کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”استاد محترم شیخ محمد عبدہ نے ماہ محرم ۱۳۱۷ھ میں جامعہ ازہر میں تفسیری لیکچر کا آغاز کیا تھا، لیکچروں کا سلسلہ نصف محرم ۱۳۲۳ھ تک جاری رہا اور جمادی الاولیٰ کی آٹھ تاریخ کو اسی سال ان کی وفات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ آپ نے سورۃ النساء کی آیت ”وللہ مافی السموت والارض“ (النساء: ۱۲۶) تک مسلسل قرآن کریم کی تفسیر بیان فرمائی (۱)

سید محمد رشید رضا مفتی محمد عبدہ کے لیکچر کے دوران ضروری نوٹ لکھتے جاتے تھے اور اس کے بعد ان کو مرتب کرتے تھے، پھر اس مرتب شدہ حصہ کو مفتی محمد عبدہ کو دکھالیا کرتے تھے، شیخ اس میں ترمیم یا اضافہ بھی کر دیتے۔ سید رشید رضا اس کی اصلاح کرتے تھے اور اس کے بعد وہ اپنے ماہنامہ ”المنار“ میں شائع کر دیا کرتے تھے، سید رشید رضا فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ شیخ نے کسی مضمون پر تنقید کی ہو یا قبل از اشاعت اسے نہ دکھانے کی بنا پر اظہار ناراضگی کیا ہو بلکہ آپ خوش ہوتے اور اس پر اظہار پسندیدگی کرتے (۲)

### عام مفسرین کی مخالفت:

مفتی محمد عبدہ وہ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں ایک خاص طرز و انداز کو اپنایا اور اس شاہراہ پر گامزن رہ کر وہ بعض مقامات پر سابق مفسرین کی مخالفت بھی کرتے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر اہل علم آپ سے روٹھ گئے اور دوسری جانب احباب و تلامذہ آپ کے افکار و عقائد کی نصرت و حمایت کے لئے آپ کے گرد جمع ہو گئے (۳) امام محمد عبدہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہوں نے

ایک مرتبہ عام مفسرین کی راہ سے ہٹ کر بعض آیات کی تفسیر بیان کی تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا ”جمل“ (تفسیر جلالین کے ایک حاشیہ کا نام ہے) نے جو تفسیر ذکر کی ہے وہ آپ کی تفسیر سے مختلف ہے۔ امام عبدہ نے فی الفور کہا ”میں قرآن کا وہ مفہوم بیان کرتا ہوں جو میری سمجھ میں آتا ہے مجھے اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ اونٹ (عربی میں جمل اونٹ کو کہتے ہیں) یا بیل میرے خیالات کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں یا نہیں“ (۴)

مفتی محمد عبدہ تفسیری لیکچر دیتے ہوئے کسی تفسیر پر تنکیہ نہیں کرتے تھے، بلکہ قرآن کریم ہاتھ میں لے کر پڑھتے اور پھر اپنی خداداد ذہانت سے کام لے کر آزادانہ طور پر اس کی تفسیر بیان کرتے، البتہ کسی آیت کی عجیب و غریب ترکیب نحوی یا کسی نادر الاستعمال لفظ کا معنی و مفہوم معلوم کرنے کی ضرورت پیش آتی تو کسی تفسیر کی طرف رجوع کیا کرتے تھے (۵) لیکن سید محمد رشید رضا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد عبدہ اپنے تفسیری لیکچر کے دوران تفسیر جلالین کو سامنے رکھتے تھے، بعض اوقات اس کی عبارت پڑھ کر اس کی تائید کرتے اور کوئی بات قابل تنقید ہوتی تو اس پر نقد و تبصرہ کرتے (۶)

### مہمات القرآن:

شیخ محمد عبدہ فرماتے ہیں کہ جو امور قرآن کریم میں مبہم وارد ہوتے ہیں ان کی جزئیات و تفصیلات بیان کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں اگر ہم ان کی تعیین کے لئے من جانب اللہ مامور ہوتے تو ان کی توضیح خود قرآن کریم میں کردی جاتی یا نبی کریم ﷺ جو شارح قرآن ہیں اس پر روشنی ڈالتے۔ شیخ کا کہنا ہے کہ جملہ مہمات قرآن کے بارے میں میرا مسلک یہی ہے، قرآن نے جو بات جتنی بیان کردی ہے وہی کافی ہے اور موجب رشد و ہدایت ہے اس سے زائد تشریح کی طلب و تلاش بیکار ہے اور اس میں کچھ فائدہ نہیں (۷)

مثال ملاحظہ ہو:

وان علیکم لحافظین ○ کراما کاتبین ○ (اور بے شک تمہاری نگرانی کرنے والے

ہیں بزرگ لکھنے والے) (الانفطار: ۱۰، ۱۱)

متذکرہ بالا آیت کی تفسیر میں مفتی محمد عبدہ فرماتے ہیں کہ:

”جس ان دیکھی حقیقت پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے نگران مقرر کر دیئے ہیں جو ہمارے نیک و بد اعمال کو لکھتے جاتے ہیں، باقی رہی یہ بات کہ وہ کون ہیں؟ وہ کس چیز سے پیدا کئے گئے ہیں؟ وہ کس طرح لکھتے ہیں کیا ہماری طرح ان کے پاس بھی قلم، کاغذ اور سیاہی موجود ہے؟ یا ان کے پاس لکڑی کی تختیاں ہیں جن پر وہ اعمال لکھتے ہیں؟ کیا جن حروف میں وہ لکھتے ہیں ان کی شکل و صورت بھی ہمارے حروف جیسی ہے؟

یہ تمام باتیں غیر ضروری ہیں اور ہم ان کے مکلف و مامور نہیں ہیں، جو بات ہمارے لئے ضروری ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو سونپ دینی چاہئے۔ اس آیت کی رو سے یہ عقیدہ رکھنا ہمارے لئے لازم ٹھہرا کہ ہمارے اعمال پوری طرح سے محفوظ ہیں اور ان میں کمی بیشی کا کوئی احتمال سرے سے موجود ہی نہیں“ (۸)

### عام تفسیری روش اور صحیح احادیث سے بغاوت:

ومن شر النفثت فی العقد (الفلق: ۴) (اور گانٹھوں میں پھونکیں مارنے والیوں کی

شرارت سے تیری پناہ چاہتا ہوں)

اس آیت کی تفسیر میں موصوف فرماتے ہیں کہ:

نفاثات سے وہ چغل خور مراد ہیں جو غیبت کی آگ سے الفت و محبت کے تعلقات کو منقطع کر دیتے ہیں، ان کو ”نفاثات“ سے اس لئے تعبیر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے چغل خوروں کو جادو گروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جادو گروں کا یہ شیوہ ہے کہ جب وہ خاوند بیوی کے تعلقات کو توڑنا چاہتے ہیں تو عوام الناس کے قول کے مطابق ایک گانٹھ دیتے ہیں اور اس میں پھونک کر اس کو کھول دیتے ہیں، اس سے وہ لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ زوجین کے درمیان محبت کی جو گانٹھ تھی اس کو انھوں نے کھول دیا، چغلی بھی ایک

طرح کا جادو ہے، اس لئے کہ چغلی خفیہ طریقے سے دوستوں کی محبت کو عداوت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ چغلی دوستوں کے وجدان کو اسی طرح گمراہ کرتی ہے جس طرح رات اپنی ظلمت کے باعث چلنے والے کو سیدھی راہ سے برگشتہ کر دیتی ہے، اسی لئے ”غاسق“ (اندھیرا) کے بعد اس کا ذکر کیا“ (۹)

نبی کریم ﷺ پر جادو کئے جانے کے ضمن میں کئی احادیث منقول ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ لبید بن اعصم نے آپؐ پر جادو کیا تھا۔ (۱۰)

صحیح بخاری میں حضور ﷺ پر جادو کئے جانے کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت مروی ہے کہ: آپؐ پر ایک یہودی نے سحر کیا تھا تو اس کا اثر آپؐ پر یہ تھا کہ بعض اوقات آپؐ محسوس کرتے تھے کہ آپؐ نے فلاں دنیوی کام کر لیا ہے مگر وہ نہیں کیا تھا۔ ایک روز آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتلادیا ہے کہ میری بیماری کیا ہے اور فرمایا کہ ”خواب“ میں دو شخص آئے، ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور ایک پاؤں کی طرف، سرہانے والے نے دوسرے سے کہا کہ ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا کہ یہ مسحور ہیں، اس نے پوچھا کہ سحر کس نے کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے جو یہودیوں کا حلیف منافق ہے۔ اس نے پوچھا کہ کس چیز میں جادو کیا ہے، اس نے بتلایا کہ ایک کنگھے اور اس کے دندانون میں۔ پھر اس نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے تو اس نے بتلایا کہ کھجور کے اس غلاف میں جس میں کھجور کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ برذر وان (ایک کنویں کا نام ہے) میں ایک پتھر کے نیچے مدفون ہے۔ آپؐ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کو نکال لیا اور فرمایا کہ مجھے خواب میں یہی کنواں دکھلایا گیا تھا۔

مذکورہ حدیث اور جس حدیث میں جادو کا واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے لہذا اس کو تسلیم کرنا چاہیے کیوں کہ قرآن کریم نے سحر کی تصدیق کی ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ شیخ محمد عبده اور ان کے ہموا صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں منقول احادیث کے مابین کوئی فرق و امتیاز روا نہیں رکھتے چنانچہ وہ بخاری کی مرویات کو بھی بڑی آسانی کے ساتھ ضعیف کہہ دیتے ہیں، اگر صحیح حدیث بجائے خود صحیح بھی ہو تو وہ اس کو خبر واحد قرار دیتے ہیں جو مفید ظن ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ احادیث

کا کافی ذخیرہ کو نظر انداز کر دیا جائے حالانکہ حدیث نبوی قرآن عزیز کی شرح و ترجمان ہے۔  
 شیخ محمد عبدہ صرف بخاری کی حدیث کو ضعیف یا خبر واحد نہیں کہتے بلکہ اکثر احادیث کے بارے  
 میں ان کا فیصلہ یہی ہے مثلاً بخاری و مسلم کی حدیث ”کل بنی ادم یمسہ الشیطان یوم ولدته  
 امہ الہ مریم وابنہا“ (ہر بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چھوتا ہے مگر مریم اور ان کا بیٹا اس سے مستثنیٰ  
 ہیں) اس حدیث کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت ثابت بھی ہو جائے تو اس کو تمثیل پر  
 محمول کیا جائے گا حقیقت پر نہیں (۱۱)

### تفسیر جزء عم:

یہ تفسیر آپ نے ”الجمعیۃ الخیریۃ الاسلامیۃ“ کے بعض ارکان کے مشورہ سے ان اساتذہ کے لئے  
 مرتب کی تھی جو جمعیت کے مدارس میں بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے تھے، مقصد یہ تھا کہ جو بچہ تیسویں پارہ  
 کی سورتیں حفظ کرتے ہیں وہ ان کے معانی و مطالب سے آگاہ ہوں اور ان کے اعمال و اخلاق درست  
 ہوں، امام محمد عبدہ نے یہ تفسیر ۱۳۲۱ھ میں مرتب کی تھی اس بات کا خاص خیال رکھا کہ عبارت نہایت آسان  
 ہو اور اس میں اعراب سے متعلق اختلافی مباحث کم سے کم ہوں، صرف قاری اور سامع کو بتایا جائے کہ وہ  
 کیسے پڑھے اور سنے (۱۲)

### تفسیر سورہ عصر:

مفتی محمد عبدہ نے مذکورہ سورہ کی ایک مفصل تفسیر تحریر کی تھی، دراصل یہ آپ کے لیکچر تھے جو ۱۳۲۱ھ  
 ۱۹۰۳ء میں الجزائر کے علما کے سامنے دیئے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے سات دنوں میں یہ تفسیر املا  
 کرائی تھی، ہر روز ایک لیکچر دیا جاتا تھا جو دو یا ڈیڑھ گھنٹے کا ہوا کرتا تھا (۱۳)

### تفسیر الفاتحہ:

اس تفسیر کے شروع میں، تفسیر سورہ فاتحہ تیسری بار، مطبعۃ المنار سے ۱۳۳۰ میں شائع ہوئی، اس پر  
 ایک مقدمہ طبع ثالث کا بھی ہے۔ اس کے بعد اس کتاب کا خطبہ تین صفحات پر مشتمل ہے، پھر سورہ فاتحہ کا  
 مقدمہ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے پھر پوری سورہ کی تفسیر ہے۔ اس سورہ کی تفسیر میں بعض جگہ فن قرأت پر

موصوف نے بحث کی ہے جیسے لفظ ”مالک“ پر۔ یہ تفسیر آسان عربی زبان میں بہت عمدہ ہے جو کہ سورہ کے مفہوم سمجھنے کے لئے کافی معین و مددگار ہے۔ اس پوری سورہ کی تفسیر کے بعد شیخ کے اہم ترین تین مقالے اور رشید رضا کے دو مقالے ہیں۔

المقالة الاولى فى افعال العباد

المقالة الثانية مسئلة الغرائيق

المقالة الثالثة مسألة زيد وزينب

المقالة الرابعة فى هذه المسألة ايضا (رد شبهة مسيحي فاضل)

المقالة الخامسة فى زعمهم ان النبى ﷺ سحر

مذکور الصدر اول تین مقالے شیخ محمد عبدہ کے اور مؤخر الذکر دو مقالے سید رشید رضا کے ہیں۔ (۱۴)

ابراہیم عبد العليم زيد الكيلاني:

قرآنی خدمات میں مصنف نے ”التيارات الفكرية الحديثة واثرها فى التفسير“ کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں تفسیر کے قواعد و معنی تفصیل سے بیان کیے اور موصوف چونکہ تفسیر بالرائے کے قائل تھے اس لئے تفسیر بالرائے کے منکرین کے دلائل کو دلائل سے رد کیا اور مختلف دلائل سے اپنے اقوال کو ثابت کیا (۱۵)

احمد حسن فرحات:

مکى بن ابى طالب و تفسير القرآن الكريم: اس کتاب میں موصوف نے مکى بن ابى طالب کی مفصل سوانح حیات بیان کی، اس کے بعد موصوف نے حدیث صحیح سے قرآن کریم کی تفسیر کی۔ کسی قسم کی موضوع حدیث کو اس تفسیر میں جگہ نہ دی، نیز اس کتاب میں آپ نے ابن الشحدي علی کی کتاب ’النسخ - فى اصول النسخ‘ کے وقائع و تطبیقات کے مغالطات کو رد کیا (۱۶)

احمد کمال المحمدى مسلم حسن:

قرآنی خدمات میں مصنف کی کتاب ’وحدة لهدف فى سورة القرآنية‘ ہے۔ اس میں

آپ نے قرآن کے معنی، سورۃ کے معنی، آیت کے معنی بڑے لطیف انداز میں ذکر کیے ہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ کے مشہور و مرکزی مطلب میں مویدین نے جو پہلو اختیار کیا اس کو بیان کیا اور منکرین نے جو پہلو اختیار کیا اس کو بھی بیان کیا اور دلائل سے منکرین پر رد کیا۔ آپ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی ایک سورۃ کے مختلف مطالب ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب میں مستشرقین کے شبہات اور ان کے جوابات جو مصنف نے دیئے ہیں اس کی تفصیل ملتی ہے (۱۷)

### السید حبیب السید حسن حسب اللہ السمدانی:

موصوف نے رشید رضا المفسر کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے سید رشید رضا کی تفسیر کرنے کا طریقہ بڑے اچھے انداز میں بیان کیا۔ جنات، معجزہ، حشر نشر کے بارے میں سید رشید رضا کی رائے کیا ہے۔ آیا رشید رضا نے اپنے استاذ مفتی محمد عبدہ کی اتباع کی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اپنی بات کو ثابت کرنے میں صحیح دلائل پیش کئے ہیں یا نہیں اور ان دونوں (محمد عبدہ اور رشید رضا) میں کس کی بات صحیح ہے، مصنف نے بہت تفصیل سے اس کو بیان کیا۔ سید رشید رضا تعدد از دواج کے منکر تھے موصوف نے اس کتاب میں اس کو تفصیل سے بیان کیا (۱۸)

### القسی محمود حامد زلط:

القرطبی و منهجه فی التفسیر: اس کتاب میں مصنف نے امام قرطبی کی ولادت، قیام، تعلیم و تدریس، دینی خدمات وغیرہ بڑے اچھے انداز میں بیان کئے ہیں۔ امام قرطبی نے تفسیر ماثور اور تفسیر بالرأے میں کیا موقف اختیار کیا، قرأت شاذہ اور متواترہ میں کیا طریقہ اختیار کیا، امام قرطبی کی تفسیر میں لغت، نحو، صرف، بلاغت وغیرہ کو کس خوبصورتی سے لایا گیا ہے اس کو بیان کیا، اس کے بعد امام قرطبی نے اصول فقہ اور احکام فقہیہ میں کیا طریقہ اختیار کیا اس کو بھی بیان کیا، اس کے علاوہ امام قرطبی نے احادیث اور اسرائیلیات میں کیا موقف اختیار کیا اس کو تفصیل سے بیان کیا (۱۹)



### حامد محمود الذنوی:

قرآنی خدمات میں مصنف کی کتاب ہے 'محی الدین بن عربی مفسر' اس میں آپ نے محی الدین ابن عربی کی سوانح حیات تفصیل سے بیان کی، اس کے بعد اللہ سبحانہ تعالیٰ کے تمام ناموں اور اس کے افعال کے بارے میں تذکرہ کیا، اس کے علاوہ آپ نے رسالت، شریعت، حقیقت، نبی، رسول کی وضاحت کی، نیز تکلیف، ثواب، عقاب، اسلام، ایمان، احسان اور مقامات اولیا کو بھی مفصل بیان کیا (۲۰)

### سید سعید احسن الغابدی:

حمید الدین الفراہی حیاتہ و منہجہ فی تفسیر القرآن و اثر ذلک فی الہند : مصنف نے اس کتاب میں پہلے حمید الدین فراہی کی سوانح حیات اور تفسیر کرنے کا طریقہ بیان کیا اس کے علاوہ مولانا فراہی کی تفسیر کے مصادر اور آپ کا ہندوستان میں کیا اثر تھا اس پر بھی گفتگو کی (۲۱)

### سید عبدالشواب الہادی:

فی التفسیر الصوفی للقرآن الکریم عند نجم الدین الدایۃ و مراسلۃ للمنہج و التطبيق : اس کتاب میں صوفیوں کی تفسیر کرنے کا طریقہ اور نجم الدین الدایۃ کی تفسیر کرنے کا طریقہ بیان کیا (۲۲)

### عبدالعلی خلیفۃ الفروانی:

امام جلال الدین السيوطی وجہودہ فی التفسیر و علوم القرآن : اس کتاب میں موصوف نے امام جلال الدین السيوطی جو جدوجہد تفسیر و علوم قرآنی کے بارے میں کی ہے اسے تفصیل سے بیان کیا۔ علوم القرآن پر آپ کی تالیف "الاتقان فی علوم القرآن" نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے جو آپ نے سیکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد کم و بیش چار سال کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچائی جس میں سیکڑوں منتشر اہم مفید اور نادر معلومات جمع کی ہیں۔ تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ حسن

المحاضرہ تالیف سیوطی از ص ۱۵۶ تا ۱۶۱ ملاحظہ ہو (۲۳)

درس نظامی میں آپ کی تصنیف یعنی جلالین (نصف اول) داخل ہے جو آپ نے علامہ محلی کی وفات کے چھ سال بعد مدت کلیم یعنی صرف ایک چلّہ کے اندر بیس بائیس سال کی عمر میں تصنیف کی ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کتنے سریع التالیف تھے سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ از اول تا آخر بالکل علامہ محلی کے طرز و انداز پر ہے۔

**عبدالوہاب عبدالوہاب قاید:**

منہج ابن عطیہ فی التفسیر الکریم : موصوف نے اس کتاب میں ابن عطیہ نے تفسیر کرنے میں کیا طریقہ اختیار کیا، اس کو بیان کیا اس کے بعد ابن عطیہ کی تفسیر کا اس زمانہ کے مشہور مفسرین (جیسے البغوی وابن عدی) کی تفسیر سے موازنہ کیا (۲۴)

**فضل حسن احمد عباس:**

اتجاهات التفسیر فی العصر الحدیث فی مصر و سوريا : مصنف نے اس کتاب میں مصر اور سوريا والوں کی تفسیروں کا جائزہ مختلف جہات سے لیا مثلاً فقہی مسائل، احادیث صحیحہ، اسرائیلیات، ادبی، نحوی، لغوی، کلامی وغیرہ۔ اس کے ساتھ سوريا (سیر یا قدیم نام شام) کے تمام مفسرین کا تذکرہ کیا، اس کے علاوہ محمد جمال الدین القاسمی کے افکار و آراء (جو تفسیر میں پائی جاتی ہیں) بھی بیان کیا، نیز مؤلف نے اپنے استاذ غدہ روزہ اور احمد مظہر العظمیٰ کی تفسیر کرنے کا طریقہ بیان کیا (۲۵)

**محمد السید حسین الذہبی:**

التفسیر والمفسرون : ابتدا میں مصنف نے کتاب کا تعارف کرایا اور اس میں تفسیر کے لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کیے۔ تفسیر کا ارتقا، تفسیر عہد رسالت میں، تفسیر عصر صحابہ میں، تفسیر عصر تابعین میں، تفسیر عصر تدوین میں، تفسیر عصر تدوین کے بعد جیسے موضوعات پر نہایت عمدہ کلام کیا اس کے بعد تفسیر کے تین مرحلے قائم کئے۔

پہلے مرحلے میں رسول کریم ﷺ اور صحابہؓ کا فہم قرآن، فہم قرآن کے سلسلہ میں صحابہ میں اختلاف، عہد رسالت میں تفسیر کے مصادر، مصدر اول قرآن کریم، مصدر دوم رسول کریم ﷺ، مصدر سوم اجتہاد و استنباط، مصدر چہارم یہود و نصاریٰ۔ مفسرین صحابہ عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت ابی بن کعب، تفسیر صحابہ کی اہمیت، عہد رسالت و عصر صحابہ کی تفسیری خصوصیات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا۔

دوسرے مرحلے میں عصر تابعین میں تفسیری مکاتب فکر و مدارس تفسیر کو پوری وضاحت سے بیان کیا، جس میں

مکہ کا تفسیری مکتب فکر اور اس مکتب فکر کے ساختہ پرداختہ اشخاص میں سے مشہور شخصیات کو اچھی طرح بیان فرمایا مثلاً: ۱- سعید بن جبیر ۲- مجاہد ۳- عکرمہ مولیٰ ابن عباس ۴- طاؤس بن کيسان الیمانی۔ ۵- عطاء بن ابی رباح۔

مدینہ کا مدرسہ تفسیر، اور مدرسہ ہذا کے مشاہیر ۱- ابو العالیہ ۲- محمد بن کعب القرظی ۳- زید بن اسلم عراق کا مکتب تفسیر اور مدرسہ ہذا کے مشہور اشخاص ۱- علقمہ بن قیس ۲- مسروق ۳- اسود بن یزید ۴- مرہ ہمدانی ۵- عامر شعبی ۶- حسن بصری ۷- قتادہ۔ اس کے بعد مؤلف نے تابعین سے ماثور تفسیر کی اہمیت، دور تابعین کی تفسیری خصوصیات اور تفسیر میں اختلاف کو مفصل بیان کیا۔

مرحلہ سوم میں عصر تدوین، اس دور کے تدریجی مراحل اور ان کی اسالیب و اطوار، تفسیر بالماثور اور اس کا مفہوم، مشہور کتب تفسیر بالماثور اور ان کی خصوصیات کو بیان کیا، مثلاً (۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابن جریر طبری (۲) بحر العلوم از ابواللیث سمرقندی (۳) الکشف والبیان عن تفسیر القرآن از ابواسحاق ثعلبی (۴) معالم التنزیل از ابو محمد حسین بغوی (۵) المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز از ابن عطیہ اندلسی (۶) تفسیر القرآن العظیم از حافظ ابن کثیر (۷) الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن از عبد الرحمن ثعالبی (۸) الدر المنثور فی التفسیر الماثور از جلال الدین سیوطی

اہم کتب تفسیر بالرائے الجائز کو نہایت عمدگی سے بیان کیا جن میں درج ذیل تفسیروں پر عمدہ نوٹ لکھے۔

(۱) مفتاح الغیب از امام رازی (۲) انوار التنزیل و اسرار التأویل از بیضاوی (۳) مدارک التنزیل و حقائق التأویل از نسفی (۴) لباب التأویل فی معانی التنزیل از خازن (۵) البحر المحیط از ابوحیان (۶) غرائب القرآن و رغائب الفرقان از نيساپوری (۷) تفسیر جلالین از جلال الدین المحلی و جلال الدین سیوطی (۸) السراج المنیر للخطیب الشربینی (۹) ارشاد العقل السلیم الی مزایا الكتب الکریم از ابوالسعود (۱۰) روح المعانی از آلوسی۔

### مبتدعین کی تفاسیر:

معتزلہ اور تفسیر قرآن کے متعلق ان کا موقف

معتزلہ کی اہم کتب تفسیر (۱) تنزیہ القرآن عن المطاعن از قاضی عبدالجبار (۲) امالی شیخ مرتضیٰ (۳) کشاف زحشری

شیعہ اور تفسیر قرآن: تفسیر قرآن سے متعلق شیعہ کا زاویہ نگاہ، احادیث و آثار سے متعلق شیعہ کا زاویہ نگاہ

امامیہ اثنا عشریہ کی اہم کتب تفسیر: (۱) مراۃ الانوار و مشکوٰۃ الاسرار از عبد اللطیف گزرونی (۲) تفسیر حسن عسکری (۳) مجمع البیان لعلوم القرآن از طبرسی (۴) الصافی فی تفسیر القرآن الکریم از ملا محسن کاشی (۵) تفسیر القرآن از سید عبد اللہ علوی (۶) بیان السعاده فی مقامات العبادۃ از سلطان محمد خراسانی۔

اسماعیلیہ باطنیہ کے افکار و عقائد:

اور اس کے اندر ماضی قریب میں پیدا ہونے والے کافر مرتد فرقے مثلاً فرقہ بابیہ اور فرقہ بہائیہ کے وجود میں آنے کا سبب، فرقہ بابیہ اور فرقہ بہائیہ کا تفسیر قرآن کے متعلق طرز عمل فقہ زید یہ اور اس کا ظہور و شیوع:

زید یہ کی اہم کتب تفسیر (۱) فتح القدر الشوکانی (۲) الثمرات الیائئہ از شمس الدین یوسف بن احمد

## تفسیر صوفیہ:

(۱) نظری صوفیہ کی تفسیر (۲) تفسیر فیضی یا اشاری، تفسیر اشاری پر مشتمل اہم کتب، تفسیر القرآن العظیم از تستری (۳) حقائق التفسیر از سلمی  
تفسیر فلاسفہ: اس کے ذیل میں مؤلف نے کوئی تفسیر ذکر نہیں کی ہے۔  
تفسیر فقہاء: فقہاء کی اہم کتب تفسیر (۱) احکام القرآن از کیا ہر اسی  
فقہائے احناف میں سے مندرجہ ذیل کی کتب تفسیر کو مؤلف موصوف نے نہایت عمدگی سے بیان فرمایا۔

- ۱- ابوبکر بھاص رازی کی احکام القرآن
  - ۲- احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون کی التفسیرات الاحمدیہ
  - مندرجہ ذیل فقہائے شافعیہ کی تفسیریں مصنف نے ذکر فرمائیں
  - ۱- ابوالحسن الطمری نے جواز کیا ہر اسی کے نام سے معروف تھے احکام القرآن تحریر کی اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ اور ایک الا زہر لا بیری میں موجود ہے۔
  - ۲- شہاب الدین ابوالعباس احمد بن یوسف حلبی نے جو 'السمین' کے نام سے مشہور تھے، القول الوجیز فی احکام الکتاب العزیز نامی ایک تفسیر تالیف کی
  - ۳- علی عبداللہ بن محمود شنفکی نے احکام الکتاب المبین تالیف کی
  - ۴- جلال الدین سیوطی نے ایک تفسیر بنام 'الاکیل فی استنباط التنزیل' تحریر کی
- مالکیہ:

- ۱- مالکیہ فقہاء میں سے ابوبکر بن العربی نے احکام القرآن تالیف کی
- ۲- ابو عبداللہ قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن مرتب کی

زیدیہ:

- ۱- حسین بن احمد النجری نے ایک تفسیر بنام "شرح الخمس مایۃ آیۃ" تحریر کی

۲- شمس الدین بن یوسف نے الثمرات الیائعه تالیف کی

۳- محمد بن حسین بن قاسم نے ایک تفسیر بنام منتهی المرام شرح آیات الاحکام تالیف کی

امامیہ اثنا عشریہ :

آٹھویں صدی ہجری کے شیعہ علما میں سے مقداد السیوری نے ایک تفسیر کنز الفرقان فی فقہ القرآن نامی تحریر کی تھی۔ یہ تفسیر ایک جلد میں حسن عسکری کی تفسیر کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔  
علمی تفسیر:

الجواهر فی تفسیر القرآن الکریم: شیخ طنطاوی جوہری، عصر حاضر میں فرقہ دارانہ تفسیر نویسی، تفسیر کا ادبی و اجتماعی اسلوب، امام عبدہ کا انداز تفسیر کو بہت مفصل بیان کیا (۲۶)  
محمد مجیدی ابراہیم:

ابراہیم البقاعی فی التفسیر وجہودہ: اس کتاب میں مصنف نے تفسیر کی تاریخ اور تفسیر دنیا میں کیسے پھیلی عہد نبی کریم ﷺ کی تفسیر اور تابعین کی تفسیر کا امتیازی فرق، مؤیدین اور معترضین اور تفسیر بقاعی کا امتیازی فرق اور علمائے سلف و تفسیر بقاعی کا امتیازی فرق بیان کیا (۲۷)  
محمد بسوئی محمد فودہ:

الطبرسی مفسر: مصنف نے طبرسی کی تفسیری خدمات پر کام کیا شروع میں طبرسی کی سوانح حیات، طبرسی کی تفسیر بالماثور، تفسیر میں طبرسی کی رائے، اعجاز القرآن اور طبرسی کے عقائد، طبرسی اور زنجیری کی تفسیر کا موازنہ اور آخر میں طبرسی اور ابن عطیہ کی تفسیر کا موازنہ کیا (۲۸)  
محمد سعید الراعی:

فی تفسیر آیتین کریمتین: اس کتاب میں مولانا نے ان دونوں آیتوں کی کیوں تخصیص کی اس کی وجہ، ان دونوں آیتوں کے مفردات کا معنی اور ان متذکرہ آیتوں کی مفصل تفسیر لکھی (۲۹)

## محمد عبدالمعتم محمد الشافعی:

ابو حیان المفسر منهجه وأراءه فی التفسیر: اس کتاب میں پہلے ابو حیان کی سوانح حیات، ابو حیان کی تفسیر کا طریقہ پھر قرآن کریم کے بعض آیات کی تفسیر میں مشہور علماء مفسرین و فقہاء و صوفیاء کے اقوال مختلفہ جو ان آیات کے تحت ہیں اور ان میں ابو حیان کی رائے اور انھوں نے جو جرح و تنقید کی ان کو دلائل سے بیان کیا۔ (۳۰)

## احمد ابراہیم:

تفسیر سورة الفاتحة: اس کتاب کی ابتداء میں ہر ہر لفظ کے معنی اور مفردات کی تشریح کی پھر پوری سورہ کی اجمالی شرح کی جو بہت مفید ہے (۳۱)

احمد السید علی الکرسی:

تفسیر سورة الفتح و بیان الفتوح المتصلة بها: پہلے ہر لفظ کے معنی، آیت کی تشریح، فتح مبین، عصمت رسول اور اسرار البلاغہ کو مختصر انداز میں، نیز منافقین و مشرکین کی جزا و سزا کو بیان کیا، اس کے بعد رسول کریم ﷺ اور صحابہ کی ہمت اور آخر میں بیعت رضوان کو تفصیل سے بیان کیا (۳۲)

احمد السید محمد ابو زید:

تفسیر قوله تعالى لقد كان لسبأ: مصنف نے اس میں پہلے شان نزول بیان کیا پھر اس آیت کا ماقبل سے ربط، مفردات کی شرح، آیت کی ترکیب و اجمالی شرح، وجعلنا بينهم وبين القوم کی شرح اور امام غزالی نے اس آیت کے تحت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو بیان کیا (۳۳)

احمد المصیعی حسن فرحانہ:

کتاب فیض الفتح فی تفسیر سورة الانشراح: اس کتاب کے شروع میں ہر لفظ

کے معنی، مفردات کی شرح، لفظ الوزر کی مفصل شرح اور پوری سورہ کے اجمالی شرح کی (۳۴)  
**احمد عبدالرازق شاخ:**

فی تفسیر قوله تعالى وعنده مفاتيح الغيب: اس میں سب سے پہلے اس آیت کا  
 ماقبل سے ربط کیا ہے وقوله تعالى لا يعلم ما فى البر والبحر اور آیت و ما تسقط من  
 ورقة الا يعلمها کا اجمالی معنی، آیت لا يعلمها الا الله کی شرح کی اور اسی آیت کے تحت رسول اور  
 ولی کے مابین جو فرق ہے اسے بیان کیا (۳۵)

**احمد عثمان اسماعیل:**

الفوز المبين فى تفسير اول المبين: اس میں سب سے پہلے یہ بیان کیا کہ تفسیر کیوں  
 ضروری ہے اس کے بعد تفسیر اور ناویل کا فرق وقوله تعالى: والذين هم للزكاة فاعلون کی  
 تفسیر کرنے میں خاص کر کے لفظ زکوٰۃ، مضار الزنا، نکاح، متعہ، اور لفظ صلوٰۃ کی مفصل شرح کی (۳۶)  
**احمد علی:**

قوة العين بتفسير المعوذتين: اس کتاب میں پہلے یہ بیان کیا کہ یہ دونوں سورہ کی ہیں یا  
 مدنی؟ اس کے بعد مفردات کی شرح، اللہ تعالیٰ فعل شر کے ساتھ متصف نہیں، لفظ سحر کے اختلاف، سحر  
 حقیقت ہے یا نہیں نیز دونوں فریقین کے دلائل میں جو صحیح ہیں ان کو حدیث و قرآن سے ثابت کیا اور سحر کا  
 شرعی حکم بیان کیا اور آخر میں آیت ومن شر حاسد اذا حسد کی مفصل شرح کی (۳۷)  
**احمد مؤد علی المستولی:**

الآداب الاجتماعية فى سورة النور: اس کتاب میں مصنف نے سورہ نور کا آداب  
 اجتماعیہ، بالخصوص حد قذف، آیات اللعان، آیات الاکف کے واقعات کی مفصل شرح کی اس کے علاوہ  
 مومنین، کافرین اور منافقین کے امثال تفصیل سے بیان کئے (۳۸)



احمد محمد ابوزید:

رسالة فی التفسیر والحديث: مصنف نے اس رسالہ میں سورہ الماعون کے تمام الفاظ کے معانی، اس سورہ کی تفسیر میں علماء مفسرین کے اور ہر ہر آیت کا اجمالی معنی بیان کیا (۳۹)

احمد یوسف و ملیہ حفیدہ:

تفسیر سورة المطففين: اس کتاب میں سب سے پہلے یہ بیان کیا کہ یہ سورہ مکی ہے یا مدنی، پھر سب نزول اور ماقبل سے اس سورہ کا ربط کر کے پوری سورہ کی اجمالی شرح کی (۴۰)

حسن عبدالقادر:

مطلع البدر فی تفسیر سورة القدر: مصنف اس میں مفسرین کے آداب، اس سورہ کے الفاظ کے معنی و اشتقاق، پوری سورہ کی تفسیر و حکمت نزول، قرآن کریم کے نزول کے اوقات، لیلة القدر کی علامت خاص کر آیت نمبر ۴، ۵ کی تفسیر اور ان آیتوں کی فصاحت و بلاغت کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے (۴۱)

حسین فرجانی:

مطلع البدر فی تفسیر سورة القدر: اس کتاب میں مصنف نے مفسر کے آداب، سورہ کے الفاظ کے معنی و اشتقاق، اور پوری سورہ کی تفسیر و حکمت نزول، لیلة القدر کی علامت اور سورہ کی فصاحت و بلاغت کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا (۴۲)

خمیس سالم خمیس عطا:

تفسیر سورة العصر: اس کتاب کی ابتدا میں سورہ مکی ہے یا مدنی اس سلسلے میں بحث کی گئی ہے۔ سبب نزول اور ہر ہر آیت کی علیحدہ علیحدہ تفسیر اور بسم اللہ کا لزوم ہر شے سے پہلے کیوں ہے بہت تفصیل سے تحریر کی (۴۳)

دروس مصطفیٰ المحلاوی:

رسالة فی تفسیر آیتین من القرآن الکریم: انھوں نے قرآن کریم کی دو آیت (۱) ان اللہ یا مر ان تودوا الامانات الی اهلها (۲) یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا

الرسول واولی الامر منکم، ماقبل سے ان آیات کی مناسبت، سبب نزول، مفردات کی شرح، امانت کی اقسام، امانت کا فائدہ اور نقصان، لوگوں کو حکومت کی حاجت اور قاضی کے لئے کیا مناسب ہے، امانت کی علامت اور سبب نزول امانت ان موضوعات پر یہ رسالہ مشتمل ہے (۴۴)

### رجب یوسف باوی:

تفسیر قوله تعالى ليس البر: اس آیت کی تفسیر میں اصناف الملائکہ، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب، نبی اور رسول کے درمیان فرق، انبیاء کی تعداد، معجزہ، المساکین، ابن السبیل، ان موضوعات پر مفصل کلام کیا اور آخر میں آیت کی اجمالی شرح کی (۴۵)

### رمضان السید الجبروی:

نور المشرقین فی تفسیر المعوذتین: اس میں مصنف نے یہ کلام کیا کہ شیطان کے لئے مختلف شرور ہیں لیکن وسوسہ نہیں اور استعاذہ کا اصول ومعنی، نبی، ولی، ساحر کے اندر فرق اور حسد کے اسباب کو بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے (۴۶)

### زکی السید قادوم:

فی تفسیر قوله تعالى ومن الناس من يقول امنا بالله وبالیوم الآخر الى قوله ان الله على كل شیء قدير۔ اس متذکرہ آیت کی تفسیر لکھی۔ آیت کا سبب نزول، مفردات پر کلام، ایمان کی لغوی تعریف، ان موضوعات پر مفصل کلام کیا اور اس آیت کی تفسیر کے تحت آیت یخادعون الله والذین امنوا کی تفسیر میں حقیقت الکذب اور آیت کا خلاصہ بیان کیا اور آیت اذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا کی تفسیر کی اور آیت صم بکم عمی فہم لا یرجعون کی تفسیر میں نفاق، حقیقت ایمان اور حقیقت اسلام کو مفصل بیان کیا (۴۷)

### سیف عبدالجواد:

تفسیر سورة الفتح، اس کتاب کی ابتدا میں سورہ کا قریشیہ یا مکہ ہونے پر کلام کیا اس کے بعد سورہ کا سبب نزول و بعض اجزاء کی تشریح پر اکتفا کیا (۴۸)

### عبدالآ خر عثمان حمد:

رسالة فى تفسير بعض الآيات من سورة الذاریات ، اور قرآن کریم کی دوسری سورہ کی آیت والسماء ذات الحبک اور یؤفک عنه من افک اور ان المتقین فى جنت و عیون اور کانوا قلیلا من الیل ما یهجعون اور بالاسحار هم یتستغرون اور فى اموالهم حق للسائل والمحروم کی تفسیر کی ہے (۴۹)

### عبدالحمید سید احمد الذہبی:

الادب المطلوب فى حق النبی المحبوب : اس موضوع پر موصوف نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک رسالہ لکھا ہے (۵۰)

### عبدالرحمن اسماعیل المدلیش القاسمی:

شرح فى سورة الكوثر : ما قبل سے مناسبت ، اسباب نزول ، انا اعطیناک الکوثر پر مفصل بحث فصل لربک وانحر پر مفصل بحث اور ان شانئک هو الابرار پر مفصل کلام کیا (۵۱)

### عبدالسلام علی عبدالسلام:

جلیل الفیض و جذیل المنح فى تفسیر آی سورة الفتح ، اس سورہ کی تفسیر وتاویل ، تفسیر بالرائے اور ان میں اختلاف اور ان اختلاف کے جواز میں دلائل ، یہ سورہ کی ہے یادنی ، بیعت العقبة اور بیعت الثانیہ الکبریٰ کو مفصل ذکر کیا (۵۲)

### عبدالسلام محمد عامد:

القول المقبول فى معنى القاء الشیطان فى امنية النبی والرسول : ما قبل سے مناسبت ، مفردات کی شرح ، آیت کی اجمالی شرح ، آیت کے نکات و بلاغت اور بعض مفسرین کے اقوال کو اس آیت کی تفسیر میں تفصیل سے ذکر کیا ہے ، سادہ اور آسان عربی عبارت سے آیت کے مطالب کو منور کیا ہے (۵۳)

### عبدالعزیز بسیونی:

تفسیر الایات الاولى من سورة النساء: اس میں لفظ امد، تقویٰ اور حکمت کی تعریف، انسان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا دلائل سے اثبات اور آخر میں آیت کی مختصر شرح ہے (۵۴)

### عبدالعزیز حسین الادیب:

تفسیر عشر آیات من اول سورة المؤمنین: ما قبل سے اس سورہ کی مناسبت اور آیت کا معنی، ان آیتوں کے پڑھنے کی وجہ، لفظ صلوٰۃ و خشوع کی تشریح، آیت کی نکات و بلاغت، فرضیت زکوٰۃ اور مشروعیت زکوٰۃ کی حکمت پر مفصل کلام کیا ہے (۵۵)

### عبدالغنی حسن عبداللہ:

تفسیر سورة العصر: ما قبل سے مناسبت، عصر کی تقسیم میں علماء کے اقوال، ایمان کی تعریف میں علماء کے اقوال، عمل صالح کی شرائط، التوٰصی بالصبر اور التوٰصی بالحق کی ترتیب ذکر کرنے کی وجہ اور لفظ صبر پر مفصل کلام کیا ہے (۵۶)

### عبداللہ احمد عثمان احمد:

تفسیر سورة الصافات: اس کتاب میں مولف نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کے بارے میں مشرکین کے انکار کی تردید اور بعث بعد الموت کا دلائل سے اثبات، جہنم میں مشرکین کا کھانا کیا ہوگا، قصہ نوح علیہ السلام، قصہ ابراہیم علیہ السلام، قصہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام، قصہ الیاس علیہ السلام، وعدہ و وعیدان موضوعات کو مفصل ذکر کیا ہے (۵۷)

### عبدالمجید عثمان العسکری:

تفسیر اول سورة الحج: اس میں مصنف نے تفسیر اور تائیل میں موازنہ کیا اور ان آیات کا ما قبل سے ربط بیان کیا لفظ آیت اور مفردات کے لغوی معنی اور آیت کی مختصر توضیح کی

عبدالحسن عبدالمطلب محمد صالح:

رسالة في تفسير قوله تعالى: يا ايها الناس اعبدوا ربكم الذي خلقكم - الى قوله - وانتم تعلمون: موصوف نے متذکرہ آیت کا مفہوم واضح کرنے میں قرآن کریم کی دوسری آیات اور مختلف احادیث سے مدد لی اور متذکرہ آیت کے مفردات کے معنی و مختصر شرح کی (۵۸)

عبدالہادی عبدالحمید و ہدات:

البيان المفيد في بعض اسئلة القرآن المجيد: موصوف نے اس کتاب میں آیت يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما اور آیت يسألونك ماذا ينفقون قل العفو اور آیت لا تنكحوا المشركات حتى يؤمن کی تفسیر، تفسیر کے معنی اور متذکرہ آیتوں کا سبب نزول تفصیل سے بیان کیا (۵۹)

علی ابوطالب احمد:

فتح الوهاب في تفسير فاتحة الكتاب: اس کتاب میں مصنف نے تفسیر و تاء و یل اور ان دونوں کے اندر مناسبت، مکی اور مدنی کے معنی، سورہ فاتحہ کی تفسیر و اہم مضامین کو مفصل بیان کیا (۶۰)

علی علی التجار:

في تفسير قوله: وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا - الى اخر السورة - : اس کتاب میں موصوف نے متذکرہ آیت سے آخری سورہ تک ہر آیت کی علیحدہ علیحدہ تفسیر کی، متذکرہ تفسیر میں خاص طور پر لفظ تواضع، حلم، الزنا، شہادۃ الزور کی مفصل تشریح ہے (۶۱)

علی محمود خلیل علیش:

تفسير سورة الشورى، اس تفسیر میں موصوف نے مفردات کے معنی، آیات کے اسباب نزول اور پوری سورہ کی مختصر تفسیر کی (۶۲)

## محمد احمد علی عبدالرحمن:

موقف القرآن من خصومه كما تصوره سورة التوبة: اس میں مصنف نے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ مسلمانوں کے جنگوں کی تفصیل قرآن کی روشنی میں بیان کیا ہے (۶۳)

## عسلیٰ خلیفہ عبداللہ:

آية النحل: مصنف نے سورہ نحل کے بعض آیات کی تفسیر لکھی ہے اس میں علم تفسیر کے شرائط، وحی کی اقسام، وحی کے معنی کی تحقیق، لفظ نحل کی تفسیر، نحل کی اقسام، نحل میں شفا ہے یا نہیں اور اس میں علماء کے اقوال، ”اسقیۃ عسلا“ پر معترضین کے اشکال کا جواب، ان موضوعات پر مفصل کلام کیا ہے۔ (۶۴)

## قمر الدولہ محمد عبدالمتعال:

تفسیر سورة الفتح: سورہ کا سبب نزول اور مقام نزول، مخصوص الفاظ کی مختصر تشریح اور آیت کے اجمالی معنی اس تفسیر میں بیان کئے گئے ہیں (۶۵)

## محمد بن محمد بن عبدالمتعال الشیخ:

القول المبين في تفسير عشر آيات من اول سورة المؤمنين: سورہ مؤمنین کا سورہ حج سے مناسبت، مؤمنین کی فلاح سے کیا مراد ہے، آیت کا معنی، لفظ جہاد کی تعریف، السلف کی تعریف، معتزلہ کی تعریف، خشوع کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال، صلوٰۃ میں خشوع کی حکمت اور صلوٰۃ کی فضیلت و فوائد کو اس تفسیر میں تفصیل سے بیان کیا ہے (۶۶)

## محمد سعید الراغبی:

رسالة في تفسير قوله تعالى ”يا ايها الناس اعبدوا ربكم الذي خلقكم والذين من قبلكم لعلكم تتقون الذي جعل لكم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لكم: اس رسالہ میں ان آیات کو مخصوص کرنے کی وجہ، مفردات کے معنی، لفظ الرب والخلق، قبل اور لعل پر کلام، لفظ الفراش اور العبادۃ کی تحقیق، لفظ التقوى

کی تحقیق، فاخرج به من الثمرات رزقا لکم پر کلام کرتے ہوئے معتزلہ اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک رزق سے مراد کیا ہے، تفصیل سے بیان کیا اور دلائل سے اہل سنت والجماعت کے مسئلہ کو ثابت کیا اور معتزلہ پر رد کیا (یہ رسالہ کلیۃ الشریعۃ والقانون سے شائع ہوا کل صفحات ۱۴۱ ہیں) (۶۷)

**محمد عباس حسن سلیمان:**

فی آیات البراءة: آیت کریمہ کا سبب نزول اور آیت کی اجمالی شرح کی ہے (۶۸)

**محمد عبدالجواد منصور الذناتی:**

رسالہ فی قوله تعالى "يا ايها الناس اعبدوا ربكم الذي خلقكم والذين من قبلكم" الایتین: اس رسالہ میں اولاً ان آیتوں کی تخصیص کرنے کی وجہ بیان کی پھر مفردات کے معنی، آیت کی مختصر شرح، لفظ العبادة اور لعلمم تتقون کی تحقیق میں طلب التقوی کا فائدہ اور آیت لاتجعلوا الله اندادا کی شرح کی (کل صفحات ۹۱ ہیں یہ رسالہ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے شائع ہوا ہے) (۶۹)

**محمد عبید محمود:**

القول الماثور فی تفسیر قوله تعالى: الله نور: اس تفسیری آیت کا ماقبل سے ربط، لفظ اللہ کی شرح، لفظ نور کی شرح اور اس میں امام غزالی کی رائے و رفع شبه، آیت کریمہ کے مفردات کی شرح و معنی مفصل بیان کیا (کل صفحات ۳۱ ہیں یہ تفسیر کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۳۸ میں شائع ہوا ہے) (۷۰)

**محمد علی محمد الشیبانی:**

تفسیر عشرة آیات الاولى من سورة المؤمنین: اس تفسیر میں اس سورہ کا سورہ حج سے مناسبت، لفظ ایمان کی لغوی تحقیق و شرح، لفظ صلوة فضائل و فوائد لفظ خشوع کی لغوی تحقیق اور متذکرہ دس آیات کی مفصل شرح کی (کل صفحات ۶۸ ہیں اور یہ تفسیر کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۳۹ میں شائع ہوئی ہے) (۷۱)

### محمد نبی محمود نبی:

تفسیر سورة العصر: ابتدا میں اس بات کی وضاحت کی کہ یہ سورہ کی ہے یا مدنی؟ پھر ما قبل سے اس سورہ کا ربط بیان کیا۔ لفظ عصر میں علما کے مشہور اقوال، لفظ الخسر پر مفصل بحث، لفظ ایمان میں علما کے اقوال اور اس میں خوارج اور معتزلہ کے مابین فرق، عمل صالح کی شرائط، لفظ الصبر پر بحث اور پوری سورہ کا مجمل معنی بیان کیا (کل صفحات ۱۲۲ ہیں) (۷۲)

### محمد محمد ابراہیم علی مفید:

زبدۃ التحریر فی الکلام علی لیس البر من التفسیر: اس تفسیر میں لفظ البر کا معنی، اللہ، یوم احد، ملائکہ، کتاب، نبیین پر ایمان لانے کا مطلب، اعطاء المال لمستحقہ پر مفصل کلام، اقامت صلوٰۃ اور ایطاء زکوٰۃ کا مفہوم، الوفاء العهد اور شہداء و مصائب کے وقت صبر کرنے کے فوائد پر مفصل کلام کیا (کل صفحات ۱۶۳ ہیں یہ تفسیر کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۵۴ میں شائع ہوئی ہے) (۷۳)

### محمد محمد احمد محمد عامر:

فی تفسیر سورة الفرقان: اس تفسیر میں پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبوت و یوم آخرت کو ثابت کیا، اس کے بعد ان تمام احادیث کو ذکر کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں مومنین کو نعمت دینے کا وعدہ کیا ہے (کل صفحات ۳۴۷ ہیں یہ تفسیر کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۳۶ میں شائع ہوئی ہے) (۷۴)

### محمد محمد سرحان:

القول الیقین فی تفسیر سورة المطففین: اس تفسیر میں مصنف نے تفسیر کی حاجت کیوں ہے یہ سورہ کی ہے یا مدنی، سبب نزول، ما قبل سے ربط اور اس سورہ کے کیا کیا فوائد ہیں ان کو مفصل بیان کیا (کل صفحات ۵۲ ہیں یہ تفسیر کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۳۹ میں شائع ہوئی ہے) (۷۵)

### محمد مدکور:

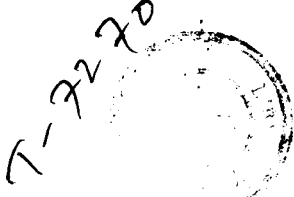
تفسیر آیت الغفرانیق: ما قبل سے ربط، سبب نزول، المعنی المعقول لہا، تأویل العما فی



الایۃ الکریمۃ، میں علماء محققین کے اقوال کو بیان کیا۔ آیہ کریمہ میں علماء کے تاویل کو بیان کر کے بعض تاویلات کی تردید کی (کل صفحات ۳۵ ہیں، کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے شائع ہوئی ہے) (۷۶)

**محمد موسیٰ محمد:**

الفتح الربانی فی تفسیر السبع المثانی: پوری سورۃ کی مفصل شرح، اسم قرآن کے معنی میں علماء محققین کی رائے، لفظ اللہ پر کلام، لفظ الرحمن الرحیم پر مفصل کلام، حمد، شکر اور مدح کی تعریف اور ان تینوں کے درمیان فرق اور معنی لفظ رب پر اس کتاب میں مفصل کلام کیا گیا ہے (کل صفحات ۷۵ ہیں، کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے یہ تفسیر شائع ہوئی ہے) (۷۷)



**محمد مصطفیٰ ابوالاسعاد:**

تفسیر قوله تعالى: يا ايها الناس اتقوا ربكم: آیت کریمہ کی لغوی تحقیق، فصاحت و بلاغت اور اس کے اجمالی معنی بیان کیے گئے ہیں، کل صفحات ۶۳ ہیں (کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے یہ تفسیر شائع ہوئی ہے) (۷۸)

**محمود عبدہ مدجان:**

تفسیر آیتی الامانة والطاعة: سبب نزول، آیت کے مفردات، بعض اسرار بلاغت اور متذکرہ آیت کی تفسیر میں جن دوسری آیتوں سے مدد لی گئی ہے ان کے سبب نزول اور بعض اسرار بلاغت کو بھی بیان کیا گیا ہے (صفحات ۶۴ ہیں۔ تخصص کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۳۶ میں شائع ہوئی ہے) (۷۹)

**منیع عبد العظیم محمود:**

سورۃ الفرقان وموقفها من اللوہیۃ والنہوۃ وعباد الرحمن: اس میں عقیدۃ الوثنیۃ اور عبادۃ الوثنیۃ من المشرکین، توحید رسالت، اثبات نبوت، اور اس کے لئے بشر کی ضرورت، بعثت سے پہلے حضور ﷺ کی مختصر تاریخ، حضور ﷺ کے اخلاق کریمہ، حضور ﷺ پر مشرکین کے شک کی دلائل سے

تردید اور اللہ تعالیٰ کی صفت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل بیان کیا، کل صفحات ۴۲۲ ہیں (۸۰)

**موسیٰ یوسف الجوهری:**

رسالة فی التفسیر: انھوں نے قرآن کریم کے بعض آیات جیسے سورۃ الانعام اور دوسری سورتوں کی بعض آیت مثلاً الحمد لله الذی خلق السموت والارض کے تحت یہ ایک رسالہ ہے۔ کل صفحات ۵۰ ہیں اور جامعۃ الازہر کلیۃ اصول الدین سے یہ رسالہ شائع ہوا ہے (۸۱)

**یحییٰ عمار الفیل:**

تفسیر سورة النصر: ابتدا میں سورہ کی مختصر تفسیر وتاویل، سورۃ کے نام پر کلام، سبب نزول، بسملہ میں علماء کے اقوال، مفردات کے لغوی معنی، لفظ الفتح کی مفصل تشریح، تلقین التوبہ اور اس کے شرائط کا اس سورہ کی تفسیر میں مفصل ذکر ہے۔ یہ تفسیر جامعۃ الازہر کلیۃ اصول الدین سے ۱۳۵۸ھ میں شائع ہوئی ہے، کل صفحات ۹۹ ہیں (۸۲)

**ابراہیم الدسوقی خمیس:**

تفسیر القرآن لجوانب الجہاد: پوری تفسیر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قتال کے آداب و عناصر اور وہ تمام لڑائیاں جو حضور ﷺ اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہوئیں مصنف نے قرآن کریم کی روشنی میں ان کو تفصیل سے بیان کی ہے۔ کل صفحات ۸۶۲ ہیں، کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ (۸۳)

**ابراہیم عبد الحمید محمد سلامۃ:**

القرآن وعقائد اہل الکتاب: شروع میں قرآن کریم، اور تمام کتب سماویہ کا تذکرہ کیا، اور قرآن کریم نے تمام کتب سماویہ کی عظمت و اہمیت کا اقرار کیا اس کی توضیح پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو یہود تھے ان کا تذکرہ، یہود کے عقیدہ صحیحہ اور باطلہ کا مفصل بیان، عقیدہ نصاریٰ، قرآن اور حضور ﷺ کے ساتھ اہل کتاب کا عقیدہ کیا تھا اور حضور ﷺ سے پہلے جو اہل کتاب تھے ان کا عقیدہ آپ کے بارے میں کیا تھا ان تمام کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ذکر کیا ہے۔ کل صفحات ۴۲۸ ہیں، کلیۃ اصول الدین

جامعۃ الازہر سے ۱۹۷۰ء میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے (۸۴)

**احمد ابراہیم مہنا:**

المعانی الانسانية فی القرآن الکریم: مصنف نے قرآن کریم میں انسانیت کے مفہوم پر ۲۱۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب تصنیف کی اس میں قرآن کریم کے مختلف آیات و احادیث نبوی سے مفہوم انسانیت کو بڑے اچھے انداز سے پیش کیا ہے (۸۵)

**احمد کمال محمد المہدی:**

آیات القسم فی القرآن: اس کتاب میں قسم کا معنی، قسم اور حلف کے مابین فرق، قرآن کریم میں قسم کا مقصد کیا ہے، قسم کے بارے میں شبہات اور ان کا جواب، اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قسم، رسول کے ساتھ قسم اور فرشتوں کے ساتھ قسم کا مطلب اور مقسم علیہ و مقسم بہ پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل کلام کیا ہے۔ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۶۸ء میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے (۸۶)

**احمد یوسف منصور:**

عبرة المؤمن: مصنف نے اس کتاب کو مختلف امثال مثلاً ایمان و کفر کی مثال، منافقین کی حالت کی مثال، کفار کے اعمال کی مثال، دنیاوی زندگی کی مثال قرآن کریم کی روشنی میں تفصیل سے واضح کئے ہیں۔ کل صفحات ۹۱۹ ہیں، تخصّص کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے (۸۷)

**حامد محمد علی حدیقہ:**

الجهاد فی القرآن الکریم: اس کتاب میں جہاد کی تعریف کی، جہاد کے قیام، قتال کی فرضیت، اشہر حرم میں قتال کی شرائط و وجوب، قتال کی مذمت، قتال کے آداب، مسلم کو غیر مسلم کے ساتھ حسن سلوک کا حکم، جہاد و قتال میں مسلمانوں کی امداد کے احکام، قتال کے اسباب، اہم غزوات، قصہ حدیبیہ، قصہ فتح مکہ، منافقین کی طرف سے حضور ﷺ کو جو تکالیف پہنچی تھیں ان تمام کو بہت تفصیل اور واضح انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ کل صفحات ۴۳۳ ہیں۔ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۷۲ء میں یہ کتاب شائع ہوئی (۸۸)

## زنی رضوان محسن:

الاداب الاجتماعية في سورة الحجرات: کتاب کے شروع میں یہ توضیح کی کہ یہ سورہ کی ہے یا مدنی؟ اس کے بعد آداب اجتماعیہ کے اقسام، ماقبل سے ربط، مفردات کی شرح، حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کے آداب، قرآنی مجالس کا احترام اور مسلمانوں کی جماعت کے احترام کی مفصل توضیح کی گئی ہے۔ کل صفحات ۱۴۹ ہیں۔ تخصّص کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۳۷ء میں یہ کتاب شائع ہوئی (۸۹)

## صلاح عبدالعلیم ابراہیم:

الانسان كما يصوره القرآن الكريم: اس کتاب میں مصنف نے حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ذکر کیا نیز قصہ آدم سے عبرت، قرآن کریم میں یوم آخرت کے بارے میں جملہ مقامات کی توضیح کی، قیامت کے شرائط، دنیا کے فنا ہونے کی حالت، حساب و جزاء اور یوم آخرت کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے کل صفحات ۶۰۲ ہیں۔ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۷۲ء میں یہ کتاب شائع ہوئی (۹۰)

## ملحان رضوان تمر بلال:

رسالة في تفسير الوصايا العشر: اس رسالہ میں علم تفسیر کا فائدہ، ولی کی وصیت کا مطلب، اور دوسری وصیتوں کی تفسیر، شرح ومعنی، اسلام میں قصاص اور آیت ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقون کی مفصل توضیح کی گئی ہے۔ کل صفحات ۸۸ ہیں۔ تخصّص کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے یہ رسالہ شائع ہوا (۹۱)

## عبدالحمید عبدالشافعی عبدالباقی:

موقف القرآن الكريم بين الكتب السماوية والفلسفة في عقيدة البعث: اس کتاب میں البعث، الانسان، عقیدہ تناسخ، کیفیت البعث اور اس میں مسلمانوں کا اختلاف، اجساد المبعوثین، ان موضوعات کو قرآن، حدیث اور فلسفہ کی روشنی میں مفصل توضیح کی ہے۔ کل صفحات ۳۹۲ ہیں۔ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۴۶ء میں یہ کتاب شائع ہوئی (۹۲)

## عبدالعظیم احمد العباس:

موقف القرآن من المنافقين وسياسة الاسلام فيهم: اس کتاب میں اولاً منافقین کے عقیدہ، منافقین کے اختلاف، امانت میں خیانت، منافقین کا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہ ہونے کا مفصل تذکرہ ہے اس کے بعد موقف المنافقين في الحروب والغزوات، میں منافقین کا غزوہ احد، غزوہ تبوک، صلح حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ساتھ سلوک کا تذکرہ ہے پھر سياسة الاسلام في المنافقين میں منافقین کے ظاہری و باطنی معاملہ اور اس کے احکام بیان کئے اور آخر میں اخلاص اور مال کی فضیلت کو مفصل بیان کیا کل صفحات ۲۱۹ ہیں۔ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۴۶ میں یہ کتاب شائع ہوئی (۹۳)

## عبدالفتاح ابراہیم محمد عاشور:

منهج القرآن في تربية المجتمع: اس کتاب میں منصف موصوف نے تفسیر کی ضرورت، وحدانیت کے دلائل، حضور ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی، قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان کی تربیتی زندگی کے اصول واحکام اور قرآن کریم کی جن آیات میں اہل کتاب اور مشرکین کا بیان ہے ان کی توضیح میں مفصل کلام کیا۔ کل صفحات ۴۱۲ ہیں۔ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۷۲ میں یہ کتاب شائع ہوئی (۹۴)

## عبدالمعتم سید حسن عبدالشفیع:

حقوق المرأة في القرآن الكريم: اس کتاب میں عورت کا مرتبہ، عہد جاہلی، دور رسالت اور دیگر انبیاء کرام کے عہد میں عورتوں کی حالت کا جائزہ، متعدد مواقع پر مختلف انداز میں قرآن کریم کی بیان کردہ عورت کی عزت وعظمت کی توضیح وتشریح کی گئی ہے اس کے علاوہ مصنف نے قرآن کریم میں عورت کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا بیان بھی مدلل اور واضح انداز میں پیش کیا ہے اور آخر میں کتابیہ عورت کے ساتھ نکاح کے جواز وعدم جواز کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ کل صفحات ۸۶۷ ہیں۔ کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۷۴ میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ (۹۵)

## عبدالوہاب عبدالمجید غزلان:

تفسير آيات العقوبات: مصنف نے اس کتاب میں عقوبات والی آیات مثلاً حد قذف، حد زنا،

حدرقہ، حدقل کی مفصل شرح کی ہے۔ کل صفحات ۲۲۰ ہیں۔ کلئیة اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۴۲ میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے (۹۶)

### مجاہد محمد ہدی:

الاحکام والاداب القرانیة فی سورة الحجرات: اس کتاب میں سورہ حجرات کی آیتوں میں بیان شدہ احکام و آداب کی مفصل شرح ہے۔ مثلاً حضور ﷺ کے آداب کے بارے میں جیسے حضور ﷺ کے سامنے تقدم و پیش قدمی نہ کرنا، آپؐ کے سامنے آپؐ کی آواز سے زیادہ اپنی آواز بلند نہ کرنا اور جس وقت آپؐ اپنے مکان اور آرام گاہ میں تشریف فرما ہوں اس وقت باہر کھڑے ہو کر آپؐ کو پکارنے کے احکام اس کے سوا مسلمانوں کے دو گروہوں میں باہم تصادم کا تصفیہ، اجتماعی و جماعتی اصلاح کے احکام، مومنین کا مذاق نہ اڑانا، ظن، تجسس اور غیبت کی قباحۃ و شاعت اور ممانعت وغیرہ کی تفصیل ہے۔ کل صفحات ۳۱۰ ہیں۔ جامعۃ الازہر کلئیة اصول الدین سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے سنہ طبع مذکور نہیں (۹۷)

### محمد ابوالنور الحمدیدی:

توجیہات القرآن: اس کتاب میں مصنف نے تمام مال اللہ تعالیٰ کے ہیں، اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے مالک ہیں، دنیا انسان کے لئے مسخر ہے، حلال رزق کی طلب، کفر اور شرک کے طریقہ سے مال کمانا اور خرچ کرنے کی ممانعت اور آخر میں بیت المال کا کیا مطلب ہے ان موضوعات کی شرح کے ذریعہ قرآن کریم کی توضیح کی۔ کل صفحات ۳۳۸ ہیں۔ تخصص کلئیة اصول الدین جامعۃ الازہر سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے (۹۸)

### محمود محمد الشریق:

الادیان فی القرآن الکریم، اس کتاب میں عقیدہ شرک، یہودیت، مجوسیت، مسیحیت، قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ، قرآن اور اسلام، قرآن اور علم ان موضوعات کی مفصل شرح ہے۔ کل صفحات ۲۵۰ ہیں۔ کلئیة اصول الدین جامعۃ الازہر سے ۱۹۱۸ میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے (۹۹)

## حواشي

- ١- سيد محمد رشيد رضا منشى المنار، التفسير القرآن الحكيم، المشهود باسم تفسير المنار، الطبعة الرابعة، دار المنار بمصر، ١٣٤٣هـ، ١٩٥٤ء، ج ١، ص ٢
- ٢- سيد محمد رشيد رضا منشى المنار، التفسير القرآن الحكيم، المشهود باسم تفسير المنار، الطبعة الرابعة، دار المنار بمصر، ١٣٤٣هـ، ١٩٥٤ء، ج ١، ص ١٠
- ٣- سيد محمد رشيد رضا منشى المنار، التفسير القرآن الحكيم، المشهود باسم تفسير المنار، الطبعة الرابعة، دار المنار بمصر، ١٣٤٣هـ، ١٩٥٤ء، ج ١، ص ١٤
- ٤- محمد عبده از عثمان امين، اعلام الاسلام، دار احياء الكتب العربية (سند طبع معلوم نه هوسكا) ص ١٢٥
- ٥- السيد محمد رشيد رضا منشى المنار، المشتهر باسم تفسير المنار، الطبعة الرابعة، دار المنار بمصر، ١٣٤٣هـ، ١٩٥٤ء، ج ١، ص ١٢
- ٦- السيد محمد رشيد رضا منشى المنار، المشتهر باسم تفسير المنار، الطبعة الرابعة، دار المنار بمصر، ١٣٤٣هـ، ص ١٥، ج ١، ١٩٥٤ء
- ٧- السيد محمد رشيد رضا منشى المنار، المشتهر باسم تفسير المنار، الطبعة الرابعة، دار المنار بمصر، ١٣٤٣هـ، ص ٣٢٠، ج ١، ١٩٥٤ء
- ٨- امام محمد عبده، القرآن الكريم جزء عم - الطبعة الخامس مطبع الشعب، سنه طبع معلوم نه هوسكا - سن تصنيف ١٩٠٣، (قال مؤلفه الامام حفظه الله انه فرغ منه منتصف الساعة السادسة بعد الظهر من يوم الاحد ٢٣ من اغسطس سنة ١٩٠٣ فى مدينة حنيف من بلاسويسرا) ص ٣٦
- ٩- امام محمد عبده، القرآن الكريم جزء عم، الطبعة الخامس، مطبع الشعب، ص ١٨١

- ١٠- امام محمد عبده، القرآن الكريم جزء عم، الطبعة الخامس، مطبع الشعب، ص ١٨٢
- ١١- السيد محمد رشيد رضا، فشى المنار، التفسير القرآن الحكيم، المشتهر باسم تفسير المنار، الطبعة الرابعة، بمصر، ١٣٤٣هـ، ١٩٥٤ء، ج ٣، ص ٣٩٠
- ١٢- امام محمد عبده، القرآن الكريم جزء عم، الطبعة الخامس، مطبع الشعب، ص ٢
- ١٣- محمد حسين الذهبي، التفسير والمفسرون، دار الكتب الحديث، ١٣٨١هـ، ١٩٦١ء، ج ٣، ص ٢١٨
- ١٤- السيد محمد رشيد رضا، تفسير الفاتحة، الطبعة الثالثة، بمطبعة المنار بشارع مصر القديمة، ١٣٣٠
- ١٥- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٢
- ١٦- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٢
- ١٧- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٢
- ١٨- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٣
- ١٩- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٢
- ٢٠- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٢
- ٢١- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٥
- ٢٢- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٥
- ٢٣- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٥
- ٢٤- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٥
- ٢٥- لمسيل الببليو جرانى الرسائل الجامعة مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٦
- ٢٦- الببليو جرانى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٤
- ٢٧- الببليو جرانى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٨
- ٢٨- الببليو جرانى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٨
- ٢٩- الببليو جرانى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦ء، ص ٢٤٩









- 
- ٩٣- الببليوجرافى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦، ص ٢٩٢
- ٩٤- الببليوجرافى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦، ص ٢٩٢
- ٩٥- الببليوجرافى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦، ص ٢٩٢
- ٩٦- الببليوجرافى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦، ص ٢٩٥
- ٩٧- الببليوجرافى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦، ص ٢٩٥
- ٩٨- الببليوجرافى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦، ص ٢٩٥
- ٩٩- الببليوجرافى الرسائل الجامعية مصر ١٩٢٢-١٩٤٢م، المجلد الاول، الانسانيات القاهرة ١٩٤٦، ص ٢٩٥

## فصل سوم

علمائے جامعہ ازہر کے ممتاز مفسرین کا  
مختصر تعارف

## مفتی محمد عبدہ

مفتی محمد عبدہ مصری کسانوں کے متوسط الحال خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد عبدہ ابن حسن خیر اللہ ترکی النسل تھے جب کہ ان کی والدہ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق اعظم تک منتهی ہوتا ہے۔ محمد عبدہ ۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے، انہوں نے بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا، اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے طسٹا کی احمدی مسجد میں بھیجے گئے لیکن وہاں ان کا دل نہیں لگا اور ڈیڑھ سال کے بعد گھر آئے اور شادی کر لی۔

محمد عبدہ کھیتی باڑی میں لگ گئے کچھ دن بعد عبدہ کی ملاقات ان کے خالو شیخ خضر درویش سے ہوئی، شیخ خضر سنوسی طریقے کے ایک بزرگ سید محمد المزنی سے علمی استفادہ کرنے کے بعد سلسلہ شاذلیہ میں بیعت کر لی تھی، انھوں نے عبدہ کو قرآن کریم کے چند اسباق بھی اپنے طریقے پر پڑھائے اور ان کو تلقین کی کہ عوام سے مل جل کر رہیں، الگ نہ رہیں۔ (۱)

محمد عبدہ کو مذہبی تعلیم کا شوق پیدا ہوا انھوں نے جلد ہی قاہرہ کی مشہور درسگاہ جامعہ الازہر میں داخلہ لیا لیکن الازہر کے نصاب تعلیم میں زندگی کی روح مفقود تھی، درس میں متن کتاب کی شرح ہوتی شرح پر حاشیہ ہوتا اور حاشیہ پر تقریر ہوتی، عام طور پر فرقوں کی نحوی تحلیل اور لفظی بحث ہوتی، تاریخ، جغرافیہ اور سائنسی علوم کی کتابوں کا گزرنہ تھا۔ مخصوص شخصیت شیخ حسن الطویل کی تھی جو قدیم فلسفہ اور ہندسہ کی تعلیم دیتے تھے۔ محمد عبدہ ان سے بہت متاثر تھے لیکن انھیں علمی اور فکری غذا سید جمال الدین افغانی کی فیض صحبت سے ملی (۲)

محمد عبدہ کو سید افغانی کی محبت سے قومی، دینی، خلقی اور اجتماعی اصلاح کا شوق پیدا ہوا اور قرآن مجید کی تفہیم و تفسیر کو مقصد زندگی بنالیا۔ عبدہ ۱۸۷۷ء میں الازہر سے فراغت حاصل کی اور الازہر میں پڑھانا شروع

کر دیا اور گھر میں بعض طلبہ کو ابن مسکویہ کی تہذیب الاخلاق اور چند شوقین طلبہ کو ایک فرانسیسی مصنف اور وزیر کی تاریخ تمدن یورپ کا عربی ترجمہ بھی پڑھاتے تھے، اسی زمانہ میں وہ مدرسہ السنۃ میں عربی زبان و ادب کے معلم مقرر کئے گئے۔ (۳)

محمد عبدہ اپنے علمی و تعلیمی مشاغل میں مصروف تھے کہ اچانک خدیو مصر رفیق پاشا نے سید جمال الدین افغانی کو ملک بدر کر دیا اور مفتی عبدہ کو ملازمت ترک کر کے ان کے گاؤں میں نظر بند کر دیا (ستمبر ۱۸۷۹ء کو یہ واقعہ ہوا) اس وقت وزیر اعظم ریاض پاشا مصر سے باہر تھے۔ بعد میں جب وہ واپس آئے تو انھوں نے شیخ عبدہ کو حکومت مصر کے سرکاری اخبار الوقائع المصریۃ کے عملہ ادارت میں شامل کر لیا اور کچھ دن کے بعد چیف ایڈیٹر بنادیئے گئے اس کے علاوہ انھیں تمام اخبارات کا سنسر آفیسر بھی مقرر کر دیا گیا (۴)

محمد عبدہ اپنے علمی اور اصلاحی مشاغل میں مصروف تھے عربی پاشا کی شورش نے ملک میں ہيجان پیدا کر دیا اس شورش میں عبدہ شریک نہیں تھے لیکن چونکہ یہ تحریک انگریزوں کے مقابلہ میں قومی تحریک بن گئی تھی اس لئے عبدہ اس میں شریک ہو گئے، اس میں شرکت کے الزام میں شیخ عبدہ تین سال تک کے لئے ملک بدر کر دیئے گئے (۵)

۱۸۸۳ء میں شیخ عبدہ بیروت چلے گئے تھے کچھ دن بعد پیرس سے جمال الدین افغانی کا دعوت نامہ ملا انھوں نے جمال الدین افغانی سے مل کر العروۃ الوثقیٰ نکالنا شروع کر دیا (۱۸۸۴ء) العروۃ الوثقیٰ کے اٹھارہ شمارے نکلے تھے انگریزوں نے اخبار کا داخلہ مصر اور ہندوستان میں بند کر دیا اس لئے العروۃ الوثقیٰ بند کرنا پڑا۔

۱۸۸۸ء میں توفیق پاشا کی اجازت سے شیخ عبدہ مصر واپس آ گئے اور انھیں ابتدائی دیوانی عدالتوں کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔ (۶)

۳ جون ۱۸۹۹ء کو خدیو مصر نے شیخ عبدہ کو مصر کا مفتی اعظم مقرر کر دیا، مصر کے علاوہ ساری دنیائے اسلام سے ان کی خدمت میں استفتا آتے تھے، ان میں تین فتوے بہت مشہور ہیں۔ ایک ہندوستانی مسلمانوں کے استفسار کے جواب میں عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے غیر مسلمانوں کی امداد و اعانت لینا مباح قرار دیا۔ دوسرے میں مسلمانوں کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ حلال بتایا اور تیسرے میں ڈاک خانوں کے سیونگ بینکوں کی امانتوں پر منافع اصول کرنا جائز بتایا (۷)

## حفاظت اسلام:

مصر کے عیسائی اور یورپ کے فضلا جب کبھی اسلام پر حملے کرتے تو فوراً مفتی محمد عبدہ حق کی حمایت میں سینہ سپر ہو جاتے۔ جب فرانس کے وزیر خارجہ ہانوت اور عربی مجلہ الجامع کے عیسائی مدیر فرح انطون نے علی الترتیب اسلام کے عقیدہ توحید اور مسلمانوں کی رواداری اور علم پروری کے خلاف مضامین لکھے تو مفتی محمد عبدہ نے ان معاندین اسلام کے نہایت مدلل جواب لکھے بعد میں یہ جوابات الاسلام و النصرانية مع العلم والمدنية کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے (۸)

مفتی محمد عبدہ نے مختلف مقامات کا سفر کیا، ۱۹۰۳ء میں وہ انگلستان گئے۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیاں دیکھیں اور وہاں کے نظام تعلیم کا مطالعہ کیا اور مشہور برطانوی ماہر تعلیم ہربرٹ سپنسر سے ملاقات کی۔ انگلستان سے واپسی پر موسیولی بان سے ملنے فرانس بھی گئے لیکن ان کی غیر حاضری کی وجہ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ وہ فرانس کی سیاحت کے بعد تونس اور الجزائر ہوتے ہوئے مصر واپس آ گئے۔ (۹)

مفتی محمد عبدہ کی شہرت و مقبولیت تو پوری دنیا میں پھیل گئی لیکن ان کی مقبولیت و عظمت نے ان کے بہت سے حاسدین و دشمن بھی پیدا کر دیئے تھے خصوصاً علمائے ازہر تو شروع ہی سے مخالف تھے اس لئے مفتی محمد عبدہ کو معتزلی اور تجدید پسند کہہ کر بدنام کرتے تھے، آخر خدا کا رویہ بدل گیا اور وہ تمام مجوزہ اصلاحات کی مخالفت کرنے لگا بالآخر مفتی محمد عبدہ نے تنگ آ کر لازہر انتظامی کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ (۱۰)

مفتی محمد عبدہ کے استعفیٰ کے خلاف عالم اسلام میں زبردست ردِ عمل ہوا، مفتی محمد عبدہ یورپ جانے کے لئے اسکندریہ میں مقیم تھے کہ چند روز کی علالت کے بعد انھوں نے ۱۱ جولائی ۱۹۰۵ء کو انتقال کیا۔ مفتی محمد عبدہ لازہر کی اصلاح سے مایوس ہو کر جدید طرز کی جامعہ کی تاسیس بھی کرنا چاہتے تھے لیکن موت نے ان منصوبوں کی تکمیل کی مہلت نہیں دی۔ (۱۱)

## مفتی محمد عبدہ کا علم و فضل:

شیخ محمد عبدہ علم و فضل، فصاحت و بلاغت اور ملکہ انشاء میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ ان کے



قلم نے عربی زبان کو ادبی، اخلاقی اور سیاسی گونا گوں زندہ مضامین کے بیان کی قوت بخشی۔ جب وہ بیروت سے واپس آئے تو امام عبدالقادر الجرجانی کی کتاب دلائل الاعجاز اسرار البلاغة کا درس دینا شروع کیا اور ان کو چھاپ کر اپنے حواشی کے ساتھ شائع کیا۔ نہج البلاغة اور مقامات بدیع الزماں الہمدانی کو ضروری تشریحات کے ساتھ شائع کیا، ان کا درس ادبی ہوتا تھا ان کے درس سے ان کے شاگرد محمد رشید رضا، سعد زغلول، احمد تیمور، محمد حافظ ابراہیم، مصطفیٰ المنفلوطی اور عبدالرحمن البرقوتی وغیرہ نے پورا فائدہ اٹھایا۔ (۱۲)

### عقائد و نظریات:

مفتی محمد عبدہ شروع میں فقہ مالکی کے مقلد تھے لیکن بعد میں منصب افتاء پر فائز ہونے کے بعد فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دینے لگے۔ وہ بوقت ضرورت چاروں فقہی مکاتب کے ائمہ مجتہدین کے فتاویٰ و آراء سے اخذ و استفادہ ضروری سمجھتے تھے۔ عقائد کو بدعت، خرافات اور ادھام سے پاک کرنا، قرآن مجید کے فہم و تعلیم کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، عربی زبان کو فروغ دینا، الازہر کی اصلاح کرنا، عوام کے اخلاق و اعمال کو درست کرنا مفتی محمد عبدہ کا دعوتی طریقہ تھا۔ وہ بیروت جلاوطنی کے زمانے میں وہاں کی مسجدوں میں قرآن مجید کا درس دیتے تھے نیز جب وہ قاضی بن کر مصر واپس آئے تو الازہر میں قرآن پاک کا درس دینے لگے۔ (۱۳) شیخ عبدہ کے ان ہی خیالات، تعلیمی نظریات اور اصلاحی افکار نے مراقش سے لے کر انڈونیشیا تک ساری دنیا کے اسلام کو متاثر کیا۔ (۱۴)

ہندوستان میں نواب محسن الملک شیخ محمد عبدہ کے تعلیمی اور اصلاحی خیالات کے بڑے حامی اور موید تھے۔ ان کی مساعی سے رسالۃ التوحید کا اردو ترجمہ ہوا اور مدتوں علی گڑھ کالج کے نصاب تعلیم دینیات میں شامل رہا۔ مولانا شبلی کے شیخ محمد عبدہ سے دوستانہ تعلقات تھے چنانچہ جب مولانا شبلی ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے تو ان کے حسن انتخاب سے دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغة عبدالقادر الجرجانی، مقدمۃ ابن خلدون اور شرح بصائر النصریۃ دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے نصاب تعلیم میں شامل کئے گئے۔ ابوالکلام آزاد کی دعوت قرآن بھی کسی حد تک شیخ عبدہ کی دعوت سے مماثلت رکھتی ہے۔ (۱۵)

## تصانیف:

- (۱) تفسیر سورة الفاتحة (قاہرہ، ۱۹۰۵ء)
  - (۲) تفسیر سورة العصر (قاہرہ، ۱۹۰۳ء)
  - (۳) تفسیر سورة عم - پہلے المنار میں شائع ہوئی پھر علیحدہ چھاپی گئی
  - (۴) تفسیر القرآن الکریم تفسیر المنار - مفتی محمد عبدہ کی زندگی میں یہ تفسیر صرف سورہ النساء تک مکمل ہو سکی، اس کے بعد سید رشید رضا نے اسے سورہ توبہ تک پہنچایا۔
  - (۵) رسالۃ التوحید
  - (۶) الرد علی الدھرین
  - (۷) الاسلام والرد علی منتقدیۃ
  - (۸) الاسلام والنصرانیۃ مع العلوم والمدنیۃ
  - (۹) حاشیۃ علی شرح الدوانی
  - (۱۰) شرح نہج البلاغۃ
  - (۱۱) شرح مقامات بدیع الزماں الہمدانی
  - (۱۲) شرح کتاب البصائر النصیریۃ
- دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ (عبد القادر الجرجانی) مختصر حواشی کے ساتھ پہلی بار قاہرہ سے شائع کرائیں، ان کے علاوہ کئی یادداشتیں بھی ہیں جو لازہر، محکمہ تعلیم اور شرعی عدالتوں کی اصلاح کے بارے میں حکومت کو پیش کیں۔ ان کے اہم ترین مقالات محمد رشید رضا نے جمع کر کے تاریخ الاستاذ الامام کی جلد دوم میں شائع کر دیئے ہیں۔ (۱۶)

## سید محمد رشید رضا

محمد رشید رضا بیسویں صدی عیسوی کے مشہور مصلح عالم، قرآن مجید کے مفسر، عربی زبان کے ممتاز انشاء پرداز، خطیب، اتحاد اسلامی کے داعی اور نقیب تھے۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ / ۱۹ ستمبر ۱۸۶۵ء کو طرابلس الشام (لبنان) سے تین میل دور بحیرہ روم کے ساحلی گاؤں قلمون میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے گاؤں کی مسجد میں قرآن مجید کی اور ابتدائی تعلیم پائی اس کے بعد الفیہ ابن مالک، صحیح مسلم اور حریری کے بعض مقامات حفظ کئے، اس کے بعد طرابلس کے مدرسہ میں تعلیم کے لئے داخل ہوئے۔ محمود نشابہ سے حدیث و فقہ کی تحصیل کی، عقلی اور ادبی علوم کی تحصیل رسالہ حمیدیہ کے مصنف سے کی اور بعد میں عبدالغنی رافعی سے نیل الاوطار کا کچھ حصہ پڑھا۔ انھیں حدیث کا اعلیٰ ذوق الزبیدی کی شرح احیاء علوم الدین اور الذہبی کے میزان الاعتدال سے پیدا ہوا۔

سید رشید رضا تعلیم سے فراغت کے بعد عبادت و ریاضت اور دعوت و ارشاد میں مصروف ہو گئے، اس اثناء میں انھیں سید جمال الدین افغانی اور مفتی محمد عبدہ کے العروۃ الوثقی کے بعض شمارے مل گئے ان کے مطالعے سے انھیں فکر و نظر کے نئے راستے دکھائی دیئے اور مسلمانوں کی دینی اور سیاسی بد حالی سے آگاہی ہوئی اس لئے انھیں سید جمال الدین افغانی سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا لیکن ان کے انتقال کی وجہ سے سید رشید رضا کی آرزو پوری نہیں ہو سکی۔ اسی دوران مفتی محمد عبدہ طرابلس الشام گئے تھے، جہاں ان سے ملاقات ہوئی سید رشید رضا ان کے خیالات کے گرویدہ ہو گئے۔ لہذا سید رشید رضا نے طرابلس الشام کا میدان تنگ پا کر محمد مفتی عبدہ کی خدمت میں قاہرہ جانے کا فیصلہ کر لیا اور رجب ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں قاہرہ پہنچ گئے۔ (۱۷)

قاہرہ پہنچ کر دوسرے دن مفتی محمد عبدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں پیرو مرشد مان لیا۔ سید رشید رضا نے تحریک کی کہ اسلام کی دعوت اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار المنار جاری

کیا جائے۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو شائع ہوا اور اگست ۱۹۳۵ء تک برابر نکلتا رہا۔ رسالے کا مقصد شریعت اسلامیہ اور افکار عصریہ میں تطبیق اور توحید خالص اور اتباع سنت کی دعوت تھی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی صلاح و فلاح پر مضامین ہوتے تھے۔ مسلمانوں کی معاشی و سیاسی بد حالی پر تبصرے ہوتے تھے، اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کی تردید اور دنیائے اسلام سے آمدہ فتاویٰ کے جوابات دیئے جاتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مفتی عبیدہ کی تفسیر کے اجزاء المنار میں بالالتزام شائع ہوتے تھے۔ المنار کی اصلاحی دعوت کی بازگشت ملیشیا، انڈونیشیا اور ہندوستان جیسے غیر عرب مسلم ممالک میں بھی سنی گئی۔ (۱۸)

سید رشید رضا اور مولانا شبلی میں خط و کتابت ہوتی تھی چنانچہ انھوں نے مولانا شبلی کی دعوت پر ہندوستان کا دورہ کیا اور لکھنؤ پہنچ کر ۶/۱۱ پر ۱۹۱۲ء کو ندوۃ العلماء کے اجلاس کی صدارت کی اور عربی زبان میں ایک نہایت فصیح تقریر فرمائی۔ (۱۹)

### مختلف ممالک کا سفر:

۱۹۲۱ء میں فلسطین سے متعلق پہلا اجلاس جینوا میں ہوا تو سید رشید رضا بھی جینوا گئے۔ اجلاس کے اختتام پر انھوں نے امیر شکیب ارسلان کی معیت میں سوئزرلینڈ اور جرمنی کی سیاحت کی اور ماہرین سے اسلامی ممالک کی سیاست پر گفتگو کی۔ ۱۹۲۶ء میں انھوں نے حجاز کی موتمر اسلامی میں شرکت کی اور مسلم ممالک کے نمائندگان کے ساتھ حجاز کے آئینی مستقبل پر بحث و تجویز میں حصہ لیا، اس کے بعد تصنیف و تالیف میں منہمک اور تفسیر المنار کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ سورہ یوسف کی تفسیر لکھ کر فارغ ہوئے تھے کہ ۲۲/ اگست ۱۹۳۵ء کو سلطان ابن السعود سے مل کر جب وہ سویز سے قاہرہ آرہے تھے کہ حرکت قلب بند ہو جانے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ (۲۰)

### فضل و کمال :

سید رشید رضا ایک ممتاز عالم، زبردست خطیب اور بہترین انشاء پرداز تھے، آپ علم کلام اور تفسیر

میں مہارت رکھتے تھے، حدیث اور بلاغت کے امام تھے۔ صحیح عقائد کی تبلیغ اور غیر مسلموں کے اعتراضات کی تردید اور ان کی دوسری خدمات ایسی ہیں جن کی گرد کو اس زمانے کا کوئی عالم نہیں پہنچ سکا۔ (۲۱)

سید رشید رضا ہندوستان کے علم حدیث کے کارناموں کے معترف تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اگر گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں ہمارے برادر ہندوستانی علماء علم حدیث کی طرف توجہ نہ کرتے تو آج یہ علم معدوم ہو گیا ہوتا۔ (۲۲)

### تصنیف و تالیف :

سید رشید رضا کی علمی زندگی کا اہم کارنامہ تفسیر المنار ہے۔ مفتی محمد عبدہ جامعہ الازہر میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے، سید رشید رضا اس درس کی یادداشتیں مرتب کر کے مفتی محمد عبدہ کو دکھاتے اور وہ حسب ضرورت اس میں تصحیح یا ترمیم کرتے تھے۔ المنار، ج ۳ (۱۹۰۰ء) میں مفتی محمد عبدہ کی تفسیر شائع ہونے لگی، سب سے پہلے سورہ العصر کی تفسیر شائع ہوئی اس کے بعد سورہ الفاتحہ کی تفسیر طبع ہوئی۔ مفتی محمد عبدہ کے انتقال (۱۹۰۵ء) کے بعد اس تفسیر کا سلسلہ سید رشید رضا نے جاری رکھا۔ وہ سورہ یوسف کی تفسیر لکھ رہے تھے کہ ۲۲ اگست ۱۹۳۵ء کو ان کا پیغام اجل آپہنچا۔ (۲۳)

### تاریخ و سیر میں ان کی کتابیں :

(۱) تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ (قاہرہ ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۱ء)

(۲) ذکر مولد النبوی

(۳) مختصر ذکر مولد النبوی (۱۳۳۵ھ قاہرہ)

(۴) الوجہ الحمدی (طبع اول، قاہرہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۲۳ء)

### علم کلام و مناظرہ میں :

(۱) شبہات النصاری و حجج الاسلام (قاہرہ ۱۳۲۲ھ)

(۲) نداء الجنس اللطیف (حقوق النساء فی الاسلام) (قاہرہ ۱۳۵۱ھ)

(۳) محاورات المصلح والمقلد (قاہرہ، ۱۳۲۵ھ)

(۴) المنار والازہر (قاہرہ، ۱۳۵۳ھ)

### سیاست میں :

(۱) الامام والخلافة العظمیٰ (قاہرہ، ۱۹۲۲ء)

(۲) الوہابیون والحجاز (قاہرہ، ۱۳۴۴ھ)

صلاح الدین المنجد نے ان کے فتاویٰ کو چھ جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ انھوں نے الربو، کتاب السنة والشیعة، مسادات المرأة والرجل، الغزالی وتاریخہ، لکھنی شروع کی تھی لیکن تکمیل کا موقع نہیں مل سکا۔

وہ اچھے شاعر بھی تھے، ان کی آخری نظم مقصورہ رشیدیہ ہے اس میں چار سو سے زائد اشعار ہیں۔ مقصورہ کے بعض اشعار اسرار البلاغة طبع اول اور تاریخ الاستاذ الامام (ج ۱، ص: ۵۶۷ تا ۵۶۸) میں منقول ہیں، اسی طرح جلد اول (ص: ۹۷۸ تا ۹۸۲) کے اشعار میں سید جمال الدین افغانی کی اصلاحی دعوت اور مصر میں ان کے کارناموں کا ذکر ہے۔

ان کے علاوہ انھوں نے انجیل برنا باس، تفسیر ابن کثیر و بغوی، امام المقبلی کی علم الشائخ فی آثار الحق علی الاباء والمشائخ، عبدالقادر الجرجانی کی دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغة، ابن قدامہ کی المغنی فی شرح مختصر الحر قی اور امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کی بہت سے کتابیں مقابلے، تصحیح اور تحشیہ کے ساتھ شائع کیں۔ (۲۴)

## حواشی

- ۱- محمد رشید رضا، تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبده، قاہرہ، ۱۹۳۱ء، ج ۱، ص ۲ تا ۲۴
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۴۷
- ۲- احمد امین، زعماء الاصلاح فی عصر الحدیث، قاہرہ، ۱۹۴۸ء، ص ۲۸۵ تا ۲۹۱
- ۳- محمد رشید رضا، تاریخ الاستاذ الامام، عبده، مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۳۱ء، ج ۳، ص ۲۴
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۴۸
- ۴- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۴۸
- ۵- محمد رشید رضا، تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبده، قاہرہ، ۱۹۳۱ء، ج ۱، ص ۲۶۶
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۴۸
- ۶- احمد امین، زعماء الاصلاح فی عصر الحدیث، قاہرہ، ۱۹۴۸ء، ص ۳۰۵ تا ۳۰۷
- ۷- محمد رشید رضا، تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبده، قاہرہ، ۱۹۳۱ء، ج ۱، ص ۶۴۷ تا ۷۱۷
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۰
- ۸- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۰
- ۹- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۰
- ۱۰- احمد امین، زعماء الاصلاح فی عصر الحدیث، قاہرہ، ۱۹۴۸ء، ص ۳۲۴ تا ۳۲۵
- دیکھئے دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۱
- ۱۱- دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۲
- دیکھئے محمد رشید رضا، تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبده، قاہرہ، ۱۹۳۱ء، ج ۱، ص ۹۴۶ تا ۹۴۹

- ۱۲- عباس محمد العقاد الاستاذ الامام محمد عبده مطبوعه قاہرہ ص ۲۶۷ تا ۲۷۰
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۸۶
- ۱۳- احمد امین، زعماء الاسلام فی عصر الحدیث، قاہرہ، ۱۹۴۸ء، ص ۳۲۹، ۹۳۳
- ۱۴- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۳
- ۱۵- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۳
- ۱۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۵۴
- دیکھئے خیر الدین الزرکلی، الاعلام، مطبوعه قاہرہ، ۱۹۰۶ء، ج ۷، ص ۱۳۱
- ۱۷- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۲۲
- دیکھئے شکیب ارسلان، السید رشید رضا، واخاء الربیعین، دمشق، ۱۹۳۷ء، ص ۲۳ تا ۴۳
- ۱۸- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۲۲
- ۱۹- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۲۳
- ۲۰- السید رشید رضا، شکیب ارسلان واخاء الربیعین، دمشق، ۱۹۳۷ء، ص ۱۶ تا ۷۱
- ۲۱- محمد بختہ البیطار، سید رشید رضا، درمجلہ مجمع العلمی العربی، دمشق، ج ۱۰، ص ۳۸۵ تا ۳۷۷
- دیکھئے سید سلیمان ندوی، در معارف اعظم گڑھ، ۱۹۳۸ء، ج ۳۶، ص ۴۲ تا ۲۴۳، اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۲۴
- ۲۲- محمد فواد الباقی، مفتاح کنوز السنۃ، قاہرہ، ۱۹۳۳ء، ص ق
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۲۴
- ۲۳- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۲۵
- ۲۴- اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، طبع اول، ج ۱۹، ص ۴۲۶



## باب دوم

بیسویں صدی میں علماء دارالعلوم دیوبند کی  
تفسیری خدمات

## فصل اول

دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ

سب سے پہلے اسلام میں مدرسہ کا قیام عمل میں آیا جو ”دار ارقم“ (مکہ معظمہ) کے نام سے معروف ہے یہاں صحابہ حضور ﷺ سے ایمان، عبادات، حلال و حرام وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ کئی سال بعد معراج میں نماز فرض قرار دی گئی، اس کے بعد مدارس کا آغاز مساجد سے ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی مسجد سے ملحق وہ چبوترہ جو تاریخ میں ”صفہ“ کے نام سے موسوم ہے، صحابہ کرامؓ میں سے یہاں جو حضرات فروکش ہوتے تھے وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے، اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے جب کہیں مبلغ بھیجا ہوتا تو یہیں سے لوگ بھیجے جاتے تھے (۱)

حضور پاک ﷺ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو آپ نے وہاں صحابہ کرامؓ کے دو حلقے دیکھے، ایک حلقہ میں لوگ تلاوت و دعا میں مشغول تھے اور دوسرے حلقے میں قرآن مجید کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ نے فرمایا انما بعثت معلما، یہ فرما کر آپ قرآن مجید کے حلقہ درس میں تشریف فرما ہو گئے (۲) چوتھی صدی ہجری تک تعلیم و تدریس کا کام اسی طرح مساجد سے لیا جاتا رہا اسلام کی تاریخ میں باقاعدہ مدرسہ کا آغاز (مساجد کے علاوہ) پانچویں صدی ہجری سے بیان کیا جاتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اسلام میں پہلا مدرسہ نظام الملک طوسی (م ۴۸۵ھ/ ۱۰۹۲ء) نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ کے نام سے قائم کیا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے درحقیقت اس اولیت کا شرف افغانستان کے نامور فرماں روا سلطان محمود غزنوی کے لئے مقدر تھا، چنانچہ انھوں نے ۴۱۰ھ/ ۱۰۱۹ء میں اپنے پایہ تخت میں ایک جامع مسجد تعمیر کی جو اپنی نفاست اور خوب صورتی کے لحاظ سے ”عروس فلک“ کے نام سے مشہور تھی، مسجد کے ساتھ انھوں نے مدرسہ کی عمارت بھی تعمیر کرائی تھی، مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ بھی تھا جو نادر الوجود کتابوں سے معمور تھا (۳)

سلطان محمود غزنوی کے فرزند سلطان مسعود غازی (۴۲۲ھ/ ۱۰۳۰-۴۳۳ھ/ ۱۰۴۰ء) نے بھی اپنے نامور باپ کی روایت کو برقرار رکھا، چنانچہ اس نے اپنی حدود مملکت میں بکثرت مدارس قائم کئے (۴) اگرچہ اسلام کے ابرکرم کے چھینٹے ہندوستان میں پہلی صدی ہجری کے اواخر ہی میں فاتح سندھ و

ہند محمد بن قاسم کے ذریعے ۹۳ھ (۱۲-۷۱۱ء) سے پڑنے لگے تھے، ہندوستان کے جنوبی علاقے مالا بار وغیرہ اور شمال مغرب میں سندھ اور پنجاب تک مسلمان فاتحانہ انداز سے داخل ہو چکے تھے اور انھوں نے اپنی باقاعدہ حکومت سندھ و پنجاب میں قائم کر لی تھی لیکن مسلمانوں کی مستقل وکل ہند حکومت کا قیام ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں قطب الدین ایبک کے عہد (۶۰۶ تا ۶۱۱) سے شروع ہوتا ہے۔ ملتان میں ناصر الدین قباچہ نے جو وہاں کا حکمران تھا ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ مشہور عالم قاضی منہاج سراج (م ۶۵۸ھ/ ۱۲۵۹ء) کا بیان ہے کہ اس مدرسہ کا انتظام و انصرام ان کے سپرد تھا۔ شیخ بہاء الدین زکریا (۵۷۸ھ/ ۱۱۸۲ء-۶۶۶ھ/ ۱۲۶۷ء) کا یہ ابتدائی زمانہ تھا وہ روزانہ فجر کی نماز اسی مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ اس دور کے دو اور مدرسوں کا ذکر بھی تاریخ میں ملتا ہے، جن کے نام مدرسہ مغربیہ اور مدرسہ ناصریہ تھے (۵) قباچہ نے مولانا قطب الدین کاشانی کے ماوراء النہر سے ملتان آنے کے موقع پر ایک اور مدرسہ قائم کیا تھا جس میں مولانا کاشانی مدتوں تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔

اس زمانے میں محمد بختیار خلجی جس نے سب سے پہلے بنگال فتح کیا تھا اس کی نسبت فرشتہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے بنگال میں مسجدیں، خانقاہیں اور مدرسے قائم کئے اور سب پر رونق ہو گئے (۶) علامہ مقریزی کی روایت کے مطابق آٹھویں صدی ہجری سلطان محمد تغلق (۷۲۵ھ/ ۱۳۲۴ء-۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء) کے عہد حکومت میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے موجود تھے۔ مدرسین کے لئے خزانہ شاہی سے تنخواہیں مقرر تھیں، تعلیم اس قدر عام تھی کہ کنیریں تک قرآن مجید کی حافظ اور عالم ہوتی تھیں، مدارس میں علوم دینیہ کے ساتھ معقولات اور ریاضی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، خود محمد تغلق بہت بڑا فاضل اور علم دوست بادشاہ تھا، قرآن مجید کے علاوہ اکثر فنون کی کتابیں اسے حفظ یاد تھیں اور ہدایہ کی تو چاروں جلدیں سلطان کے نوک زبانی پر تھیں (۷)

محمد تغلق کے جانشین فیروز تغلق (۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء-۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء) نے جس شان کے مدارس تعمیر کرائے اس کا اندازہ ضیاء برنی کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے کہ دہلی کا مدرسہ فیروز شاہی اپنی شوکت، خوبی عمارت، محل وقوع، حسن انتظام اور تعلیم کی عمدگی کے لحاظ سے اپنی نظیر نہیں رکھتا، پایہ تخت دہلی

کی کوئی عمارت حسن تعمیر اور موقع محل کے لحاظ سے مدرسہ فیروز شاہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ فیروز شاہ نے جہاں نئے مدارس جاری کئے وہیں اس نے پرانے مدرسوں کی تجدید بھی کی، فیروز شاہ کی تعلیمی خدمات میں یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس نے غلاموں اور ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی خاص توجہ کی۔ شمس سراج عقیف کے بیان کے مطابق عہد فیروزی میں ایک لاکھ اسی ہزار غلاموں نے علوم و فنون اور صنائع کی تعلیم حاصل کی۔ فیروز شاہ نے لڑکیوں کے لئے بھی جداگانہ مدارس قائم کئے، مشہور سیاح ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کے ایک مقام ہنور (موجودہ نام ہرنور) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”یہاں کی عورتیں حافظ قرآن مجید ہوتی ہیں، میں نے اس شہر میں لڑکیوں کے تیرہ مکاتب دیکھے (۸)

گجرات کا فرماں روا سلطان محمد عادل شاہ (۸۹۵ھ/۱۴۸۹ء-۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء) نے اپنی حدود مملکت میں مدارس جاری کئے، سلاطین شرقیہ جو پور کے حکمران تھے، انھوں نے صد ہا مدرسے تعمیر کرائے اور علماء و فضلا کو دور دراز ملکوں سے بلا کر ان کو گراں قدر جاگیریں دیں، جو پور میں اٹالہ مسجد کے ساتھ جو مدرسہ قائم تھا، ہندوستان کے مشہور اور بیدار مغز بادشاہ شیر شاہ سوری (۸۷۷ھ/۱۴۷۲ء-۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء) نے اسی مسجد کے دارالعلوم میں زانوائے تلمذہ کیا تھا (۹)

سلطان سکندر لودی (۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء-۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء) نے اپنے عہد حکومت میں بکثرت سرائیں، مدرسے اور مسجدیں بنوائیں۔ لکھنؤ میں شاہ پیر محمد (۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء) نے مدتوں بزم تعلیم گرم رکھی، ان کے بعد ان کے شاگرد رشید ملا غلام محمد نقشبندی (۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) نے اس مجلس کو اور زیادہ رونق دی، ہمایوں (۱۱۸۰ھ) اور اکبر (۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء-۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) کے عہد میں بھی مدارس کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ دہلی میں اکبر کی رضاعی ماں ماہم بیگم نے ۹۶۹ھ/۱۵۶۱ء میں ایک مدرسہ جاری کیا جس کا تاریخی نام خیر المنازل تھا (۱۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) نے اخبار الاخبار میں اپنی تحصیل علم کے سلسلے میں لکھا ہے کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک دوسرے مدرسے سے کارخ کیا جس کا نام انھوں نے مدرسہ دہلی لکھا ہے، شاہجہاں کے عہد میں مسجد فتح پوری اور مسجد اکبر آبادی تعمیر ہوئیں، مسجد فتح پوری کا

مدرسہ اسی دور کے باقیات الصالحین میں سے ہے، مسجد اکبر آبادی حوادث روزگار کی نذر ہو چکی ہے، یہی وہ مسجد تھی جس میں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کا قیام رہا ہے، مولانا محمد اسماعیل شہید اور مولانا فضل حق خیر آبادی نے تحصیل علم اسی مسجد میں کی تھی۔ ۱۰۶۰ھ/۱۶۴۹ء میں شاہجہاں نے جامع مسجد کے قریب جنوبی سمت میں ایک عظیم الشان مدرسہ دارالبقا کے نام سے تعمیر کرایا تھا، یہ مدرسہ تیرہویں صدی کے اوائل ختم ہو گیا تھا۔ مفتی صدر الدین ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں اسے دوبارہ زندہ کیا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس مدرسے میں مقیم رہے ہیں (۱۱)

مغلوں کے دور حکومت میں اور اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء-۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کے عہد کی تعلیمی ترقیاں عام شہرت رکھتی ہیں۔ اورنگ زیب نے بڑے شہروں کے علاوہ قصبات و دیہات میں بھی مدارس جاری کئے۔ لکھنؤ میں فرنگی محل کا دارالعلوم مدرسہ نظامیہ اسی عہد کی یادگار ہے۔ اورنگ زیب نے ملا نظام الدین (م ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۷ء) کو ۱۱۰۵ھ/۱۶۹۳ء میں ایک عظیم الشان مکان عنایت کیا، یہ مکان فرنگی محل کے نام سے فرانسیسی دور حکومت (۱۷۷۵-۱۸۰۳ء) میں مشہور ہوا۔ یہاں وہ مدرسہ نظامیہ ہے جہاں کا ترتیب دیا ہوا نصاب تعلیم تقریباً تین صدیوں سے ہندوستان کے مدارس عربیہ میں جاری ہے گو اس نصاب میں بہت کچھ تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔

دہلی میں غازی الدین خاں فیروز جنگ اول (م ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء) نے جو نظام الملک آصف جاہ اول کے جد امجد تھے ایک مدرسہ اجمیری دروازے کے قریب ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۲ء (دور اورنگ زیب) میں ”مدرسہ غازی الدین“ کے نام سے قائم کیا تھا، یہی مدرسہ بعد میں دہلی کالج کے نام سے مشہور ہوا، اب یہ ذاکر حسین کالج کے نام سے مشہور ہے۔ کلکتہ میں مدرسہ عالیہ اور رام پور میں مدرسہ عالیہ قائم تھا جواب تک موجود ہیں۔

ابتدائی زمانے میں تعلیم کے لئے الگ عمارتیں نہیں ہوتی تھیں، زیادہ تر یہ کام مساجد سے لیا جاتا تھا، اس زمانے کی تمام مسجدیں، مدارس کا کام دیتی تھیں، اس لئے ہر قدیم وسیع مسجد ایک بڑی درسگاہ بھی تھی، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے قدیم اسلامی شہروں میں قدم قدم پر آپ کو وسیع شاندار مسجدیں ملیں گی،

دلی، آگرہ، لاہور، جوہپور، احمد آباد گجرات وغیرہ قدیم اسلامی دارالسلطنتوں میں جو عظیم الشان مسجدیں تعمیر ہوئی تھیں ان کا بڑا حصہ تعلیم گاہوں کے کام میں آتا تھا۔ ان مسجدوں کے صحن میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے حجروں کا وسیع سلسلہ نظر آئے گا، یہ درحقیقت طلباء اور مدرسین کے رہنے کے مقامات تھے۔ (۱۲)

اس دور میں چونکہ تعلیمی کام مسجد سے سہولت لیا جاتا تھا اس لئے قدیم مساجد میں اکثر و بیشتر ایسی عمارتیں ضرور بنائی جاتی تھیں جو درس و تدریس اور طلباء کے قیام کے کام میں آسکیں، اس بارے میں مسجد نبوی کا نمونہ مسلمانوں کے سامنے تھا۔ مصر میں جامعہ ازہر اور مراکش میں جامعہ قزوین اور جامعہ زیتونہ اسی طرز کی مسجدیں ہیں۔ دہلی میں مسجد فتحپوری اسی طرز کی قدیم یادگار ہے، اس کے حجرے اور دالان اب تک درس و تدریس اور طلباء کی اقامت گاہ کے طور پر کام آتے ہیں، لاہور کی مسجد وزیر خان اور جون پور کی اٹالہ مسجد ہزاروں لاکھوں میں چند مثالیں ہیں۔ یہ مسجدیں اپنے وقت کی عظیم درس گاہیں بھی تھیں، خود دارالعلوم دیوبند بھی اولاً مسجد ہی میں قائم کیا گیا اور اس کی عمر کے ابتدائی دس سال مسجد ہی میں گزرے (۱۳)

یورپ میں بھی عموماً بڑے بڑے تعلیمی مرکزوں کا آغاز دینی و روحانی مرکزوں کلیساؤں اور خانقاہوں سے ہوا ہے۔ آج ہمارے ملک و ساری دنیا میں Convent Schools بہت مشہور ہیں جو عیسائی راہبہ عورتوں کے اسکولوں کو کہتے ہیں (یعنی خانقاہی اسکول)، کیمبرج اور آکسفورڈ وغیرہ کا سرچشمہ کلیسا اور خانقاہ ہی ہیں (۱۴)

بارہویں صدی ہجری کے آخر میں شاہ عالم بہادر شاہ اول کے انتقال کے بعد جہاں مغلوں کی سلطنت کو زوال شروع ہوا وہیں اس زمانے سے ہندوستان میں علم کے سوتے بھی خشک ہونے لگے خصوصاً دینی علم اس وقت بڑی نازک صورت اختیار کر چکا تھا۔ مدارس میں تفسیر و حدیث اور فقہ کے بجائے علوم

عقلیہ معیار فضیلت سمجھے جاتے تھے، تفسیر و حدیث کا رواج بہت کم ہو گیا تھا، اس دور میں مدارس عربیہ پر

منطق و فلسفہ کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ دہلی کی تاریخی سرزمین سے علوم نبوی کا ایک طلب گار اٹھا، یہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی تھے جو بارہ سال سے مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس میں مشغول تھے، دفعۃً

۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء میں وہ حجاز روانہ ہو گئے اور دو سال کے قریب وہاں مقیم رہ کر شیخ ابو طاہر مدنی سے مدینہ

منورہ میں علم حدیث کی تحصیل کی۔ ۱۱۳۵ھ/۱۷۳۲ء میں حضرت شاہ صاحبؒ حجاز سے واپس آئے اور مدینہ منورہ سے علم حدیث کی ایک نہر کاٹ کے ہندوستان کی سرزمین پر نئے سرے سے جاری کر دی، اس وقت علوم دینیہ اور بالخصوص علم حدیث کے جس قدر سلسلے مروّج اور موجود ہیں تقریباً ان سب کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے ہوتا ہے۔ شاہ صاحبؒ کی خداداد ذہانت اور صلاحیت کی نسبت ان کے استاذ حدیث شیخ ابوطاہر مدنیؒ کا یہ قول ہے کہ ولی اللہ الفاظ روایت کی سند مجھ سے حاصل کرتے ہیں اور میں ان کے ذریعے سے حدیثوں کے معانی کی تصحیح کرتا ہوں (۱۵)

یہ وہ زمانہ تھا جس میں علم حدیث پوری دنیائے اسلام میں ضعف و انحطاط کی آخری منزل سے گذر رہا تھا، شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ جب میں نے مصر کا سفر کیا تو جامعہ ازہر اور دوسری مسجدوں کے خطیبوں کو دیکھا کہ اپنے خطبوں میں ایسی حدیثیں پڑھتے ہیں جن کا کتب حدیث میں کہیں پتہ نہیں، ان میں ضعیف، منکر اور موضوع و جعلی روایتیں ہوتی تھیں اور یہی حال واعظوں، مفتیوں اور مدرّسوں کا تھا۔

ایسی حالت میں علم حدیث کی اشاعت و ترویج شاہ صاحبؒ کا ایک ایسا زبردست کارنامہ ہے جس کا مصر کے ایک جلیل القدر عالم سید رشید رضا کو ان الفاظ میں اعتراف کرنا پڑا اگر ہمارے ہندوستانی علما کی توجہ اس زمانے میں علم حدیث کی طرف مبذول نہ ہوتی تو مشرقی ممالک سے یہ علم ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک یہ علم ضعف کی آخری منزل پر پہنچ گیا تھا۔ (۱۶)

شاہ ولی اللہ نے علوم دینیہ کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ۶۰ سال تک دہلی میں علوم دینیہ کی خدمات انجام دیں، شاہ صاحبؒ نے درس و تدریس کے علاوہ متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں تفسیر فتح العزیز، تفسیر قرآن میں اور بستان المحدثین، محدثین کے طبقات اور ان کی مصنفات کی تاریخ میں اور تحفہ اثنا عشریہ تشیع کی حقیقت میں بہت مشہور ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد ان کے ممتاز شاگرد شاہ محمد اسحاق نے علم حدیث کی نشر و اشاعت کی خدمات انجام دیں، مشکوٰۃ المصابیح کا اردو میں ترجمہ فرمایا، مائتہ مسائل اور رسائل اربعین بھی ان کی قابل ذکر تصنیف ہیں۔ شاہ محمد اسحاق کے بعد



ان کی جانشینی کا فخر شاہ عبدالغنی مجددی کو حاصل ہوا، انھوں نے علم حدیث میں شاندار خدمات انجام دیں ابن ماجہ پر حاشیہ تحریر فرمایا جو انجام الحاجہ کے نام سے موسوم ہے، ان کے فیض تعلیم سے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور مولانا مظہر نانوتوی (بانی مظاہر علوم، سہارن پور) جیسے یگانہ روزگار علماء پیدا ہوئے جنھوں نے علم کی دنیا میں ایک نئی زندگی کا آغاز کیا (۱۷)

۲۰ بارھویں صدی کے آخر میں شاہ عالم بہادر شاہ اول کے انتقال کے بعد جہاں مغلوں کی سلطنت کو زوال شروع ہوا، وہیں اسی زمانے سے ہندوستان میں علم کے سوتے بھی خشک ہونے لگے، خصوصاً دینی علوم اس وقت بڑی نازک صورت اختیار کر چکے تھے، مدارس میں تفسیر و حدیث اور فقہ کے بجائے علوم عقلیہ معیار سمجھتے جاتے تھے، صدرائشس بازغہ اور شرح مطالع کی شروح اور حواشی تعلیم گاہوں کا معیار بن گئے تھے، تفسیر و حدیث کا رواج بہت کم ہو گیا تھا غرض کہ اس دور میں مدارس عربیہ پر منطق و فلسفہ کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اس وقت علوم دینیہ میں منقول سے کہیں زیادہ معقول کو دخل حاصل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے علوم دینیہ میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ محمد اسحاق اور پھر شاہ عبدالغنی نے علوم دینیہ کی نشاۃ ثانیہ کی جو تحریک چلائی تھی وہ ۱۸۵۷ء کے سانحہ کے نتیجہ میں بالکل ختم ہو گئی تھی، قیام دارالعلوم کی وجہ جاننے کے لئے ان تمام چیزوں کو جاننا ضروری تھا اس لئے میں نے یہاں مختصر اس کو ذکر کیا۔

### قیام دارالعلوم دیوبند

یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلے مدارس کی ابتدا مسجد سے ہوئی اس کے بعد پانچویں صدی ہجری سے مستقل مدارس کا آغاز ہوتا ہے، یہ سلسلہ بارھویں صدی ہجری تک چلتا رہا۔ بارھویں صدی ہجری کے آخر میں یہ سلسلہ قریب قریب بند ہو گیا تھا، اس کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی، ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز، اس کی بعد شاہ محمد اسحاق اور ان کے بعد شاہ عبدالغنی کا سلسلہ ۱۸۵۷ء میں بالکل بند ہو گیا۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب کی ناکامی اور مسلمانوں و علماء کی بربادی کی وجہ سے جب شاہ عبدالغنیؒ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، دیگر علم و دانش کا کارواں یہاں سے رخت سفر باندھنے پر مجبور ہو گیا، اس وقت

کے اہل اللہ اور خصوصیت سے ان بزرگوں میں جو اس خونی انقلاب سے خود بھی گزر چکے تھے اور مسلمانوں کی لاشوں کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھ چکے تھے یہ فکر و اضطراب لاحق ہوا کہ علم و معرفت کے اس کارواں کو کہاں ٹھکانہ دیا جائے اور ہندوستان میں بے سہارا مسلمانوں کے دین و ایمان کو سنبھالنے کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے اس مرکزی فکر کی روشنی میں یہ قرار پایا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور ان کی ملٹی شیرازہ بندی کے لئے ایک دینی علمی درس گاہ کا قیام ناگزیر ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا ذوالفقار علی، حضرت مولانا فضل الرحمن اور حاجی محمد عابد رحمہم اللہ نے یہ طے کیا کہ اب دہلی کے بجائے دیوبند میں یہ دینی درس گاہ قائم ہونی چاہیے، چنانچہ ان بزرگوں کی فکر سے ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء بروز پنجشنبہ، چھتے کی قدیم مسجد کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے سائے میں نہایت سادگی کے ساتھ کسی رسمی تقریب یا نمائش کے بغیر دارالعلوم کا افتتاح عمل میں آیا۔ حضرت مولانا محمود دیوبندی کو جو علم و فضل میں بلند پایہ عالم تھے مدرس مقرر کیا گیا، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دارالعلوم کے وہ اولین شاگرد تھے جنہوں نے استاد کے سامنے کتاب کھولی (۱۸) مولانا محمد قاسم کے قریبی عزیز مولانا محمد مظہر نانوتوی نے قیام دارالعلوم کے چھ ماہ بعد مظاہر علوم کے نام ایک مدرسہ سہارن پور میں قائم فرمایا۔

الحمد للہ کہ ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء بخیریت تمام ہوا، یہ وہ مبارک سال ہے جس میں بناء مدرسہ عربی دیوبند قائم ہوئی اور اس عرصہ قلیل میں اتنی رونق اور ترقی پکڑی کہ ہرگز امید نہ تھی۔ ابتداء میں خیال میں نہیں آتا تھا کہ اس قدر طلباء جمع ہوں گے، پہلے سال کے اختتام پر طلباء کی تعداد ۷۸ تک پہنچ گئی، جن میں دیوبند اور اس کے قرب و جوار کے علاوہ متعدد مقامات مثلاً بنارس، پنجاب، افغانستان کے ۵۸ طلباء شریک تھے اور چند ہی دنوں میں یہ معمولی مدرسہ ایک اقامتی درس گاہ میں تبدیل ہو گیا، آج کل الحمد للہ از ہر الہند دارالعلوم دیوبند کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے، اگرچہ یہ بظاہر ایک مدرسہ کا بہت ہی مختصر اور محدود پیمانے پر افتتاح تھا مگر درحقیقت ہندوستان میں دینی تعلیم کی ایک عظیم تحریک کے نئے دور کا آغاز تھا (۱۹)

## مصارف کا انتظام:

اسلامی عہد حکومت میں مدارس کے لئے حکومت کی جانب سے اوقاف مقرر ہوتے تھے جن سے مدارس کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے، والیان ریاست اور امراء حکومت بھی پوری فیاضی کے ساتھ مدارس کی سرپرستی کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء/۱۲۷۴ھ کی جنگ آزادی کی جدوجہد کے جرم میں انگریزوں نے مسلمانوں پر جہاں بے پناہ مظالم توڑے تھے وہیں اسلامی علوم و فنون اور مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو بھی تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، اوقاف ضبط کر لئے گئے تھے جس کی وجہ سے قدیم مدارس قریب قریب ختم ہو گئے تھے، اس لئے اب ضرورت تھی کہ اوقاف کے سابقہ طریقے پر بھروسہ کرنے کے بجائے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے، چنانچہ ایک دن بوقت اشراق حضرت حاجی سید محمد عابد حسینؒ نے سب سے پہلے خود چندہ پیش کیا اور رومال کی جھولی بنا کر چندے کے لئے تن تہا چھتے کی مسجد سے مولوی مہتاب علی مرحوم کے پاس تشریف لائے، انھوں نے چھ روپے عنایت کئے، مولوی فضل الرحمن نے بارہ روپے اور حاجی فضل حق نے چھ روپے دیئے اور مولوی ذوالفقار علی صاحب نے بارہ روپے دیئے اور ذوالفقار علی الثانی دیوبندی نے بارہ روپے دیئے، وہاں سے اٹھ کر محلہ ابوالبرکات پہنچے، دوسور روپے جمع ہو گئے اور شام تک تین سو روپے، یہ قصہ بروز جمعہ، دوم ماہ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء میں ہوا۔ یہ قومی چندہ کی پہلی تحریک اور مفید بنیاد تھی۔ قومی چندہ کے ذریعہ مدرسہ قائم کرنے کا طریقہ نہ صرف دارالعلوم کے لئے بلکہ پوری دنیا کے اداروں کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہوئی، حصول سرمایہ کے لئے ہندوستان میں یہ سب سے پہلا اصول تھا جو عملاً بہت کامیاب ثابت ہوا، اس اصول کی بنیاد پر جا بجا مدارس جاری ہونے شروع ہو گئے۔ قیام دارالعلوم (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء) کے بعد رفتہ رفتہ جگہ جگہ اسی اصول پر مدارس قائم ہوئے چنانچہ آگے چل کر یہ طریقہ اس قدر کامیاب ہوا کہ مدارس عربیہ سے تجاوز کر کے اسکولوں، کالجوں اور دوسرے اداروں میں عام ہو گیا۔ قیام دارالعلوم کے آٹھ نو سال کے بعد ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم مسلمانان (جو ۱۸۷۷ء میں محمدن اینگلو اورینٹل کالج بنا اور پھر ترقی کر کے ۱۹۲۰ء میں مسلم یونیورسٹی) بھی اسی طریقے پر قائم ہوئی اور آج کل بے شمار قومی اداروں کی بنیاد اسی نظریہ

پر قائم ہے۔ دارالعلوم سے پہلے اجتماعی طریقے پر مدارس و انجمن قائم کرنے، چندہ جمع کرنے، سالانہ روئیداد شائع کرنے اور عوام کو بصورت جلسہ جمع کر کے عملی نتائج دکھلانے کے طریقے سے لوگ واقف نہ تھے، دارالعلوم نے یہ مثال پیش کر کے ملک اور قوم کے لئے ایک نئی زندگی کا آغاز کر دیا (۲۰)

تیرھویں صدی کے اواخر میں جب کہ ہندوستان میں مدارس کا سابقہ نظام تقریباً ختم ہو چکا تھا کہیں کہیں کچھ مدارس اگر باقی بھی تھے تو صرف مقامی حیثیت رکھتے تھے، ان میں سے کسی کو بھی مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی اور ان میں علوم معقولہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی ان علوم کی کتابیں صدرا، شمس بازغہ اور شرح مطالع اور اس کے شروح و حواشی وغیرہ معیار فضیلت سمجھے جاتے تھے، علوم منقولہ حدیث و تفسیر وغیرہ کی تعلیم کا بہت ہی کم رواج تھا اس وقت کچھ اہل خیر نے دارالعلوم کے نقش قدم پر بمقامات مختلفہ دہلی، میرٹھ، خوجہ، بلندشہر، مظفرنگر، مراد آباد، رام پور، گلاوٹھی، تھانہ بھون وغیرہ میں مدرسے جاری فرمائے (۲۱)

برصغیر کے افق پر قیام دارالعلوم دیوبند سے اب تک اتنی بڑی تعداد میں مدارس جاری ہو چکے ہیں کہ ان کا شمار آسان نہیں، کلکتہ کی ایک انجمن ندائے اسلام مدارس دیدیہ کی فہرست شائع کرتی رہی ہے ۱۳۹۳ھ کی فہرست میں ۶۰۸ دینی مدارس کے نام درج ہیں جن میں صرف اتر پردیش کے ۲۲۸ مدارس کے نام ملتے ہیں۔ پاکستان میں ۹۱۵ مدارس ہیں جن میں دیوبندی مدارس کی تعداد ۴۵۸ ہے ہمدرد نے بھی ہزاروں مدارس کی ایک عظیم الشان فہرست مرتب کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ ہر صوبہ کے الگ الگ مدارس ہیں۔

## دارالعلوم کی ترقی:

دارالعلوم قائم ہوتے ہی اس نے حیرت انگیز طور پر ترقی کی جانب قدم بڑھانا شروع کر دیا اور چھتہ کی مسجد ناکافی ثابت ہونے لگی تو اسے دوسری قدیمی مسجد میں منتقل کیا گیا جو قاضی مسجد کہلاتی ہے مگر کچھ دنوں کے بعد جب یہ بھی ناکافی ثابت ہوئی تو قاضی مسجد کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیا گیا مگر یہ بھی ناکافی تھا چنانچہ اکابر دارالعلوم نے یہ محسوس کیا کہ اب دارالعلوم کے لئے ایک وسیع اور کشادہ عمارت کی ضرورت ہے، اس زمانہ میں جامع مسجد زیر تعمیر تھی ۱۲۹۰ھ میں جامع مسجد تیار ہو گئی تو دارالعلوم کو اس میں

۱۲۸۸ھ میں منتقل کیا گیا مگر بہت جلد یہ بھی ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت مولانا نانوتوی کے ایماء پر مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ دارالعلوم کے لئے آبادی سے باہر ایک کشادہ اور وسیع عمارت تعمیر کی جائے چنانچہ جلسہ تقسیم انعام کے موقع پر یہ تجویز پیش کی گئی جس کو حاضرین جلسہ نے پسند کرتے ہوئے ضروری قرار دیا اور اس کے لئے چندہ شروع ہو گیا اور چند ہی دن بعد دیوبند کے شمال مغرب میں چھتہ کی مسجد کے قریب ایک قطعہ تھا جو خرید لیا گیا (۲۲)

### دارالعلوم کا اولین سنگ بنیاد:

۲ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۶ء یوم جمعہ کو جامع مسجد میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا یہ دارالعلوم کا پہلا جلسہ تھا، دیوبند کی گلی گلی اور کوچہ کوچہ قال اللہ وقال الرسول کی آوازوں سے معمور نظر آتا تھا، ہر جگہ تفسیر و حدیث کا چرچا تھا، مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی، نماز جمعہ کے بعد سند تقسیم ہوئی۔ تقسیم اسناد کے بعد مجمع جامع مسجد سے اٹھ کر وہاں پہنچا جہاں دارالعلوم کی عمارت کے لئے بنیاد رکھی جانے والی تھی۔ سنگ بنیاد حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے دست مبارک سے رکھوایا گیا، اس کے بعد ایک ایک اینٹ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ، حضرت میانجی مٹے شاہ اور حضرت حاجی عابدؒ نے رکھی (۲۳)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے تعمیر کا مادہ تاریخ ”اشرف عمارات“ سے نکالا، اشرف عمارات کے اعداد بحساب ابجد ۱۲۹۳ آتے ہیں۔ سنگ بنیاد ۲ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو رکھا گیا تھا مگر چونکہ تعمیر کا کام سال آئندہ میں شروع ہوا تھا اس لئے ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۷ء کو آغاز تعمیر قرار دیا گیا۔ آٹھ سال کی مدت میں ۲۳۰۰۰ روپے کے صرفہ سے یہ عمارت ”نودرہ“ کے نام سے بن کر تیار ہوئی، اس عمارت کے دو درجے ہیں، ہر ایک درجے میں نو، نودرہ وازے ہیں، اس کا طول ۲۶ گز اور عرض ۱۲ گز ہے، حضرت مولانا رفیع الدین نے (جن کے زمانے میں یہ عمارت تعمیر ہوئی) آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ ارشاد فرما رہے ہیں کہ ”یہ احاطہ تو بہت مختصر ہے“ یہ فرما کر خود عصائے مبارک سے ایک طویل و عریض نقشہ کھینچ کر بتلایا کہ ان نشانات پر تعمیر کی جائے چنانچہ اسی کے مطابق بنیاد کھدوا کر تعمیر شروع کرائی گئی۔ دارالعلوم کا یہ مقام احاطہ مولسری کے نام سے موسوم ہے، اسی احاطے میں وہ تاریخی کنواں ہے جو نودرے کے

سامنے بنا تھا، یہ کنواں بڑا بابرکت سمجھا جاتا ہے، اس کا پانی نہایت شیریں و ٹھنڈا ہے۔ مولانا رفیع الدین صاحب نے ایک دوسرے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ یہ کنواں دودھ سے بھرا ہوا ہے اور آنحضرت ﷺ پیالے سے دودھ تقسیم فرما رہے ہیں، بعض لوگوں کے پاس چھوٹے برتن ہیں اور بعض کے پاس بڑے اور ہر شخص اپنا اپنا برتن دودھ سے بھرا کر لے جا رہا ہے، مولانا نے برتنوں کے چھوٹے بڑے ہونے کی یہ تعبیر دی ہے کہ اس سے ہر شخص کا ”ظرف علم“ مراد ہے (۲۴)

### دارالعلوم دیوبند میں دارالحدیث کا سنگ بنیاد:

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ”سب صاحب ایک ایک دودوا اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھ دیں نامعلوم حق تعالیٰ کے یہاں کس کا خلوص مقبول ہو جائے“ چنانچہ تمام شرکاء جلسہ نے دودوا اینٹیں رکھیں۔ اسلامی عہد حکومت کے ہندوستان میں چپے چپے پر مدارس کا جال بچھا ہوا تھا لیکن مدارس کی اس کثرت و بہتات کے باوجود ہندوستان میں دارالحدیث کے نام سے کوئی عمارت اس سے پہلے نہیں تھی۔ (۲۵)

دارالحدیث کی بنیاد ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ میں رکھی گئی اور ۱۳۴۹ھ میں مکمل ہوئی یہ طویل و عریض عمارت نو درہ کی پشت پر واقع ہے۔ نو درہ کی پشت پر جو عمارت واقع ہے یہی قدیم دارالحدیث ہے مگر آج کل درس حدیث کے بجائے دوسری مختلف جماعتیں پڑھتی ہیں۔ اب حدیث کا درس اس عمارت میں ہوتا ہے جو نو درہ کے اوپر واقع ہے اور ”دارالحدیث فوقانی“ کے نام سے موسوم ہے اور اس موجودہ عمارت کا سن تعمیر ۱۳۵۲ھ ہے (۲۶)

### دارالعلوم دیوبند کے شعبہ جات:

دارالعلوم دیوبند کا وسیع تعلیمی اور دفتری نظم ۲۳ شعبوں پر منقسم ہے، یہ شعبے بلحاظ نوعیت تین حصوں میں تقسیم ہیں، تعلیمی شعبہ جات، مالی شعبہ جات اور انتظامی شعبہ جات

الف: تعلیمات: دارالافتاء، معارف القرآن، جامعہ طیبہ، تبلیغ، صنعت و حرفت، کتابت،

ورزش، نشریات۔

ب: مالیات: تنظیم و ترقی، اوقاف

محاسبی کا تعلق آمد و صرف سے ہے۔ تنظیم و ترقی اور اوقاف آمدنی کے شعبے ہیں۔

ج: انتظامیات سے تعلق رکھنے والے شعبے یہ ہیں:

اہتمام، محافظ خانہ، کتب خانہ، دارالمطالعہ، مطبخ، تعمیرات، اجلاس صد سالہ، برقیات، صفائی، روشنی، آب رسانی، امور خارجہ، دارالاقامہ، پریس۔

### شعبہ تعلیمات:

دارالعلوم کا بنیادی نقطہ نظر اور اس کا اساسی مقصد دینی تعلیم و تدریس ہے۔ شعبہ تعلیمات کی ابتدا صرف ایک استاذ اور ایک شاگرد سے ہوئی تھی، آج الحمد للہ یہ شعبہ اپنے متعدد ذیلی شعبوں/محکموں پر منقسم ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

- ۱- شعبہ عربی: عربی کے ۸ سالہ نصاب تعلیم کے لئے ہے
- ۲- شعبہ فارسی: یہ شعبہ فارسی ادب، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ اور ہندی وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے
- ۳- شعبہ تجوید و قرأت: اس شعبہ میں قرأت و تجوید کی مکمل تعلیم کے علاوہ عربی جماعتوں کے تمام طلبہ خاص کردورہ حدیث کے طلبہ کو لازمی طور پر پارہ عم کی مشق تجوید کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔
- ۴- شعبہ قرآن شریف: یہ شعبہ چھوٹے بچوں کو ناظرہ اور حفظ قرآن شریف کی تعلیم دیتا ہے
- ۵- شعبہ اردو دینیات: اس شعبہ کے نصاب میں اردو زبان میں دینیات کی تعلیم کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، حساب اور ہندی وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔
- ۶- شعبہ طب: یہ شعبہ طب کی تعلیم کے لئے ہے۔ آج کل یہ شعبہ بند ہے طب کی تعلیم نہیں ہوتی۔
- ۷- تعلیم افتاء: فتویٰ لکھنے کی صلاحیت پیدا کرنا اس شعبہ کا کام ہے
- ۸- شعبہ خوش نویسی: یہ شعبہ خط کی صفائی کے ساتھ کتابت کی مشق بھی کراتا ہے
- ۹- شعبہ صنعت و حرفت: یہ شعبہ طلبہ کو ہلکی پھلکی صنعتیں سکھانے کے لئے ہے

ان شعبہ جات میں ۶۰ اساتذہ مامور ہیں، طلبہ کی تعداد ہر سال کم و بیش ڈیڑھ پونے دو ہزار کے لگ بھگ رہتی ہے (۲۷)

دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کی طرح تحریر و تقریر کو بھی اہم ترین تمرینی جزء قرار دیا گیا ہے تاکہ طلبہ اپنے فرائض دعوت و ارشاد کو خوش اسلوبی کے ساتھ موجودہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے اہل ثابت ہو سکیں۔ تقریر و تحریر، خطابت و طرز ادا کا ملکہ پیدا کرنے کے سلسلہ میں طلبا کی متعدد انجمنیں قائم ہیں ان انجمنوں کے عموماً چار شعبے ہیں:

(۱) شعبہ تقریر عربی و اردو اور دیگر السنہ

(۲) شعبہ تحریر عربی و اردو اور دیگر السنہ

(۳) شعبہ مذاکرہ

(۴) شعبہ مطالعہ

### دارالافتاء:

دارالعلوم دیوبند میں فتویٰ نویسی کا کام اولاً اساتذہ کے سپرد رہا مگر جب طلبہ فتاویٰ کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھ گئی تو ۱۳۱۰ھ میں مستقل دارالافتاء کے نام سے شعبہ قائم کیا گیا، دارالافتاء سے جو فتاویٰ طلب کئے جاتے ہیں ان میں روزمرہ کے معمولی مسائل کے علاوہ اہم پیچیدہ اور غور طلب مسائل، پنچایتوں کے فیصلے، عدالتوں کی اپیلیں اور مختلف الاحکام فتاویٰ کثرت سے ہوتے ہیں۔ ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۹۶ھ تک جو فتاویٰ دارالافتاء سے جاری ہوئے ان کی تعداد ۴۳۹۳۶ ہے۔ ان فتاویٰ کی اب تک ۱۰ جلدیں ”فتاویٰ دارالعلوم“ کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔

مجلس معارف القرآن: اس شعبہ کا کام علوم قرآنی پر محققانہ کتابیں شائع کرنا ہیں

جامعہ طبیہ :

آج کل یہ شعبہ نہیں ہے



## شعبہ تبلیغ :

۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں جب شدھی سنگٹھن کی منظم تحریک ملک میں جاری ہوئی تو مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے اس کا ایک مستقل شعبہ 'شعبہ تبلیغ' کے نام سے قائم کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند میں جس طرح دینی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اس کی ہندوستان میں مثال نہیں ملتی اسی طرح تبلیغی خدمات کی وسعت و کثرت میں بھی اس کی مثال اس صدی کی تاریخ میں نظر نہیں آتی (۲۸)

## شعبہ کتابت :

ایک مشہور مقولہ ہے الخط نصف العلم، جس میں خط کو نصف علم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خوش نویسی درحقیقت صنعت و حرفت کی ایک صنف ہے۔ پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ خط کی عمدگی کی مشق بھی نہایت ضروری سمجھی جاتی تھی مگر اب کچھ عرصے سے خط کی عمدگی اور پاکیزگی کی جانب سے بھی روزمرہ بے اعتنائی بڑھتی جا رہی ہے، خصوصاً مدارس عربیہ میں تقریباً مفقود ہو گئی ہے، دارالعلوم میں اس کی ضرورت کے پیش نظر مستقل شعبہ کتابت قائم ہے۔ یہ شعبہ دو درجوں میں تقسیم ہے، پہلا درجہ ان طلباء کے لئے ہے جو بدخطی اور تحریری نقائص کو حسن خط سے تبدیل کرنا چاہیں، دوسرے درجے میں فن خوش نویسی کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ طلبہ کو مشق خط کا سالانہ امتحان دینا ہوتا ہے۔

## شعبہ صنعت و حرفت :

دارالعلوم دیوبند نے طلباء کے لئے حصول معاش اور اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے لئے گئی صنعتوں کو جاری کیا ہے چونکہ روٹی کا مسئلہ اس زمانہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لئے زمانے کے مقتضیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے صنعت و حرفت کا اجرا کیا تاکہ فضلاء دارالعلوم صنعت و حرفت کو ذریعہ معاش بنا کر دین کی خدمت بے فکر اور آزادی سے انجام دے سکیں چنانچہ ۱۳۶۵ھ سے جلد سازی، خیاطی اور ہول ڈال اور سوٹ کیس وغیرہ بنانے کی تعلیم کا آغاز کیا گیا تاکہ فضلاء دارالعلوم پر کسب رزق کی راہیں کھل سکیں اور وہ وقت کے سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح نہ بہ جائیں اور نہ دین کو کسب رزق کا ذریعہ بنانے والوں کی

طرح لوگوں کی نظر میں بے قیمت ہو جائیں بلکہ اپنے اخلاقی وزن کو قائم رکھتے ہوئے دین کی خدمت کر سکیں اور قوم کے کام آسکیں۔

### شعبہ نشریات :

دارالعلوم کا ماہانہ اردو ترجمان ”دارالعلوم“ دیوبند اور پندرہ روزہ اخبار ”الداعی“ عربی میں شائع ہوتا ہے، مجلہ دارالعلوم اور الداعی کے دینی اور علمی مضامین ملک و بیرون ملک میں مقبول ہیں۔ دارالعلوم کا موقف اور اہل قلم علماء کے مضامین و مقالات شائع کئے جاتے ہیں اس کے علاوہ دارالعلوم کی جانب سے شائع ہونے والی کتابوں کی اشاعت کی جاتی ہے۔

### شعبہ ورزش :

اس شعبہ میں مختلف قسم کی ورزش سکھلانے کا انتظام ہے

### شعبہ محاسبی :

ادنیٰ سے ادنیٰ رقم اور معمولی سے معمولی چیز بغیر رسید کے داخل نہیں کی جاتی، ہر قسم کے آمد و صرف کی شعبہ دار اور آمد و ارفعیلات رکھنا اس کے فرائض میں ہے۔ مالی لحاظ سے دارالعلوم کا ہر شعبہ وابستہ ہے، جانچ پڑتال کے لئے اس کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا رہتا ہے اس کے باوجود مزید احتیاط کے طور پر رجسٹرڈ وڈیٹروں سے سالانہ حسابات چیک کرائے جاتے ہیں۔

شعبہ تنظیم و ترقی: دارالعلوم دیوبند کا مالیہ فراہم کرنا اس شعبہ کا اصل کام ہے، متعدد سفیر مامور ہیں یہ سفراء ملک کے گوشے گوشے میں دورے کرتے ہیں اور کم و بیش ہر جگہ سے انھیں مالی اور اخلاقی امداد ملتی ہے، یہ شعبہ ۱۳۵۵ھ میں قائم ہوا ہے۔

### شعبہ دارالاقامہ :

دارالاقامہ کے آٹھ وسیع ہالوں اور ۲۱۰ کمروں میں کم و بیش ایک ہزار طلباء کا قیام رہتا ہے۔ دارالعلوم ایک تعلیمی ادارہ ہے اور تعلیمی اداروں میں نوجوانوں کا اجتماع ہوتا ہے اور نوجوانوں کی زندگی

الشباب شعبة من الجنون کی منزل میں ہوتی ہے اور عام طور پر نوجوانوں میں خلاف طبع امور کا پیش آنا ایک طبعی بات ہے جس سے دنیا کا کوئی اجتماع مستثنیٰ نہیں ہو سکتا اور بعض اوقات معمولی معمولی باتوں پر شکایت پیدا ہو کر جنون آمیز حرکات کا صدور ہو جانا ناگزیر ہے ایسے حالات میں دارالاقامہ کا فرض ہے کہ فوری کارروائی کرے اور فریقین کے بیانات اور شہادتوں کی روشنی میں شرعی فیصلہ صادر کرے۔

### شعبہ اجلاس صد سالہ:

مولانا حامد الانصاری غازی اس شعبے کے سربراہ تھے۔ فضلاء دارالعلوم کی دینی، علمی، معاشرتی، سیاسی اور دوسری خدمات جو وہ مختلف دائروں میں انجام دے رہے تھے اس شعبے کے ذریعے سے ان کا ریکارڈ کیا جا رہا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس شعبے کی جانب سے ایسے نقشے اور گراف تیار کئے گئے ہیں جن سے ایک نظر میں دارالعلوم کی کارکردگی معلوم کی جاسکتی ہے۔

### شعبہ صفائی :

صحت عامہ بڑی حد تک صفائی پر موقوف ہے، اس کے علاوہ حدیث میں اس کی بڑی تاکیدائی ہے اس لئے دارالعلوم میں صفائی کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے۔ صفائی کے لئے کم و بیش دس بارہ خاکروب اور دو سٹے مستقل طور پر ملازم رہتے ہیں۔

### شعبہ برقیات (روشنی اور پانی):

دارالعلوم دیوبند میں درس گاہوں، دفاتر، مسجد، دارالاقامہ وغیرہ تمام جگہوں میں پانی اور روشنی کا انتظام کرنا اس شعبہ کا کام ہے

### شعبہ امور خارجہ :

اس شعبہ میں بیرونی طلبہ کے پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کے سلسلے میں ضروری تحفظات اور عام طلباء کے لئے ریلوے کنسیشن فراہم کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

### شعبہ اوقاف :

وقتاً فوقتاً اہل خیر چھوٹی چھوٹی جائیدادیں دارالعلوم کے لئے وقف کرتے رہے، البتہ کوئی ایسی جائیداد جس کے ذریعے سے دارالعلوم کے معتد بہ مصارف پورے ہو سکیں اوقاف دارالعلوم میں نہیں۔

### ادارہ اہتمام :

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور عاملہ کی تجاویز اور فیصلے ادارہ اہتمام ہی کے ذریعے سے نافذ کئے جاتے ہیں۔ تمام شعبوں کا نظم و نسق، حسابات اور ان کی جانچ پڑتال اسی ادارہ سے متعلق ہے اس لئے ادارہ اہتمام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ادارہ اہتمام کی عمارت دارالعلوم کے صدر دروازہ کے اوپر واقع ہے، یہ عمارت ۱۳۱۵ھ میں تعمیر ہوئی ہے۔

### محافظ خانہ:

دارالعلوم دیوبند کے تمام شعبہ جات کے کاغذات اور دستاویزات اسی شعبے میں محفوظ رکھے جاتے ہیں اس کے علاوہ دارالعلوم کا تمام تاریخی سرمایہ محفوظ ہے اس لئے اس شعبہ کو انتظامیہ کی روح سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ شعبہ ادارہ اہتمام سے ملحق ایک دو منزلہ کمرے میں واقع ہے۔

### کتب خانہ:

طلباء کے مطالعہ و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے لئے ضروری تھا کہ ایک اعلیٰ درجے کا کتب خانہ موجود ہو، اس غرض سے دارالعلوم کے قیام کے ساتھ ہی کوششیں شروع کر دی گئی تھیں چونکہ ہندوستان میں پریس چلا ہی چلا تھا، کتابیں کم یا ب اور ان کی قیمتیں گراں تھیں اس لئے طلباء کے پڑھنے کے لئے کچھ درسی اور غیر درسی کتابیں مستعار لے لی گئیں۔ معلومات عامہ اور ترقی علم کے لئے غیر درسی کتب کی فراہمی بھی اسی قدر ضروری ہے جتنی کہ درسی کتب کی، دارالعلوم کا کتب خانہ دو شعبوں پر منقسم ہے ایک درسی کتابوں کا ہے اور دوسرے میں غیر درسی کتابیں رکھی گئی ہیں اور دونوں شعبوں کے انتظامات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

کتب خانہ دارالعلوم میں عربی و فارسی اور اردو کے علاوہ انگریزی، رومن، یونانی، ترکی،

انڈونیشی، سنسکرت، ہندی، ٹیمل، بنگلہ، گجراتی، گورکھی، مرہٹی، کناڈی، پشتو، پنجابی وغیرہ زبانوں کی کتابیں بھی کم و بیش مختلف موضوعات پر موجود ہیں۔ عربی، اردو اور فارسی ان تینوں زبانوں کی کتابیں زیادہ ہیں۔ یہ کتابیں ترتیب و تقسیم کے لحاظ سے ۹۹ عنوانات پر منقسم ہیں۔

کتب خانہ دارالعلوم میں مطبوعہ کتابوں کے علاوہ مخطوطات کا کافی ذخیرہ موجود ہے، مخطوطات کی تعارفی فہرست شائع کی جا رہی ہیں، اس کی دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد صرف تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد و کلام وغیرہ پر مشتمل ہے اور دوسری جلد میں تصوف، تاریخ، معانی، ادب عربی، لغت، فلسفہ، منطق، ہیئت، صرف، نحو، مناظرہ، ریاضی، طب، متفرقات، ادب فارسی، ادب اردو کے مخطوطات کا تعارف ہے۔ کتب خانہ دارالعلوم کی موجودہ عمارت کا آغاز ۱۳۲۵ھ میں ہوا بعد ازاں وقتاً فوقتاً اس میں اضافہ ہوتا رہا، کتب خانہ میں کتابوں کے علاوہ اخبارات و رسائل کے مطالعے کا بھی معقول انتظام ہے۔ کتب خانہ دارالعلوم سے گزشتہ چند سالوں سے ہندوستان کے علاوہ انگلستان، جرمنی، امریکہ اور جاپان کے متعدد ریسرچ اسکالراپے تحقیقی کام میں استفادہ کرتے رہے ہیں دارالعلوم کی جانب سے ایسے لوگوں کو حتی الامکان سہولت پہنچائی جاتی ہے۔

### شعبہ مطبخ:

ابتداءً اہل شہر ایک ایک دو دو طلبا کو کھانا دیتے تھے اور کچھ طلبا کو نقد وظیفہ دیا جاتا تھا، یہ دوسری صورت طلبا کے لئے بے حد تکلیف دہ و نقصان رساں تھی اس وقت کو رفع کرنے کے لئے ۱۳۲۸ھ میں مطبخ قائم کیا گیا، پہلے سال میں ۲۵-۳۰ طلبا کا کھانا پکاتا تھا، صرف ایک طبخ سے اس کی ابتدا ہوئی تھی لیکن اب ۲۸ افراد کا عملہ اس میں لگا ہوا ہے۔

### شعبہ تعمیرات:

بالعموم ہر سال تعمیرات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، وقتاً فوقتاً اللہ کے مخلص بندے تعمیرات کی تیاری پر آمادہ ہوتے رہے اور بقدر آمدنی عمارتیں تیار ہوتی رہیں، ۱۳۸۲ھ تک دارالعلوم کی تعمیرات پر جو رقم صرف ہوئی اس کی مجموعی مقدار گیارہ لاکھ آٹھ سو اکیانوے روپے ہیں۔ (۳۰)

## حواشی

- ۱- علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، مطبوعہ، نامی پریس کراپور، طبع اول، ص ۲۱۰
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، طبع اول، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، ج ۱، ص ۶۷
- دیکھئے حافظ محمد بن یزید بن ماجہ القزوی، سنن ابن ماجہ، مجتہائی دہلی ۱۳۳۳ھ، باب فضل علماء
- ۲- حافظ محمد بن یزید بن ماجہ القزوی، سنن ابن ماجہ، مجتہائی دہلی ۱۳۳۳ھ، باب فضل علماء،
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، طبع اول، ۱۳۹۷ھ، ج ۱، ص ۶۸
- ۳- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، طبع اول، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، ج ۱، ص ۶۸
- دیکھئے حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مطبعة السعادة مصر ۱۳۵۱ھ
- دیکھئے علامہ ابن اثیر جذری حاشیہ تاریخ کامل، مطبوعہ مصر ۴۰۰ھ، دیکھئے ابوالقاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ج ۱، ص ۳۰
- ۴- ابوالقاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ج ۱، ص ۴۴
- ۵- سفرنامہ ابن حوقل، مطبوعہ لائیڈن، ص ۲۲۵ تا ۲۳۳
- دیکھئے پروفیسر ٹی، ڈبلیو آرنلڈ، پریچنگ آف اسلام، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء، ص ۲۵۴
- دیکھئے منہاج سراج، طبقات ناصری، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ
- ۶- ابوالقاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ج ۲، ص ۴۰۸
- ۷- علامہ تقی الدین مقریزی، کتاب الخطط، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۳۴
- ۸- ترجمہ اردو سفرنامہ ابن بطوطہ، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۲ تا ۷
- دیکھئے شمس سراج عقیف، ترجمہ تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ص ۵۵۹
- دیکھئے ابوالقاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ج ۱، ص ۱۵۱
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۷۲ تا ۷۳
- ۹- مولانا سید مناظر حسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی، ص
- دیکھئے خیر الدین: وفات (۱۸۳۳ء) جون پور نامہ، ص ۴
- دیکھئے غلام حسین طباطبائی، سیر المتاخرین، نول کشور لکھنؤ ۱۳۱۴ھ، ج ۱، ص ۱۴۰،

- ۱۰- ابوالقاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ج ۱، ص ۱۸۷
- دیکھئے مولانا سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ص ۱۵
- ۱۱- مولانا سید مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی، مطبوعہ نیشنل پریس دیوبند، ص ۲۹
- دیکھئے بشیر الدین احمد، واقعات دارالحکومت دہلی، مطبوعہ سٹمپ پریس آگرہ، ج ۲، ص ۱۱۳
- دیکھئے شیخ عبدالحق دہلوی، اخبار الاخبار، مجتہائی دہلی ۱۳۳۲ھ، ص ۴۹۲
- ۱۲- مولانا ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں۔ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ص ۳۳
- ۱۳- مولانا غلامی علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۲۸ھ، ص ۲۲۲
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول،
- ج ۱، ص ۸۱ تا ۸۴
- ۱۴- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۸۳
- ۱۵- ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی، مطبع ہاشمی میرٹھ ص ۸۲ بحوالہ مولانا محمد منظور نعمانی ”الفرقان“ کا
- شاہ ولی اللہ نمبر ۱۷۱ (ماہنامہ) ۱۳۵۹ھ
- دیکھئے کمالات عزیزی، مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۸۹۷ء، ص ۱۱۴
- دیکھئے مولانا عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک، مرکز کٹا پریس لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۸۲
- ۱۶- علامہ سید رشید رضا، مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ، ص ۴
- ۱۷- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۶۸ تا ۶۹
- ۱۸- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۱۲۸ تا ۱۵۵
- دیکھئے مولانا سید مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی، مطبوعہ صادق الانوار بھاول پور ۱۲۹۷ھ، ص ۲۲
- دیکھئے مولانا حافظ محمد احمد صاحب، مدرسہ اسلامی عربی کازرین ماضی و مستقبل، مطبوعہ الفضل المطابع دہلی ۱۹۱۰ء، ص ۲۲
- ۱۹- رودارہائے دارالعلوم دیوبند، شائع کردہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲۸۳ھ، ص ۲ تا ۲
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند ص ۷۵
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۱۵۵ تا ۱۵۹
- ۲۰- مولانا مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی، مطبوعہ نیشنل پریس دیوبند، ج ۲، ص ۲۵۸ تا ۲۵۹
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند ص ۱۵۰ تا ۱۵۲
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند ص ۳۳۰ تا ۳۳۵

- ۲۱- سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ اشوک پریس دہلی، ص ۳۶۰
- ۲۲- سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ اشوک پریس دہلی، ص ۱۸
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ آزاد پریس دیوبند، ص ۳۶۰ تا ۳۶۲
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۱۰۷ تا ۱۶۰،
- ۲۳- امیر شاہ خاں، ارواح ثلاثہ مجموعہ حکایات، مطبوعہ آزاد پریس دیوبند، ص ۲۵۲
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ آزاد پریس دیوبند، ص ۳۷۷
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ اشوک پریس دہلی، ص ۸۲
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۱۳۳ تا ۱۸۴
- ۲۴- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۱۸۳ تا ۱۸۶
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ اشوک پریس دہلی، ص ۸۲ تا ۸۳
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ آزاد پریس دیوبند، ص ۳۷۷ تا ۳۷۹
- ۲۵- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۲۲۶
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ اشوک پریس دہلی، ص ۸۵
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، مطبوعہ آزاد پریس دیوبند، ص ۲۸۳
- ۲۶- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۱، ص ۲۲۶
- ۲۷- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۶۳
- ۲۸- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۳۱۹
- ۲۹- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۳۳۳
- ۳۰- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۳۳۱



## فصل دوم

علمائے دارالعلوم دیوبند کی قرآنی خدمات

## ترجمہ موضح فرقان

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی (پ: ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱-م: ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰)

جن حضرات کے علمی و عملی کارناموں کا ذکر کئے بغیر ہندوستان کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی انہی میں سے شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کا نام نامی ہے۔ آپ ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں بمقام بریلی پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں دارالعلوم سے علوم مروجہ کی تکمیل کی، ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں دارالعلوم دیوبند کے مدرس چہارم بنائے گئے، ۱۳۰۶ھ/۱۸۹۰ء میں صدارت کے منصب پر فائز ہوئے، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں ریشمی رومال نامی تحریک شروع کی، ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیئے گئے اسیری کے زمانے میں آپ نے قرآن مجید کا مشہور ترجمہ موضح فرقان کیا (۱)

ترجمہ کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شیخ الہند لکھتے ہیں:

ہماری عرض صرف یہ ہے کہ یہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید ہے، ایک تھوڑے سے بہانے سے نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے اور ہم اس کے فیض سے محروم نہ ہو جائیں، اس لئے ہم نے حضرت شاہ صاحب (اس سے مراد شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ موضح قرآن ہے) کے ترجمہ میں ترمیم و اضافہ کیا ہے (۲)

ترمیم کی نوعیت بیان کرتے ہوئے حضرت مترجم لکھتے ہیں:

میں نے ترمیم صرف دو امر میں کی ہے اول لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا ہے۔

ترجمہ عام فہم اور سلیس ہے تبدیلیوں کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کی خوبیوں کا کامیاب مرقع نظر آتا ہے نمونہ ترجمہ یہ ہے:

”سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا، بے حد مہربان نہایت رحم والا، مالک روز جزا کا، تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا، جن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے“ (۳)

ترجمہ کی ابتداء حضرت شیخ الہند نے ۱۳۲۷ھ میں کی تھی اور اختتام ۱۳۳۸ھ زمانہ اسیری ہی میں ہوا، مولانا نے ترجمہ کے بعد فوائد موضح فرقان کے نام سے حاشیہ بھی لکھنا شروع کیا تھا، سورہ نساء تک یہ حواشی لکھے جا چکے تھے کہ ۱۳۳۸ھ میں آپ کی رہائی عمل میں آ گئی اور آپ ہندوستان تشریف لے آئے اور ۱۳۳۹ھ میں واصل بحق ہو گئے۔

آپ کی وفات کے بعد مدینہ پرلیس بجنور نے یہ ترجمہ ۱۳۴۲ھ میں مع حواشی مولانا شبیر احمد عثمانی مکمل بلاک کے ذریعہ چھپوایا متعدد اڈیشن نکل چکے ہیں اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے (۴)

### ترجمہ قرآن

مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ (پ: ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء - وفات: ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری ملت کو ناز ہے۔ آپ کا تاریخی نام کرم عظیم ہے، آپ ۱۲۸۰ھ میں تھانہ بھون میں پیدا ہوئے، ۱۲۹۵ھ کے اواخر میں تکمیل علوم کی غرض سے دارالعلوم میں داخلہ لیا، ۱۲۹۹ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی، ۱۳۰۱ھ میں مدرسہ فیض عام کانپور میں صدر مدرس مقرر ہوئے، ۱۳۱۵ھ سے ملازمت ترک کر کے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار فرمائی، ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء کی شب میں دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ تصنیف و تالیف سے آپ کو کافی شغف تھا آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار بیان کی گئی ہیں، آپ کی ان تصانیف میں ترجمہ قرآن کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہ ترجمہ ۱۲ سال کی طویل مشقت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں مکمل کیا تھا (۵)

ترجمہ لکھنے کی ضرورت خود لکھتے ہیں کہ بعض تراجم میں عربی یا فارسی نہ جاننے کی مجبوری بعض تراجم میں اختصار یا زبان بدل جانے کا عذر مانع دلچسپی ہوا تا مل و مشورے سے بھی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان

لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جائے جس کی زبان، طرز بیان و تقریر مضامین میں ان کے مذاق و ضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ رہے (۶)

چنانچہ حکیم الامت نے ترجمہ تحت لفظ کیا ترجمہ تحت لفظ ہونے کے ساتھ ساتھ با محاورہ مطلب خیز، سلیس اور عام فہم ہے۔ ۱۳۳۶ء میں مطبع مجبائی دہلی نے اس ترجمہ کو تفسیر بیان القرآن کے ساتھ بارہ جلدوں میں شائع کیا تھا، اس کے بعد آج تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، مقبول عام ہونے کے اعتبار سے ترجمہ شاہ عبدالقادر کے بعد اس ترجمہ کا نمبر ہے (۷)

الفاظ ترجمہ یہ ہیں:

”سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، جو مالک ہیں روز جزا کے، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں، بتلا دیجئے ہم کو سیدھا راستہ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے“ (۸)

تفسیر ”ف“ کے نشان سے شروع کی گئی ہے، تفسیری خصوصیات جو ان کے مقدمے سے واضح ہوتی ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تفسیر کا اختصار (۲) رائج قول کا انتخاب (۳) آیات قرآنی اور مضامین کا ربط (۴) حنفی مذہب کا بیان (۵) مکی مدنی سورت آیات کا ذکر (۶) نیچے جدول میں اختلاف قرأت، حل لغات، ضروری ترکیب نحوی، وجوہ بلاغت کا اندراج (۹)

بیان القرآن کی اصطلاحات یہ ہیں کہ جو عبارت خطوط ہلالیہ (بریکٹ) سے خارج ہے وہ ترجمہ اور جو خطوط ہلالیہ کے اندر محصور ہے وہ ترجمہ سے زائد ہے اور باوجود کافی ہونے اس فارق کے زیادت احتیاط و توضیح کے لئے ترجمہ پر خط بھی کھینچ دیا ہے جو علامت متن کی ہے اور ترجمہ میں اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوپر جہاں قرآن لکھا ہے اس کے نیچے بھی ترجمہ لکھ دیا ہے اور ایک التزام یہ بھی کیا گیا ہے کہ حاشیہ عربیہ میں جہاں کسی کتاب کی بعینہ عبارت لی گئی وہاں اس کتاب کا نام لکھ دیا ہے اور جہاں کچھ مناسب

تصرف ہوا ہے وہاں نام کتاب کے قبل من بڑھایا ہے جہاں استاذی لکھا ہے اس سے مراد حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ ہیں، جہاں مرشدی لکھا ہے اس سے مراد حضرت مولانا الحاج محمد امداد اللہ صاحب قدس سرہ ہیں جہاں کوئی ماخذ نہیں لکھا وہ احقر نے اپنی رائے و یادداشت سے لکھ دیا ہے (۱۰)۔

تفسیر لکھتے وقت حضرت مفسر نے بیضاوی، جلالین، تفسیر رحمانی، اتقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، خازن، تفسیر فتح المنان از حقانی، تفسیر ابن کثیر، لباب، درمنثور اور کشاف کی مدد لی ہے۔  
حضرت موصوف نے تفسیر لکھتے وقت جن اصولوں اور طریقوں پر عمل کیا ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

- مولانا نے تفسیر لکھتے وقت جن اصولوں اور طریقوں پر عمل کیا ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:
- (۱) قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت اور ہر آیت کا ربط ماقبل کے ساتھ کیا گیا اور اکثر سورتوں کے شروع میں ان سورتوں کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا۔
- (۲) جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہوں البتہ جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہیں تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہ بھی اس وجہ کو متحمل تھا تقویت احتمال کے لئے اشتراط صحت میں تسامح کیا گیا۔
- (۳) جن آیات کی تفسیر میں حدیث مرفوعہ آئی ہے اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا گیا۔
- (۴) کوئی مضامین ضرورت سے زائد نہیں لکھ مگر شاذ و نادر کسی خاص فائدہ کے لئے۔
- (۵) ہر جگہ تفسیر میں اتباع سلف صالح کا کیا گیا ہے متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہیں لیا۔
- (۶) جہاں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ان میں سے جس کو روایت یا ذوق عربیت سے رائج سمجھا صرف اسی کو لیا گیا البتہ کہیں کہیں اگر دونوں وجہیں متساوی معلوم ہوئیں دونوں کو نقل کر دیا ہے۔
- (۷) مسائل فقہیہ و کلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی قدر تحقیق پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر تفسیر قرآن موقوف تھی (۱۱)

تفسیری عبارت جا بجا ایسی بڑھائی گئی ہے کہ اعتراضات خود بخود ختم ہوتے چلے جاتے ہیں اور کسی

قسم کا اشکال باقی نہیں رہ جاتا، فان فاء و افان اللہ غفور رحیم کی تفسیری عبارت اس دعوے کی بین دلیل ہے۔ آیت کی تفسیر میں صاحب جلالین نے لہم ما اتوہ من صدر المرأة بالحلف تحریر کیا ہے جس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ عورت کو بوجہ ایلا پہنچائی جانے والی تکلیف حقوق العباد ہے اور حقوق العباد کو معاف کرنا عادت اللہ کے خلاف ہے لیکن حضرت تھانویؒ نے اس آیت پر جو تفسیر تحریر فرمائی ہے وہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ ایسی قسم کے توڑنے کا گناہ کفارہ سے معاف کر دیں گے، مختصر سی عبارت نے کس طرح اعتراض کو دفع کر دیا اہل نظر کے سامنے ہے (۱۲)

مختصر یہ کہ قرآن فہمی کے لئے یہ تفسیر عمدہ بے نظیر اور دور حاضر کی عام تفسیروں میں ایک گونہ فوقیت کی حامل ہے

### سبق الغایات فی نسق الآیات:

حضرت مفسر کی یہ کتاب روابط آیات کے بارے میں ہے، ضمناً مطالب، خلاصہ سورہ اور شان نزول بھی بیان کئے گئے ہیں، کتاب کا اکثر حصہ تفسیر کبیر اور تفسیر ابوسعود سے ماخوذ ہے، جیسا کہ خود لکھتے ہیں:

”یہ ایک مختصر سی کتاب ربط آیات قرآنی کے بارے میں ہے، جس کی زمانے میں بہت شدید ضرورت ہے، اکثر تفسیر کبیر اور تفسیر ابی سعید سے ماخوذ ہے، کچھ خود اس مسکین کے خیالات ہیں“

سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا ربط بیان کرتے ہوئے حکیم الامت لکھتے ہیں:

”سورہ فاتحہ میں چونکہ بندے نے صراط مستقیم کی جانب ہدایت کی درخواست کی تھی اس لئے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں متقین کے لئے ہدایت ہے“

سورہ فتح کا خلاصہ چند جملوں میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے:

”اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا ہے اور ان حکم و مصالح کا ذکر کیا ہے جو اس میں ملحوظ رکھے گئے تھے اس میں ایمان والوں کے لئے بشارت اور کفار و منافقین کے لئے تہدید کا اظہار بھی کیا ہے“

سورہ بروج کا شان نزول مولانا نے اس انداز سے بیان کیا ہے:

”اہل ایمان کی دل جمعی اور اہل مکہ کی ایذا رسانی پر صبر کی تلقین کے لئے نازل کی گئی اس سورہ میں تسکین اور تقویت کے لئے سابق اہل ایمان کے مصائب اور کفار کی ایذا رسانیوں کا ذکر کیا گیا ہے“  
یہ کتاب عربی میں ہے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۱۷ھ میں مطبع مجتہائی دہلی نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب کی ضخامت ۱۵۲ صفحات ہے، حضرت مؤلف نے کس سنہ میں یہ کتاب لکھی تھی اس کا کچھ ذکر ملتا نہیں ہے، دارالعلوم دیوبند کی لائبریری میں اس کتاب کی ترتیب کتاب نمبر ۲۴ سلسلہ کتب وقفی نمبر ۳۷۵۰۱ ہے اور نمبر عربی رجسٹر صفحہ نمبر ۶۳ میں مذکور ہے۔ (۱۳)

### وجہ المثنائی مع توجیہ الکلمات المعانی:

حضرت موصوف نے اپنی اس کتاب کے اندر قراء سبعہ کے تمام اختلاف بیان کئے ہیں اس کتاب کی وجہ تالیف مولانا نے خود ان الفاظ میں تحریر کیا ہے:

”بہت دنوں سے میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایک رسالہ مرتب کروں جس میں ساتوں قرأت کے بیان کے ساتھ اعراب و توجیہات کا ذکر ہوتا کہ ہندوستانی طلباء ان سے استفادہ کر سکیں“

یہ کتاب ”الکتب المکتر فی القرأۃ“ اور تفسیر روح المعانی سے ماخوذ ہے، تحریر یہ اختیار فرمایا ہے کہ لفظ کو شروع میں لاتے ہیں اور پھر اختلاف قرأت مع راوی بیان کرتے ہیں کتاب کے آخر میں قرأت سبعہ کے ضروری اصول بھی بیان کئے ہیں

مالك يوم الدين کی قرأت میں جو اختلاف ہے اسے یوں بیان کرتے ہیں:

اس میں دو قرأتیں ہیں، ایک میم کے بعد الف مالک یہ عاصم اور کسائی کی قرأت ہے، دوسری ملک بغیر الف کے یہ باقی قراء کی قرأت ہے۔

سورہ بقرہ میں لفظ یؤمنون بالغیب کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس میں دو قرأتیں ہیں ایک واو حمزہ کو بدل کر کے واو کو ساکن پڑھتے ہیں یہ الورش اور السوسی کی قرأت ہے اور اسی طرح حالت وقف میں امام حمزہ پڑھتے ہیں اور دوسری واو پر حمزہ یعنی یؤمنون پڑھتے

ہیں یہ باقی حضرات کی قرأت ہے (۱۴)

اس طرح سے قرأت کے تمام اختلافات کو بیان کیا، آخر میں اس فن سے متعلق کچھ اصول بھی بیان کر دیئے ہیں، ائمہ کی باتوں کے حوالے موجود ہیں جو تجوید سیکھنے میں مددگار و معاون ہو سکتے ہیں، یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

## تفسیر القرآن بکلام الرحمن

مولانا ثناء اللہ امرتسری (پ: ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۴ء-م: ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے عربی زبان میں ایک تفسیر مسمیٰ بہ ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ تحریر فرمائی ہے، حضرت مولانا کی اس تفسیر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قرآنی آیات کی تفسیر قرآن سے کی گئی ہے جو اپنے طرز کی دوسری تفسیر ہے، مولانا کی اس تفسیر سے پہلے ”تفسیر القرآن بالقرآن“ لکھی جا چکی ہے۔

تفسیر القرآن بکلام الرحمن کے شروع میں چند صفحات پر اکابر علماء کی تقاریظ ہیں جن میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری، مولانا عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی قابل ذکر ہیں (۱۵)

ان اکابر علماء کی تقاریظ کے بعد چھ صفحات پر مشتمل ایک بسیط مقدمہ ہے جس کی ابتداء، الحمد

لله الذی انزل علی عبده الکتب ولم يجعل له عوجا سے ہوئی ہے (۱۶)

تفسیر القرآن بکلام الرحمن لکھنے کی وجہ علامہ امرتسری نے یہ بیان فرمائی ہے:

”قرآن کی بہت سی تفاسیر کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے بعض تفاسیر صرف آثار عقلیہ اور بعض صرف نقلیہ پر مشتمل ہیں حالانکہ تمام تفاسیر اس بات پر متفق ہیں کہ صحیح تفسیر قرآن بالقرآن ہے، اس لئے میں نے ایک تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا جس میں تفسیر قرآن کی آیات سے کروں“



مصنف نے اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنایا اور یہ تفسیر (یعنی تفسیر القرآن بکلام الرحمن) تحریر فرمائی، جب یہ تفسیر شائع ہوئی تو کچھ علماء نے اس پر اعتراضات کئے اور اس کی رد میں ایک رسالہ ”الربیعین“ کے نام سے شائع ہوا، جس میں اس تفسیر میں چالیس جگہوں پر سخت قسم کے اعتراضات تھے۔ جب ۱۳۴۲ھ میں مولانا ثناء اللہ صاحب حج کرنے گئے تو ان مخالفین نے وہاں بھی اپنی کتاب کی اشاعت کی اور ان کو بدعتی قرار دیا بالآخر عبدالعزیز بن سعود شاہ عرب کو اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے علماء کی ایک مجلس قائم کرنی پڑی (۱۷)

ویسے تو قرآن کے تفسیر قرآن ہی کے ذریعہ کرنا بہت اچھا اور کارثواب ہے لیکن اس طرز کو اختیار کر کے مکمل تفسیر اور تشریح ذرا مشکل ہے خصوصاً احکام اور مسائل کی آیتوں کو اس طرح واضح کرنا کہ ان سے پڑھنے والوں کے ذہن میں پوری بات آجائے اور مسئلہ سمجھ لے یہ کام بغیر احادیث اور عقلی دلائل کے تقریباً ناممکن ہے، اس میں بعض ایسے مسائل میں جو واضح نہیں ہو سکے ہیں مصنف نے ان کی مزید تشریح و توضیح کے لئے حاشیے پر احادیث لکھی ہیں یا بعض جگہوں پر دوسری کتابوں کا حوالہ دیا ہے، اسی طرح اختلافی مسائل کو بھی حاشیے پر بیان کر دیا ہے، کہیں کہیں پر اپنی رائے لکھی ہے اور کہیں پڑھنے والے پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے (۱۸)

حروف مقطعات اور آیات صفات کے بارے میں چونکہ آپ کا عقیدہ تھا کہ راسخین فی العلم بھی اس کے معنی کو جانتے ہیں، اس لئے حروف مقطعات کی تفسیر اس طور پر کی ہے۔

الم سے انا اللہ اعلم، (۱۹) المص سے انا اللہ اعلم الصادق، (۲۰) الر سے انا اللہ ارئی، (۲۱) کہ بعض سے انا الکافی الہادی الامین العالم الصادق، (۲۲) طہ سے یا رجل محمد، (۲۳) طسم سے انا اللہ ذو الطول القدوس، (۲۴) ص سے انا الصادق القول والعہد، (۲۵) حم سے انا الرحمن الرحیم، (۲۶) حم عسق سے انا الرحمن العلیم السميع القدیر، (۲۷) ق سے انا القادر القيوم، (۲۸) ن سے انا الرحمن علمك القران (۲۹) مراد ہے (۳۰)

مولف موصوف کی یہ تفسیر ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے، ذیل میں سورہ بقرہ کی ایک آیت کی تفسیر نمونہ

کے طور پر درج ہے:

واذ قيل لهم امنوا كما امن الناس : الكاملون لقوله تعالى اولئك كالانعام بل هم اضل (الاعراف: ۱۷۹) قالوا في جواب القول انؤمن كما امن السفهاء نسبوا السفاهة إلى الصحابة الكرام حيث مالوا إلى جهة ولم يلووا إلى أخرى لقوله تعالى ما نراك اتبعك الا الذين هم اراد لنا بادی الراي (هود: ۲۷) فرد الله عليهم الا انهم هم السفهاء لانكارهم الطريقة الحنيفية البيضاوی لقوله تعالى ومن يرغب عن ملة ابراهيم الا من سفه نفسه (الجزو ۱ ع ۱۶) ولكن لا يعلمون أي ليس لهم حصه من جنس العلم فالولئك كالانعام بل هم اضل (۳۱)

### ترجمہ قرآن:

مولانا ثناء اللہ امرتسری ہندوستان کے مشہور علماء میں ہیں، امرتسر میں ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مولانا احمد اللہ صاحب امرتسری سے حاصل کرنے کے بعد حدیث کی کتابیں شیخ عبدالمنان وزیر آبادی سے پڑھیں پھر دارالعلوم دیوبند پہنچ کر علوم مروجہ متداولہ کی تکمیل کی ۱۳۲۱ھ میں ایک مفت روزہ اخبار بھی ”اہل حدیث“ کے نام سے جاری کیا، ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔

مصنف کی زندگی کا بیشتر حصہ مناظرہ اور درس و تدریس اور تالیف میں گذرا، عمر عزیز کے مختلف ادوار میں بہت ساری کتابیں تصنیف کیں جن میں تقابلِ ثلاثہ، حق پرکاش، الہامی کتاب، ترک اسلام، مقدس رسول اور جنوں دوسری کتابیں قابل ذکر ہیں۔ قرآنی خدمات میں ترجمہ کلام پاک اور تفسیر ثنائی کو مقبول عام ہونے کا شرف حاصل ہے (۳۲)۔

موصوف کا یہ ترجمہ قرآن معروف بہ ثنائی ترجمہ (اردو) صفحات ۷۲۰، مطبع کوہ نور پرنٹنگ دہلی طبع ہفتم ۱۳۸۷ھ، یہ وہی ترجمہ ہے جو تفسیر ثنائی میں موجود ہے ترجمہ نہایت عام فہم اور سادہ ہے ترجمہ کے درمیان قوسین میں تفسیری نکات عالمانہ بصیرت کے غماز ہیں اس کا حاشیہ مولانا محمد داؤد راز کا ہے۔

ترجمہ تفسیر ثنائی کے ضمن میں کیا گیا ہے، ترجمہ کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ الفاظ قرآنی کے ترجمے ایسے ہوں جن سے ان پر وارد ہونے والے اعتراضات خود ہی ختم ہو جائیں۔ خود لکھتے ہیں:

میں نے ترجمہ کرتے وقت الفاظ عربیہ کی پابندی نہیں کی کہ جو لفظ پیچھے ہو اس کا ترجمہ پیچھے کروں بلکہ عربی محاورے کو ہندی محاورے میں لایا ہوں۔ ترجمہ کا نمونہ یہ ہے:

”سب تعریفیں اللہ کے لئے جو سب جہان والوں کا پرورش کرنے والا، مہربان نہایت رحم والا، قیامت کے دن کا مالک، تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ہمیں سیدھی راہ پر پہنچا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کئے، نہ ان لوگوں کی جن پر غضب کیا گیا نہ ان کی جو گمراہ ہیں“ (۳۳)

اس کے علاوہ مصنف کی قرآنی خدمات مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱- تفسیر القرآن بکلام الرحمن: اس سے پہلے میں نے اس تفسیر کی وضاحت کی ہے۔
- ۲- بیان الفرقان علی علم البیان: مطبع ثنائی پریس امرتسر، سن تصنیف ۱۳۵۳ھ
- یہ تفسیر سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے اس کے شروع میں آپ نے عربی ادب، علوم لسانیہ صرف و نحو، لغت، معانی و بیان وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر لکھا۔ تفسیر کے شروع میں ایسے متعدد اصول و قواعد کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کی مثالیں قرآن سے دی گئی ہیں لیکن یہ نادر تفسیر مکمل نہ ہو سکی۔
- ۳- تفسیر بالرأے (اردو)

اس کتاب کے شروع میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تفسیر ”خزینۃ العرفان“ مولوی مقبول احمد شیبی کے ترجمہ قرآن مع حواشی، مولوی احمد دین امرتسری نیچری کی تفسیر ”بیان للناس“، مرزا محمود خلیفہ قادیانی کے تفسیری نوٹ، تحریرات شیخ بہاء اللہ ایرانی چند آیات کے ترجمے عام فہم تفسیر مصنفہ خواجہ حسن نظامی کی تحریفات، ترجمہ قرآن مولوی احمد رضا مع حواشی مولوی نعیم الدین مراد آبادی کے چند مقامات کو بطور نمونہ دکھا کر اصلاح کی گئی ہے، یہ تفسیر سورہ بقرہ و فاتحہ پر مشتمل ہے

#### ۴- تفسیر ثنائی (اردو)

یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں ہے، ترجمہ با محاورہ، ربط آیات کا انداز لئے ہوئے، حواشی مناظرانہ طرز

کے جن میں فرق باطلہ اور ادیان کا ذبح بالخصوص نیچری، چکڑالوی، مرزائی، بدعتی عقائد کا بڑی کامیابی سے تردید کے ساتھ ساتھ ہندوؤں، عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے اعتراضات اور ان کے معقول مدلل جوابات دیئے گئے ہیں خصوصاً سر سید احمد خاں کے خیالات کی تردید خوب خوب کی ہے۔

موصوف نے تفسیر ثنائی لکھنے کے دو مقاصد بیان کئے ہیں:

(۱) مسلمانوں کا کم علمی کی وجہ سے عربی تفاسیر سے مستفید نہ ہونا اور اردو تفاسیر کا طویل ہونا اس لئے ایک مختصر تفسیر کی ضرورت ہے۔

(۲) مخالفین اسلام کے جوابات قرآن سے دینا کیونکہ وہ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ہے۔

اس تفسیر کے شروع میں ۱۹ صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ ہے جس میں سیرت طیبہ کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تفسیر کی ابتداء ہو الاول والاخر والظاهر والباطن سے ہوتی ہے، طرز تحریر تمام سابقہ تفاسیر سے الگ ہے۔

## ۵- آیات متشابہات (اردو) صفحات ۵۶

اس تفسیر میں صفات باری تعالیٰ اور حروف مقطعات کے معنی و مطالب کو اقوال سلف و لغات عرب سے واضح کرتے ہوئے آیات متشابہات کے سلسلہ میں بتایا ہے کہ علماء راہنہ اس کے معنی کو جانتے ہیں۔

۶- برہان التفاسیر بجواب سلطان التفاسیر (اردو)

یہ تفسیر پادری سلطان محمد پال کی تفسیر ”سلطان التفاسیر“ کے جواب میں ہے، پادری صاحب نے سورہ بقرہ کے سولہویں رکوع تک تفسیر لکھی اور مولانا نے اس کا جواب دیا جو اخبار اہل حدیث امرتسر میں ۸۱ قسطوں میں (۷ مئی ۱۹۳۲ء تا ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء) شائع ہوا

۷- بطش قدیر برقاویانی تفسیر کبیر (دو حصوں میں) (اردو) مطبع ثنائی امرتسر، طبع اول ۱۹۴۱ء

خليفة قاديان مياں محمود نے قرآن مجید کی تفسیر (از سورہ یونس تا سورہ کہف) شائع کی جس کا نام ”تفسیر کبیر“ رکھا، مولانا نے اس تفسیر کی غلطیاں مذکورہ کتاب میں واضح کی ہیں۔ حصہ دوم کا اعلان ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ کے اہل حدیث میں مصنف نے شائع کیا تھا لیکن افسوس کہ وہ کتاب منظر عام پر نہ آ سکی اور

۱۹۴۷ء کے فساد میں کتب خانہ میں نذر آتش ہو گئی۔

## ۸- تشریح القرآن (اردو)

یہ ایک رسالہ ہے، اس رسالہ میں مولانا نے قرآن کریم کے چیدہ چیدہ مقامات کی بڑی عمدہ تشریح کی ہے، علاوہ ازیں مؤلف نے دلیل الفرقان، دلیل القرآن اور تعلیم القرآن نام سے کچھ مفید عام رسالے بھی لکھے جو بہت مقبول ہوئے (۳۴)

اس کے علاوہ علامہ کی تردید عیسائیت پر ایک کتاب ”تقابل ثلاثہ“ ہے یہ کتاب مولانا نے پادری ٹھا کردت کی کتاب ”عدم ضرورت قرآن“ کے جواب میں لکھی ہے، اس میں نہایت خوبصورت پیرایہ میں انجیل اور تورات پر قرآن مجید کی برتری ثابت کی گئی ہے۔

## تردید عیسائیت پر مولانا کی دوسری کتاب

تفسیر سورہ یوسف اور تحریفات بائبل: آپ نے اس کتاب میں بائبل کے مختلف ایڈیشن کے حوالہ سے بتایا ہے کہ پادریوں نے ہر زمانے میں بائبل میں تحریف کی ہے۔

## تردید آریہ میں مولانا کی کتاب

کتاب الرحمن: مولانا نے یہ کتاب آریہ سماج کے ایک منہ پھٹ پنڈت دھرم بھکشو کی کتاب ”کلام الرحمن وید ہے یا قرآن“ کے جواب میں لکھی ہے

القرآن العظیم: یہ مختصر رسالہ بھی دوبارہ طبع ہوا۔ یہ دراصل ایک مقالہ تھا جو علامہ نے آریہ سماج کے ایک جلسہ میں پڑھنے کے لئے لکھا تھا اس میں یہ ثابت کیا کہ قرآن مجید الہامی کتاب ہے (۳۵)

## الہام الرحمن

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی (م ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۴ء)

مولانا عبید اللہ سندھی مغربی پنجاب کے ضلع سیال کوٹ میں ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں پیدا ہوئے، ان کے والد ہندو سے سکھ ہو گئے تھے، مولانا سندھی نے ابتدائی تعلیم جام پور کے مڈل اسکول میں پائی، دوران تعلیم میں ہی اپنے مطالعہ سے صداقت اسلام سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے تھے (آپ کے آباء واجداد کشمیری برہمن تھے) ۱۳۰۶ھ میں دارالعلوم میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۷ھ میں دورہ حدیث میں شریک ہوئے مگر تکمیل کی نوبت نہیں آئی ۱۳۱۵ھ میں دوبارہ دارالعلوم میں داخل ہوئے اور حضرت شیخ الہند سے کتب حدیث میں اجازت پائی، ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم میں آپ نے جمیعة الانصار قائم کی اکابر دارالعلوم سے بعض اختلافات کی وجہ سے دارالعلوم چھوڑ کر دہلی چلے گئے اور دائرۃ المعارف القرآنیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہند نے ریشمی رومال تحریک کے سلسلہ میں افغانستان بھیج دیا، حضرت شیخ الہند کی جاز میں گرفتاری کے بعد روس چلے گئے، ۱۳۴۲ھ میں ترکی کا سفر کیا اور وہاں سے ۱۳۴۴ھ میں جاز چلے گئے جہاں چودہ سال کے قریب مقیم رہے، ۱۳۵۶ھ میں جب صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہوئی تو یوپی کی حکومت نے مولانا سندھی سے برطانوی دور کی پابندی کو اٹھالیا اور وہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس آ گئے۔ ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۱۱ شوال ۱۳۶۳ھ میں وفات پائی (۳۶)

آپ کی علمی یادگار تحفۃ الہند، اقتباس الانوار وغیرہ ہے، عربی میں قرآن کی ایک تفسیر بھی آپ نے کی جس کی نشان دہی مختلف مضمون نگاروں نے کی ہے،

الرشید کے دارالعلوم دیوبند نمبر میں ایک جگہ لکھا ہے:

”علامہ موسیٰ جار اللہ نے ۱۹۳۷ء میں مکہ معظمہ میں قیام کے دوران میں قرآن کریم کی تفسیر لکھوائی تھی یہ امالی عربی زبان میں ہے“

صوفیائے سندھ اور اردو نامی کتاب میں لکھا ہے کہ

”یہ تفسیر سندھ یونیورسٹی حیدرآباد میں موجود ہے، مولانا نے یہ تفسیر پہلی جنگ عظیم سے قبل دہلی میں تحریر فرمائی تھی۔

مکہ معظمہ میں جو تفسیر مولانا نے لکھی ہے اس کا نام ”صوفیائے سندھ اور اردو“ میں ”المقام المحمود“ لکھا ہے۔ اس تفسیر میں یہ خصوصیت ہے کہ طبعیات اور جدید سائنس اور علوم کو بھی قرآنی مسائل کے سمجھانے کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور ساتھ ساتھ قرآنی نقطہ نظر سے ان کی اصلیت کا اندازہ لگانے کے راستے بھی دکھائے گئے ہیں۔ یہ تفسیر بعض دیگر تفسیروں سے مختلف ہے جن میں فقط شان نزول اور اسریلی قصہ کہانیوں پر اکتفا کرنے کی وجہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید قرآن فقط مخصوص مواقع اور گزشتہ زمانے کے لئے ہی نازل ہوا تھا لیکن اس تفسیر سے قرآن شریف کی تعلیمات کی عمومیت اور بین الاقوامیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس تفسیر میں بعض جگہ بہت بڑے بڑے مضامین اعلیٰ افکار اور دقیق مسائل بھی زیر بحث ہیں اس وجہ سے بعض مواقع قدرے مشکل معلوم ہوتے ہیں۔

ہر مفکر اور مفسر کا کوئی نہ کوئی علمی اور ذہنی موقف ہوتا ہے اس تفسیر میں مولانا عبید اللہ سندھی کا علمی اور فلسفیانہ موقف شاہ ولی اللہ کی حکمت و فلسفہ و تعلیم ہے اس وجہ سے شاہ ولی اللہ کی حکمت کی بکثرت اصطلاحات اور الفاظ مستعمل ہیں (۳۷)

## ترجمہ قرآن (بزبان کشمیری)

میر واعظ مولانا یوسف شاہ (م: ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۸ء)

مولانا محمد یوسف شاہ کشمیری ۲۴ شعبان ۱۳۱۳ھ کو کشمیر میں پیدا ہوئے، میر واعظ کو کشمیر میں بڑی عظمت و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا غلام رسول اور مولانا حسین وفائی سے حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی فراغت کے بعد ایک دینی درسگاہ اور نیشنل کالج کے نام سے قائم کر کے دوسرے معلموں کے ساتھ آپ بھی اس میں درس دینے لگے۔ ۱۹۲۵ھ میں سیاسی شعور کو پیدا کرنے کے لئے خلافت کمیٹی قائم کی جو آگے چل کر مسلم مجلس میں تبدیل ہو گئی۔ انھوں نے کشمیر کے تعلیمی زوال کو مد نظر رکھتے ہیں ”اسلام“ کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا، ۱۹۴۶ء میں پاکستان چلے گئے۔ قیام پاکستان کے زمانے میں انھوں نے قرآن شریف کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا اور مختصر تفسیر لکھی، کشمیری زبان میں پورے قرآن شریف کا یہ پہلا ترجمہ اور تفسیر ہے۔

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ کو روزے کی حالت میں عین افطار کے وقت ابدی نیند سو گئے اور

پھر زمین کی امانت زمین کے سپرد کر دی گئی (۳۸)



## تفسیر درس قرآن

خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی

آپ ضلع گورداس پور صوبہ پنجاب میں پیدا ہوئے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے گریجویشن کیا، ۱۳۲۹ھ میں دارالعلوم سے حدیث کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ اعلیٰ شیخ الہند اور علامہ انور شاہ کشمیری وغیرہ تھے، ۱۳۳۶ھ میں ریشمی رومال تحریک کے سرگرم کارکن ہونے کی وجہ سے آپ کو گرفتار ہونا پڑا۔ ۱۳۳۸ھ میں رہا ہونے کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کے استاذ تفسیر اور ناظم دینیات مقرر ہوئے۔

خواجہ صاحب کچھ مدت تک لاہور میں رہ کر درس قرآن دیتے رہے، ان کے درس قرآن کا اندازہ ان کی تفسیری کتابوں، الخلافۃ الکبریٰ، صراط مستقیم، عبرت، برہان، سبیل الرشاد، بصائر اور ذکر کی مضامین سے ہوتا ہے، الخلافۃ الکبریٰ میں انھوں نے بتلایا ہے کہ مسلمانوں کے موجودہ تنزل کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے مجاہدانہ زندگی ترک کر دی ہے حالانکہ دنیا میں ان کا وجود خداوند تعالیٰ کے کلام کی نشر و اشاعت اور مجاہدانہ قوت کے لئے ہے۔ سبیل الرشاد میں اسلامی مسائل کی بڑے دل نشین فلسفیانہ تشریح کی ہے۔ ذکر کی میں جو پارہ عم کی تفسیر ہے، بتلایا ہے، اگر قرآن کریم کی ہدایتوں پر عمل کیا جائے تو اب بھی مسلمان معراج ترقی پر پہنچ سکتے ہیں۔

خواجہ صاحب آخر عمر میں پاکستان چلے گئے تھے وہاں علماء کا ایک بورڈ بنا کر درس قرآن کے نام سے پورے قرآن مجید کی متعدد جلدوں میں تفسیر لکھی ہے، یہ تفسیر بہت سہل و آسان ہے (۳۹)

بورڈ کی جانب سے ہر پندرہ روز پر تفسیر کی اشاعت کے لئے ایک رسالہ نکالا جاتا تھا جس میں قرآنی آیات کے دو ترجمے ہوا کرتے تھے، ایک لفظی اور دوسرا محاورہ۔ ترجمہ لفظی کا نمونہ یہ ہے:

تمام خوبیاں اللہ کے لئے، رب، تمام جہانوں، جو رحم کرنے والا جو بڑا مہربان، مالک، دن، بدلہ،

صرف تیری، ہم عبادت کرتے ہیں، اور تیری ہی ہم مدد طلب کرتے ہیں، تو ہدایت دے ہم کو، راستہ، سیدھا، راستہ ان لوگوں کا، تو نے انعام کیا جن پر وہ، نہ غضب کیا گیا، جن پر، اور گمراہ (۴۰)

ہر آیت کے شروع میں پہلی آیت کی مناسبت سے ایک سرخی قائم کرتے ہیں اور پھر آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں، سورہ فاتحہ کے تحت آٹھ مندرجہ ذیل عنوانات قائم کرتے ہیں۔

(۱) مربی (۲) بے پناہ رحمت والا (۳) کئے کا بدلہ (۴) کامل اطاعت (۵) درخواست امداد (۶) دعائے ہدایت (۷) سیدھا راستہ (۸) مغضوب و ضالین کا راستہ۔ یہ ترجمہ و تفسیر ادارہ اصلاح و تبلیغ اسٹریلین بلڈنگ لاہور کی زیر نگرانی کیا گیا ہے (۴۱)

تفسیر کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قاری اخلاق صاحب صدیقی رکن شعبہ افتاء دارالعلوم دیوبند نے تھوڑی تبدیلی کے ساتھ ہندوستان میں بھی اسے شائع کر دیا ہے۔ اس تفسیر میں خولجہ صاحب کی تفسیر کو بعینہ باقی رکھا گیا ہے لیکن آیات قرآنی کے دونوں ترجمے کی جگہ لفظی ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کا اور دوسرا ترجمہ با محاورہ حضرت تھانوی کا رکھ دیا ہے، رُبع پارے کے بعد روابط آیات اور خلاصہ رکوع شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے ساتھ ساتھ حاشیہ پر فوائد بیان القرآن بھی درج ہیں۔ پوری تفسیر کو پانچ ہزار اسباق پر تقسیم کر دیا گیا ہے، ہر صفحہ پر بالترتیب ایک ایک سبق ہے (۴۲)

## تفسیر احمدی

مولانا احمد علی صاحب لاہوری (م: ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء)

آپ قصبہ جلال پور چٹان ضلع گجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وقت کے مشائخ سے حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند سے علوم فنون کی مختلف کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۱۲ء میں نظارۃ المعارف کے ناظم بنائے گئے۔ ۱۹۱۴ء میں ریشمی رومال تحریک میں شامل ہونے کی بنا پر گرفتار کر لئے گئے، ۱۹۱۷ء میں لاہور میں اقامت کی شرط پر رہائی عمل میں آئی، ۱۹۲۲ء میں انجمن خدام الدین کی بنیاد ڈالی، ۱۹۲۷ء میں مدرسہ قاسم العلوم قائم کیا، ۱۹۵۲ء میں دوسری بار حراست میں لئے گئے، رہائی کے بعد درس قرآن کا سلسلہ انجمن خدام الدین کے تحت شروع کیا، درس قرآن میں بیان کردہ افادات کو لوگوں کے اصرار پر تفسیری شکل میں مرتب کیا۔

چنانچہ انجمن کی خواہش کے مطابق مضامین کلام پاک کو بطریق ذیل مرتب کیا:

(۱) ہر سورۃ کا عنوان (۲) ہر رکوع کا خلاصہ (۳) اس خلاصہ کا ماخذ (۴) سورہ کی تمام آیات کا

ربط (۵) مناسب موقعوں پر واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط (۴۳)

سورہ فاتحہ کی پہلی آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں عاقل بالغ انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ اے انسان مظہر ربوبیت کے ایک ادنیٰ سے نمونے کے ساتھ جب تمہیں اتنا سخت انس ہے تو تمہیں منبع ربوبیت کے ساتھ بطریقہ اولیٰ انس ہونا چاہئے۔  
یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص (البقرة: ۱۷۸) کی تفسیر میں نظام حکومت کے شعبوں کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نظام حکومت کے دو صیغے ہیں، فوجداری اور دیوانی، ان دونوں آیتوں میں نظام فوجداری سکھایا گیا ہے، ابتدائی سلسلہ گھر سے شروع ہوتا ہے، مثلاً اگر گھر میں لڑائی ہو تو کس طرح فیصلہ ہوگا۔

مولانا موصوف کی اس تفسیر سے قرآنی خدمات کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور یقیناً اس کا سہرا

مولانا ہی کے سر بندھتا ہے، تفسیر نہایت مفید اور کارآمد ہے۔

## معارف القرآن

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (پ: ۱۳۱۴/۱۸۹۶ء-م: ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

آپ ۱۳۱۴ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۳۶ھ میں دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم کے ابتدائی درجہ کے استاد بنے اور تدریجاً ترقی کرتے ہوئے ۱۳۵۰ھ میں دارالعلوم کے مفتی بنا دیئے گئے، ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں پاکستان چلے گئے، ۱۹۵۱ء میں کراچی میں دارالعلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، ۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی درمیانی شب میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی تصانیف کی تعداد دو سو اور فتاویٰ کی تعداد دو لاکھ ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ معارف القرآن ہے۔ اس میں ترجمہ شیخ الہند کا اور خلاصہ تفسیر بیان القرآن کا ہے مولانا نے صرف اس تفسیر میں احکام و مسائل کی سرخی قائم کر کے آیات سے مستنبط ہونے والے مسائل کو قلم بند کیا ہے جگہ جگہ یہودی، نصرانی اور مستشرقین کے پیش کردہ نئے نئے اعتراضات کے جوابات بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں دیئے گئے ہیں، آیات کے روابط کو بھی ظاہر کیا گیا ہے، عبارت صاف اور دلکش ہے (۴۴)

ہر زمانہ میں بعث بعد الموت کے منکرین موجود رہے ہیں ان کے انکار کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ اجزاء منتشرہ کو جمع کیا جانا محال سمجھتے ہیں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس کا جواب بڑے لطیف پیرایے میں دیا ہے لکھتے ہیں:

اگر عاقل اور کوتاہ نظر انسان دنیا کو چھوڑ کر اپنے ہی تن بدن کی تحقیق کرنے لگے تو اس کو یہ نظر آئے گا کہ اس کا وجود خود ایسے بے شمار اجزاء سے مرکب ہے جو کوئی مشرق کا ہے کوئی مغرب کا ہے کوئی جنوبی دنیا کا کوئی شمالی حصہ کا ہے۔

تفسیر کو دیکھنے کے بعد قاری یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قرآنی معارف و نکات کی کوئی حد بندی نہیں، بلکہ اس میں غواص بحر معارف کے لئے لامحدود ذخیرہ موجود ہے اور صحیح تو یہ ہے کہ اس تفسیر نے بیان القرآن کی خوبیوں کو صدف سے موتیوں کی طرح باہر نکال کر رکھ دیا ہے، اہل علم ودانش نے بڑی ہی فراخ دلی سے اس کا اعتراف کیا ہے (۴۵)

## معارف القرآن

مولانا ادریس کاندھلوی (م ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء)

آپ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم تھانہ بھون میں حاصل کی دستار فضیلت مظاہر علوم سہارن پور سے پائی، مزید تعلیم کے لئے دارالعلوم میں داخل ہوئے اور چند ہی سال میں دارالعلوم نے معدن فیض بنادیا ۱۳۳۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کے استاذ مقرر کئے گئے ۱۳۴۶ء میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے حیدرآباد چلے گئے ۱۳۵۸ھ میں دوبارہ دارالعلوم میں بلائے گئے ۱۳۶۸ھ میں لاہور تشریف لے گئے، ۱۹۵۲ء سے آخری سانس تک جامعہ عباسیہ بھاو پور کے شیخ الحدیث رہے، ۷/ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۷۴ء کو رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

آپ نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں جن میں التعلیق الصبح، تحفۃ القاری، حاشیہ مقامات حریری، عقائد الاسلام، سیرت المصطفیٰ، فتنہ انکار حدیث وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

قرآنی خدمات میں معارف القرآن آپ کی عظیم خدمت ہے (۴۶) اس کے لکھنے کا مقصد آپ نے لکھا ہے کہ آزاد مفسروں کی ہمہ تن یہ کوشش ہوتی ہے کہ لفظ تو عربی ہوں اور معنی مغربی ہوں اور یورپ کے ملحدوں کے خیالات باطلہ کو قرآن کے نام سے مسلمانوں میں پھیلا دیا جائے، اس فتنہ سے بچنے کے لئے یہ تفسیر لکھی جا رہی ہے۔ تفسیر میں آیتا سورۃ قرآن کو مربوط ثابت کیا گیا ہے جا بجا مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب بھی دیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر لوگ محدود معلومات اور مخصوص مزعومات کی بنا پر خدا کی قدرت کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور بعض حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ مصنف نے اس اعتراض کا بھرپور جائزہ لیا اور نہایت خوش اسلوبی سے یہ ثابت کیا کہ عیسیٰ خدا کے بیٹے نہیں اور قدرت کاملہ کے منکرین صرف ایک پہلو کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آپ کا یہ تفصیلی جواب تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے۔

مفسر کاندھلوی فرماتے ہیں تمام مغربی حکماء نے بالاتفاق تو الذاتی کے امکان کو تسلیم کر لیا ہے کہ حیوان کا بدون حیوان کے محض جمادات سے بھی پیدا ہونا ممکن ہے تو پھر کسی حیوان کا ایک حیوان سے پیدا ہونا کیوں محال ہے یہ تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے اس لئے کہ یہ اقرب الی الحصول ہے (۴۷) دوسری جگہ مصنف نے سمت قبلہ خانہ کعبہ کو بنانے پر عمدہ کلام کیا ہے۔

ان اول بیت وضع للناس الخ (آل عمران: ۹۶) کے تحت سمت قبلہ خانہ کعبہ کی حکمت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

خانہ کعبہ عرش عظیم کے محاذات میں ہے اور روئے زمین کی تمام مسجدیں خانہ کعبہ کی سمت پر واقع ہیں تو اس محاذات اور مسافت کی وجہ سے خانہ کعبہ اور مساجد کے درمیان ایک معنوی تعلق کی بنا پر خانہ کعبہ اور مساجد کے انوار و تجلیات میں تواجد اور تعاکس ہوتا ہے (۴۸)

مولانا ادریس کاندھلوی کی تفسیر کا ماخذ رازی کی تفسیر کبیر، علامہ ابو حبان کی تفسیر البحر المحیط، علامہ سید محمود آلوسی کی روح المعانی، قاضی ابوبکر بن العربی کی تفسیر احکام القرآن اور تفسیر ابی سعود کا حسین انتخاب ہے، عارفانہ اسرار اور باطنی لطائف میں ملا مخدوم مہائمی کی تفسیر اور بیضاوی کی علوم قرآن میں تلخیص کے ساتھ مفید معلومات اور، بیان احکام میں بھاص کی احکام القرآن، مولانا ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری کو بنیاد بنایا اور تحقیق مفردات میں امام راغب کی مفردات القرآن کو خصوصی طور پر پیش نظر رکھا وغیرہ۔

مفسر کاندھلوی نے محققانہ انداز سے تفسیر کرنا شروع کیا تھا وہ اپنی مثال آپ تھی لیکن سورہ فاطر تک تفسیر لکھنے کے بعد انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں بلا لیا اور اس طرح یہ تفسیر نامکمل رہ گئی، ان کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت مولانا محمد مالک صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے اس کی تکمیل کی (۴۹) اس کے علاوہ مولانا ادریس کاندھلوی کی ایک اہم کتاب علوم القرآن میں اعجاز القرآن ہے (مطبع جید، ضخامت ۳۰، اردو)

## تقریر القرآن

مولانا محمد طاہر قاسمی دیوبندی (م: ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۲ء)

آپ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا اور لیس صاحب سے حاصل کی، تجوید و قرأت قاری عبد الوحید صاحب سے اور سند حدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری سے حاصل کی۔ ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہوئے، فراغت کے بعد ”انصار“ نامی اخبار جاری کیا اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کے ناظم رہے۔ اسی دوران تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا، قیام پاکستان کے بعد لاہور میں اقامت اختیار کی اور اپنا دینی و علمی اس کو اپنا مرکز بنایا، قرآنی علوم و معارف سے شغف کی وجہ سے مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے درس قرآن میں شریک ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں دارفانی سے کوچ کیا۔ (۵۰)

قرآنی خدمات میں آپ کی تفسیر ”تقریر القرآن“ ہے، لکھنے کا مقصد مولانا نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے، تفسیروں کی اکثریت کی افتاد یہ ہے کہ وہ اقوال مختلفہ کا مجموعہ ہیں یا غیر متعلق امور کا گہوارہ، آپ کو یا ترجمے تحت اللفظ ملیں گے یا حواشی پر ہر آیت کے فوائد جدا جدا نظر آئیں گے۔

احقر نے انہی بنیادی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر جدید انداز سے معنی قدیم کو لباس حرف پہنایا ہے۔ مولانا کی سورہ فلق کا ترجمہ یہ ہے:

کہنے میں پناہ لیتا ہوں زمین کو شق کر ڈالنے والے پرودگار کی تمام مخلوقات کے شر سے، شر انتہائی شر تاریکی سے جب وہ سمٹ کر درجہ اجمال حاصل کر لے اور جادوگر عورتوں کے ٹونگوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کی بڑائی سے جب وہ مد مقابل ہو جائے۔

ترجمہ کے ساتھ ساتھ تشریح کرتے جاتے ہیں معانی اور تفسیر کے بعد نتائج القرآن کے تحت سورتوں کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ سورۃ القدر کے خلاصہ میں لکھتے ہیں :

دنیا میں جو قوم موقع شناس ہوگی اور اپنی عقل اور اپنے ادراک کو رحمت غضب پر مشتمل اوقات کی شناخت میں لگائے گی اور لاہوتی ملکوتی سعادتوں کی تلاش و جستجو میں رکھے گی اور اپنے ان علم کے لئے مبارک و مسعود ساعتوں کو خاص کرے گی وہی قوم سلسلہ کی برکت اور مرکزیت حاصل کرے گی اور برکات و سلامتی سے فائز المرام ہوگی۔ اس کے علاوہ مصنف کی ایک اہم کتاب علوم القرآن میں حکمت النون ہے (مطبوعہ یونین پریس دیوبند، ضخامت ۲۴)

موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے سیاست و مذہب کی جدا جدا تقسیم کے دور میں معالجہ وحی الہی کو محض اس لئے ایک نئے انداز میں پیش کیا ہے تاکہ خود ساختہ علاجوں اور اناڑی حکیموں کی مضرت سے قوم کو چھکارا مل سکے اور چھوٹا موٹا علاج اپنا وہ خود ہی کر سکے۔ ہماری تباہی و ذلت کا سبب ہمارے فکر و عمل کی لامرکزیت اور ان کی غلطیاں ہیں، فکر میں سلامتی اور مرکزیت قرآن کریم سے پیدا ہوتی ہے اور عمل میں صلاحیت حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ سے رونما ہوتی ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہم نے ایک عرصہ سے قرآن کریم کو چھوڑ کر تقلید کفر کو اختیار کیا ہوا ہے جس کے نتائج بدیہی ہیں۔ آج اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔

متذکرہ تفسیر لکھنے کا مقصد موصوف نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

ہم نے کلام الہی سے ہر سلسلہ حیات میں سبق لینا چھوڑ دیا ہے جس کی بڑی وجہ ہماری طبعی غفلت ہے اور ایک بڑا سبب نا فہمی قرآن بھی ہے۔ قرآن کا سمجھنا موقوف ہے تفسیروں پر تفسیروں کی اکثریت کی افتاد یہ ہے کہ وہ زیادہ تر اقوال مختلفہ کا مجموعہ ہیں، یا غیر متعلق امور کا گہوارہ، آپ کو یا ترجمے تحت اللفظ ملیں گے یا حواشی پر ہر ایک کے فوائد جدا جدا نظر پڑیں گے حالانکہ مراد خداوندی اسی وقت پوری طرح سے آشکارا ہو سکتی ہے جبکہ ترجمہ آیات مفہوم مطابقی کا آئینہ دار ہو اور اس کے ساتھ ساتھ آیتوں کی مربوط و مسلسل درمیانی تقریریں بھی کی جائیں تاکہ محذوفات قرآنہ کے سطح بیان پر آ جانے سے وضاحت کاملہ ہو جائے اور ربط معنوی و مخفی پوری طرح سے الم نشرح ہو سکے۔

اس کے بعد دوسرا مرتبہ تاویل و حکمت کا ہے جس میں قرآن کریم کے دعویٰ ہدیٰ للناس کے پیش



نظر آیتوں کے نتائج و کلیات حاشیہ پر درج کئے جائیں احقر نے انہی بنیادی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر جدید انداز سے معنی قدیم کو لباس حرف پہنایا ہے۔ مولانا کی یہ خدمت آٹھ برس میں نصف قرآن تک پہنچ سکی۔ موصوف کی تفسیر کرنے کا انداز یہ ہے: پہلے سورہ کی تفسیر کرتے ہیں پھر ہر سورہ کے نتائج القرآن بیان فرماتے ہیں مثال ملاحظہ ہو:

مولانا سورہ فیل کی مشہور تفسیر کے بعد اس کے نتائج یوں بیان فرماتے ہیں:

الم تر کیف

ف: جو قوم شعائر اللہ کی عظمت و توقیر نہیں کیا کرتی اور ان کو مٹانے کی سعی کرتی ہے ایسی قوم اپنے سے کمتر مخلوق کے ہاتھوں تباہ کرائی جایا کرتی ہے (۵۱)

## تفسیر حبیبی

مولانا حبیب الرحمن صاحب مردانی

آپ جولائی ۱۹۱۵ء میں مزپان علاقہ سدھوم میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا محمود احسن صاحب فاضل مظاہر علوم سہارن پور سے حاصل کی ۱۹۱۶ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم تشریف لائے۔ ۱۹۲۴ء میں کتب حدیث حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری سے پڑھ کر سند فراغت پائی۔ ۱۹۲۷ء میں منشی کامل کا امتحان اور ۱۹۳۴ء میں مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ نمبر سے پاس کیا ۱۹۴۱ء میں مدرسین صوبہ سرحد کے صدر منتخب ہوئے ۱۹۴۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو گئے اور قیام پاکستان کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔

آپ کی زیادہ تر تصانیف کا تعلق ترجمہ سے ہے۔ تفسیر حبیبی بھی دراصل تفسیر منار کا پشتو زبان میں ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ تشریح بخاری تبلیغی نصاب بھی پشتو زبان میں آپ کی تالیف ہے آپ کی تمام تصانیف کو دارالتصنیف دو ستم مردان نے شائع کیا ہے (۵۲)

## انوار القرآن

سید انوار الحق صاحب کا کاختلی (م ۱۳۶۸ھ)

آپ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے ذہانت میں اپنے ہم عصر سے ممتاز تھے۔ ابتدائی تعلیم علاقے کے علماء سے حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے سند فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد کافی دنوں تک مختلف درس گاہوں میں تعلیم دیتے رہے اور دوران ملازمت ہی دسمبر ۱۹۶۸ء میں رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ آپ کی تصنیفات میں انوار النظر علی شرح نخبۃ الفکر، انوار العلوم شرح سلم العلوم اور رد بدعات چہل حدیث وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تفسیری خدمات میں انوار القرآن بزبان پشتو کا اپنا ایک مقام ہے تفسیر سے پہلے آپ نے پشتو زبان میں دو ترجمے کئے ہیں، پہلا ترجمہ لفظی ہے اور دوسرا بامحاورہ، تفسیر کی خوبیاں تو زبان سے واقف لوگ ہی بیان کر سکتے ہیں (۵۳)

## ہدایت القرآن

مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی صاحب سہارن پوری

بیسویں صدی میں اگر کسی نے سلف کے قدیم طریقے کو اپنی ذات سے جاری کیا ہے تو وہ مولانا کاشف الہاشمی صاحب مدظلہ کی ذات گرامی ہے، آپ کا شمار منجملہ ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کو خداوند قدوس نے قابل رشک و دماغ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ ۱۹۳۳ء میں بمقام راجو پور ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ احمدیہ راجو پور ہی میں حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور اسلاف کے طریقے کے مطابق بغیر داخلہ کے حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ اور علامہ ابراہیم بلیاویؒ کے آگے زانوئے تلمذتہ کیا اور کچھ ہی دنوں میں مظہر علم و کمال بن گئے، درس و تدریس سے فطری شغف کی وجہ سے زمانہ طالب علمی سے ہی لڑکوں کو پڑھانے لگے۔

فراغت کے بعد مدرسہ اصغریہ دیوبند کے مہتمم مقرر کئے گئے اس کے بعد کچھ مجبوری کی بنا پر راجو پور چلے گئے۔ راجو پور کی مجلس شوریٰ نے مہتمم کی حیثیت سے آپ کا انتخاب کیا اور آپ کچھ دن تک اس کے مہتمم رہے۔ آپ ایک متبحر عالم اور مایہ ناز ادیب ہیں، اردو زبان پر کامل دسترس حاصل ہے، اردو فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں ترجمہ تفسیر ططاوی، ترجمہ تفسیر احمدی، ہدایت السنۃ اور ہدایت القرآن قابل ذکر ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اب تک مکمل شائع نہ ہو سکی ہے۔ آپ ہدایت القرآن کے نام سے قرآن کی تفسیر تقریباً نو پارے کر چکے تھے لیکن کچھ عوارض کی وجہ سے منقطع ہو گیا تفسیر کی زبان نہایت عمدہ سادہ اور سلیس ہے اور ترجمہ میں لفظ کی رعایت کی گئی ہے اور تفسیر میں اختصار ملحوظ ہے مگر اتنا اختصار بھی نہیں کہ عبارت گجلیک ہو کر قرآن نہی میں معاون نہ ہو سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ کام کی باتیں درج کی گئی ہیں۔ شروع میں تقریباً دو صفحات پر آداب تلاوت اور طریقہ مطالعہ بیان کیا گیا ہے جو نہایت مفید ہے (۵۴)

الحمد للہ کی تفسیر میں آپ نے لکھا ہے کہ:

ہم جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو دو وجہ سے کرتے ہیں ایک یہ کہ وہ ذات بذات خود اچھی ہے چاہے ہم کو اس سے کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو، دوسرے یہ کہ ہم کو اس سے فائدہ ہو رہا ہو، ہم پر اس کے احسانات ہوں، باری تعالیٰ دونوں وجہ سے تعریف کے مستحق ہیں (۵۵)

حروف مقطعات کی تفسیر میں صرف اتنا ذکر کیا ہے:

ان کا کیا مطلب ہے یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ بزرگوں نے ان کے بہت سے مطلب نقل کئے ہیں لیکن یہاں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ان کو بیان کیا جائے۔ سورتوں کے شروع میں ان کے اسماء اور فضائل ذکر کرتے ہیں اور پھر سہل انداز میں اس کی تفسیر کرتے چلے جاتے ہیں، مولانا کی تفسیر کی اہمیت کا صحیح اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے (۵۶)

موصوف کی تفسیر کرنے کا انداز یہ ہے۔ شروع میں آیت قرآنی لکھتے ہیں اس کے بعد آیت کے ہر ہر لفظ کو نیچے ترتیب سے لکھتے ہیں پھر ہر لفظ کے سامنے معنی لکھتے ہیں اس کے بعد پوری آیت کا ترجمہ لکھ کر اس کے اوپر خط کھینچ دیتے ہیں اس کے بعد اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

الحمد لله رب العلمين

الحمد سب تعریف لله اللہ کے لئے رب العلمین پالنے والا سارے جہانوں کا

سب تعریفیں اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ہم جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو دو وجہ سے کرتے ہیں ایک یہ کہ وہ ذات بذات خود اچھی ہے چاہے ہم کو اس سے کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو، دوسرے یہ کہ ہم کو اس سے فائدہ ہو رہا ہو، ہم پر اس کے احسانات ہوں، باری تعالیٰ دونوں وجہ سے تعریف کے مستحق ہیں اس دنیا میں تعریف کا مستحق ذات پاک کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ جس آدمی نے اتنی بات سمجھ لی وہ کبھی مخلوق کی پوجا نہیں کر سکتا۔ رب: مالک اور آقا بھی کہتے ہیں، پرورش اور نگہبانی کرنے والے کو بھی اور حاکم و منتظم کو بھی۔ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کے لئے سب کچھ ہیں پھر ان کی تعریف نہ ہوگی تو کس کی ہوگی۔ (۵۷)

بعض جگہ موصوف نے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کے اختلاف کو بہت تفصیل سے ذکر فرمایا جیسے سورہ نساء، آیت ۴۳ وغیرہ ہیں۔ (۵۸)

## مفتاح القرآن

مولانا شبیر احمد ازہر صاحب میرٹھی مدظلہ

آپ نے مسند امام احمد بن حنبل کے شارح کی حیثیت سے کافی نام کمایا ہے۔ مولانا نے حدیث کی خدمات کے ساتھ ساتھ ایک تفسیر مفتاح القرآن کے نام سے لکھی ہے، یہ صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے، چونکہ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے شروع میں چار صفحہ کا مقدمہ ہے اس مقدمہ میں موصوف نے قرآن کے فضائل وغیرہ بیان کئے ہیں۔

تفسیری خصوصیات کے بارے میں آپ نے مقدمے میں لکھا ہے کہ

اس میں اختصار سے بھی کام نہیں لیا گیا ہے اور بے جا تطویل و دراز کلامی بھی نہیں کی گئی ہے اسے پڑھ لینے سے بہت سی الجھنیں دفع ہو جائیں گی (۵۹)

الحمد لله رب العلمین پر حمد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کسی اچھے عمل کو دیکھ کر اس کی اچھائی سے متاثر ہو کر اس کے عامل کی تحسین و ستائش کرنا جب کہ اس نے اپنے قصد و اختیار سے وہ عمل کیا ہو، عربی زبان میں حمد کہلاتا ہے۔

سورہ فاتحہ کا خلاصہ آپ نے ان جملوں میں بیان کیا ہے:

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں اہل ایمان کے عرض حال کی ترجمانی فرمائی ہے اور بندے کو آغاز میں ہی ان اساسی بنیادی امور کا اقرار و اعتراف کرنے کی تلقین کر دی ہے جن پر عمل بالقرآن موقوف ہے (۶۰)

## ہدایت القرآن

مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ

دور حاضر میں دارالعلوم کے اساتذہ میں جن حضرات کو اسلاف کا مکمل نمونہ قرار دیا جاتا ہے، مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ انہی میں سے ایک ہیں۔ آپ ۱۳۵۹ھ کے اواخر میں کالیئرہ ضلع بناس کانٹھا شمالی گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں والد محترم محمد یوسف صاحب اور مولانا دادا صاحب وغیرہ سے پڑھیں۔ ۱۳۸۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور علوم مروجہ و متداولہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۸۳ھ میں دارالافتاء میں داخلہ لے کر دو سال تک فتویٰ نویسی کی مشق کی، فراغت کے بعد دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں بحیثیت مدرس تشریف لے گئے اور تقریباً نو سال تک فقہ، تفسیر وغیرہ کا درس بڑی خوش اسلوبی سے دیا، نو سال کے بعد مجلس شوریٰ نے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لئے آپ کا انتخاب کیا

تصنیف و تالیف سے آپ کو بڑی دل چسپی ہے، اسلام تغیر پذیر دنیا میں، نبوت نے انسانیت کو کیا دیا، شرح توفیق الکلام، حرمت مصاہرہ، العون الکبیر آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی تصنیف ہدایت القرآن ہے۔ یہ دراصل اس ہدایت القرآن کا مکملہ ہے جو مولانا کاشف الہاشمی سے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا کی کتاب العون الکبیر ہے یہ الفوز الکبیر کی شرح ہے، قرآن کی تفسیر کرنا ایک عظیم اور مہتم بالشان کام ہے اس لئے کہ اس کے بھی کچھ اصول ہیں جسے اصول تفسیر کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب اصول تفسیر میں معرکہ الآراء تصنیف ہے۔ کتاب کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ اس کی کوئی ایسی شرح ہو جس میں اصل کتاب فارسی سے نقل کرنے کے بعد مغلفات کو واضح اور مشکل مواضع کی تشفی بخش تشریح کی گئی ہو، مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری نے آسان اور عام فہم عربی میں ایک شرح العون الکبیر تحریر فرمادی۔ یہ شرح مندرجہ بالا خوبیوں کی حامل ہے۔

شروع میں ۲۵ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں تفسیر کی تعریف مصنف کی سوانح اور الفوز الکبیر کے

متعلق کچھ آرا بیان کئے گئے ہیں

## انوار القرآن

مولانا نعیم صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

انوار القرآن میں مولانا نعیم صاحب تحریر فرماتے ہیں :

عمر عزیز کی ۶۶ منزلیں طے ہو چکی ہیں لیکن اس طویل عرصہ میں کیا کھویا کیا پایا؟ نہایت صفائی کے ساتھ اس کا اقرار و اعتراف ہے کہ سب کچھ کھویا اور گنوا یا ہی ہے پایا کچھ نہیں ہے۔ اب تو منزل سامنے ہے اور ہاتھ خالی ہے اس لئے جی چاہتا ہے کہ جو کچھ موہوم ساعتیں رہ گئی ہیں اور سانس باقی ہے وہ کلام اللہ کی خدمت میں صرف ہو جائیں اگرچہ کتاب اللہ کو اس کے گرانقدر بے شمار تراجم و تفاسیر کی موجودگی میں اس حقیر خدمت کی بالکل حاجت نہیں مگر خدمت گار تو محتاج خدمت ہے، اس کے ساتھ بعض اکابر کے اصرار کی وجہ سے احقر انوار القرآن کے لئے تیار ہو گیا۔

موصوف کی تفسیر کا انداز یہ ہے:

پہلے قرآن کریم کی آیات کو لکھتے ہیں اس کے نیچے ان آیتوں کے معنی لکھتے ہیں اس کے بعد موٹے حروف سے لفظ 'مباحث' لکھتے ہیں ان مباحث میں آیات متذکرہ کے الفاظ کی نحوی، صرفی تحقیق اور الفاظ کا مختصر مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان آیات کا ماقبل سے کیا ربط ہے بیان کرتے ہیں اس کے بعد اگر ان متذکرہ بالا آیات میں سے کسی آیت کا شان نزول کتب تفسیر یا حدیث میں پایا جاتا ہے تو اسے بیان کرتے ہیں اس کے بعد ان آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

یسئلونک ماذا ینفقون

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کیا کریں

ماذاما بمعنی الذی ہے چوں کہ اصل میں ما استفہامیہ ہوتا ہے اسی لئے یسئلونک کا عمل اس میں



نہیں ہوا ماذاجملہ اسمیہ محل نصب میں ہے عبارت کی تقدیر اس طرح ہوگی یسئلونک ای شیء الذی ینفقونہ یعنی سوال میں صرف خیرات کی مقدار کو پوچھا کہ نیک کام میں کیا اور کتنا خرچ کریں، یہ نہیں پوچھا کہ کہاں خرچ کریں حالانکہ چیز تو مصارف کا پوچھنا تھا؟ اگر واقعہً ایک ہی بات دریافت کی تھی تب تو جواب میں حکیمانہ طرز کی رعایت رکھی گئی ہے۔ جس چیز کو پوچھا گیا اس کا جواب تو بالا جمال ما انفقتم من خیر اور وما تفعلوا من خیر سے دے دیا ہے کہ کچھ بھی تم خرچ کرو گے کم یا زیادہ وہ بھلائی ہی ہے، اصل نظر مقدار پر نہیں ہونی چاہئے وہ تو حسب مقدرت و توفیق ہوتی ہے جو چیز قابل توجہ اور لائق اعتنا ہونی چاہئے وہ صحیح مصارف ہیں جنہیں سوال میں ترک کر دیا گیا ہے، جواب میں اسی کی تفصیل دے کر یہ ظاہر کرنا ہے کہ بے مصرف زیادہ بھی خرچ کیا جائے تو بیکار ہے اور مصرف اگر صحیح ہو تو تھوڑا بھی کار آمد ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سوال میں بھی دو چیزیں بیان کی گئی ہیں اور جواب ظاہر ہے کہ سوال کے مطابق ہی ہوا کرتا ہے لہذا جواب میں دو چیزوں کا ہونا اس کا قرینہ ہے کہ سوال میں بھی دو چیزیں ہوں گی مگر اختصاراً سوال سے مصارف کے حصہ کو حذف کر دیا گیا ہے لیکن جواب میں اس حصہ پر زور دیا گیا ہے۔

آیت یسئلونک سے پھر سلسلہ احکام شروع کیا جا رہا ہے یہ بار ہواں حکم ہے جو انفاق اور مصارف سے متعلق ہے پچھلی آیات میں اللہ کی راہ میں جان و مال لگانے پر زور دیا گیا تھا یہاں بھی مال خرچ کرنے کی کچھ تفصیلات و جزئیات کا بیان ہے۔

ابن جریر نے روایت نقل کی ہے کہ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مال خرچ کرنے کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اور کتنا مال خرچ کریں اور ابن حبان کی روایت ہے کہ عمرو بن الجموح نے رسول اللہ ﷺ سے انفاق اور محل انفاق کے متعلق دریافت کیا تھا کہ ہم کیا اور کہاں خرچ کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر: یسئلونک حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت پہلے بھی گزر چکی ہے کہ پچھلے لوگ انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوالات کیا کرتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا ادب و احترام اتنا بڑھا ہوا تھا کہ انھوں نے بہت کم سوالات کئے۔ قرآن کریم میں ان کے کل تیرہ چودہ سوالات ہیں جن کو نقل کر کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ جو لوگ باکردار ہوتے ہیں وہ بے ضرورت سوالات نہیں کرتے۔

قرآن کریم میں تقریباً سترہ مقامات پر سوال و جواب کے انداز سے احکام ذکر فرمائے گئے ہیں جن میں سے تیرہ چودہ سوالات حضرات صحابہ کی طرف سے ہیں۔ آٹھ سورہ بقرہ میں، ایک سورہ مائدہ میں، ایک سورہ انفال میں اور دو سورہ اعراف میں اور ایک ایک سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف، سورہ طہ، سورہ نازعات وغیرہ میں ہیں۔ یہاں تو سوال کے الفاظ یسئلونک ماذا ینفقون ہیں اور دو آیت بعد یہی سوال ویسئلونک ماذا ینفقون سے پھر دوبارہ دوہرایا جا رہا ہے۔

یعنی سوال تو ایک ہی ہے مگر اس کے جواب مختلف ہیں آخر اس میں کیا حکمت ہے؟ سو اس پہلی آیت میں تو عمرو بن الجموح اور دوسرے صحابہ کی طرف سے دو چیزیں پوچھی گئیں تھیں ایک یہ کہ کتنا خرچ کریں اور دوسرے یہ کہ کہاں خرچ کریں لیکن بعد والی آیت میں ابن جریر کے مطابق صحابہ کی طرف سے صرف ایک سوال تھا کہ کیا اور کتنا مال خرچ کریں لہذا دونوں سوالوں کی نوعیتیں مختلف ہو گئیں، کیا خرچ کریں یہ صرف پہلے سوال میں ہے۔ جواب میں مشترکہ حصہ پر کم توجہ دی گئی چنانچہ سرسری طور پر مَا انفقتم من خیر اور وَمَا تَنفَقُوا من خیر فرما دیا گیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ مقدار کو کیا پوچھیں جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ، اپنی حیثیت اور استطاعت کو دیکھ کر خرچ کرو لیکن اول سوال کے دوسرے حصہ کو اہمیت اور تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیوں کہ قابل لحاظ بات صحیح مصرف میں مال کا خرچ ہونا ہے بے مصرف کتنا مال بھی ڈال دیا جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے رہ گئی حق دار کی بات تو دوسرے سوال کے جواب میں صرف قل العفو فرما دینا کافی سمجھا گیا یعنی جو کچھ اپنی ضروریات سے زائد ہو اور اپنی حوائج سے بچے اس کو خرچ کر سکتے ہو

### اللہ و رسول کا فتویٰ:

یہ جوابات براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہو سکتے ہیں جیسے آیت قل اللہ یفتیکم سے معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے بذریعہ وحی بھی ہو سکتے ہیں ان دونوں آیات میں نہ کسی نصاب مال کی قید ہے اور نہ خرچ کرنے کی مقدار بتلائی گئی ہے بلکہ پہلی آیت میں والدین پر خرچ کرنے سے متعلق بتایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں آیتیں صدقات نافلہ کے متعلق ہیں زکوٰۃ سے متعلق

نہیں ہیں زکوٰۃ میں تو نصاب بھی مقرر ہے اور مقدار بھی اور وہ والدین کو نہیں دی جاسکتی۔ والدین اور قرابت داروں کو جو کچھ دیا یا کھلایا جائے اس میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری پیش نظر ہو تو وہ بھی انفاق میں داخل ہے اور باعثِ ثواب ہے۔

### معمولی صدقہ خیرات بھی کارآمد ہے:

ما انفقتم من خیر، و ما تفعلوا من خیر دونوں کے عموم سے یہ تاثر دینا ہے کہ کم سے کم بھی خیرات کرو گے وہ بھی رائیگاں نہیں جائے گی اس لئے اس سے بھی نہ چوکو تمہارے لئے اس میں بھی کچھ نہ کچھ خیر ہے اور مصارف کے سلسلہ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ عام طور سے لوگ خیرات کا مستحق غیروں کو سمجھتے ہیں اولاد کے سلوک کے مستحق اصل میں والدین اور خویش واقارب ہیں۔ ان کے بعد دوسروں کا نمبر ہے۔ حدیث میں تو بیوی کے منہ میں لقمہ دینے کو بھی صدقہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے مراد صدقات واجبہ نہیں بلکہ تبرعات اور صلہ رحمی مراد ہے جس کے بڑے فضائل و فوائد ہیں۔

### ضروری اخراجات کے بعد خیرات کا نمبر ہے:

ان صدقات میں بطور خاص اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اہل و عیال کو تنگی میں ڈال کر اور ان کے حقوق ضائع کر کے خیرات کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مقروض قرض ادا کرنے کے بجائے خیر خیرات میں مال لٹانے لگے ”اول خویش بعدہ درویش“ کا اصول قابل لحاظ ہے۔

حضرت ابوذر غفاری اور بعض دوسرے صحابہ کا مسلک اس آیت کے تحت اگرچہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اور دوسری ضروریات زندگی کی ادائیگی کے بعد جو کچھ مال بچے اس کو خیرات کرنا واجب ہے مگر جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اس آیت کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ جو مال بطور صدقہ خیرات خرچ کیا جائے وہ ضروریات سے زائد اور بچا ہوا ہونا چاہئے یہ نہیں کہ جس قدر بچے اس سب کا صدقہ خیرات کرنا واجب ہو یہی بات ان حضرات کے تعامل سے بھی نکلتی ہے کہ خیرات بچے ہوئے مال سے ہونی چاہئے نہ یہ کہ بچے ہوئے مال کو خیرات کر دیا جائے۔ (۶۱)

## تفسیر القرآن

### مولانا شائق احمد عثمانی بھگلپوری

آپ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں بمقام پُرینی ضلع بھگل پور پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم پُرینی ہی میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب سے حاصل کی ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۸ھ میں فراغت پائی۔ ۱۳۳۱ھ میں ایک سال دارالعلوم میں مدرس رہے، ۱۳۳۱ھ کے آخر میں دارالعلوم چھوڑ کر نظارۃ المعارف دہلی میں داخل ہو گئے، ۱۹۲۱ء میں کلکتہ سے ایک اخبار عصر جدید نکالا انگریزوں نے مقدمہ قائم کر دیا جس کے نتیجے میں ایک سال مولانا عثمانی کو قید با مشقت کی سزا بھگتنی پڑی۔ ۱۹۲۸ء میں آپ کلکتہ چھوڑ کر کراچی چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت مولانا نے زندگی میں بہت سارے تعمیری کاموں کے علاوہ مکی سورتوں کی بہترین اور اچھوتے انداز میں تفسیر کی۔ پوری تفسیر میں حشر و نشر، قیامت، الوہیت کو صاف اور سلیس انداز میں سمجھایا گیا ہے (۶۲)

تفسیر کی خصوصیت اور ضرورت پر انھوں نے جو روشنی ڈالی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

اس وقت جو ہماری اخلاقی حالت ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہے کہ ایسی ترتیب سے قرآن کی تعلیم پیش کی جائے جس ترتیب سے خدا نے عرب پر پیش کیا تا کہ شروع شروع میں اسلامی اعتقادات مدلل طریقے سے ذہن نشین ہوں کیونکہ مکی سورتیں عموماً توحید، نبوت اور معاد کے عقیدوں کی مدلل تشریح سے بھری ہوئی ہیں اور یہ ضروری ہے کہ فروعی اعمال کی تعلیم سے پہلے اس کے بنیادی خیالات دلوں میں مستحکم کر دیئے جائیں (۶۳)

انہیں خیالات نے مجھے آمادہ کیا ہے کہ میں عام فہم اردو زبان میں مکی سورتوں کی تفسیر شروع کروں۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے ”پارہ عم“ کی تفسیر لکھی ہے سارا زور اور ساری ہمت میں نے اس

میں صرف کی ہے کہ قرآن کا اصل مقصد اور اصل مطلب واضح کر دیا جائے، نہ تو کہیں لفظی بحث میں الجھنا میں نے پسند کیا اور نہ دوسری غیر متعلق باتوں سے میں نے صفحات سیاہ کئے ہیں (۶۴)

ہر سورہ کے شروع میں اس کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد دلائل قرآنی کا ذکر کرتے ہیں مثلاً سورہ طلاق کی تفسیر کرنے سے پہلے لکھتے ہیں کہ

اس سورہ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خدا کی طرف سے انسان کی نگرانی ہوتی رہتی ہے وہ مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جائے گا جہاں اعمال کا مواخذہ ہوگا پہلے انسان کی نگرانی کئے جانے پر مناظرِ قدرت سے دلیل لائی گئی ہے اور اس کے بعد دوبارہ پیدا ہونے پر خود نفس انسان کی شہادت اور پھر مناظرِ پیش کئے گئے ہیں (۶۵)

**سورہ بروج کی تشریح کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:**

ستاروں کی رفتار اران کے مقامات سمجھنے کے لئے آسمان کے بارہ حصے فرض کئے گئے ہیں اور ہر حصے میں جو ستارہ واقع ہے وہ برج کہلاتا ہے اسی لئے اہل بیت ان ستاروں کے مجتمع ہونے سے جو شکل پیدا ہوتی ہے وہی اس برج کا نام رکھ دیتے ہیں (۶۶)

## فیض الرحمن

**مولانا یعقوب الرحمن صاحب عثمانیؒ (وفات: ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء)**

آپ ۱۳۱۷ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے، ۸ شوال ۱۳۲۹ھ کو دارالعلوم کے درجہ فارسی میں داخل ہوئے ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد ۹ شوال ۱۳۳۱ھ کو عربی درجہ میں داخلہ لیا ۱۳۳۱ھ میں فراغت پائی۔ فراغت کے بعد مدرسہ فوقانیہ صوبہ ورنگل حیدرآباد دکن میں ترقری ہوئی اور عرصہ تک تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے ۱۹۲۶ء میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں لکچرر مقرر ہوئے، اسی زمانہ میں تفسیر قرآن مسمیٰ ”فیض الرحمن“ لکھنا شروع کی اور ارادہ تھا کہ جلد از تفسیر مکمل کروں گا لیکن مشیت خداوندی کو کچھ اور منظور تھا چنانچہ اسی زمانے میں ہندوپاک کی تقسیم کا مسئلہ کھڑا ہو گیا آپ اس کے مضر اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے ۱۹۵۰ء میں جامعہ عثمانیہ سے وظیفہ یاب ہو کر علیحدگی عمل میں آئی اس کے بعد حیدرآباد میں ”مسجد الماس“

میں تفسیر کا درس دینا شروع کیا، اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں دیوبند آئے۔ دیوبند میں قیام کے دوران علیم مسجد اور گدی والے کی مسجد میں آخر وقت تک تفسیر کا درس دیتے رہے۔ ۱۰ فروری ۱۹۵۲ء (۱۳۷۲ھ) کو آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اس طرح یہ تفسیر نامکمل رہ گئی (۶۷)

فیض الرحمن جزا اول: اس میں صرف تعوذ، تسمیہ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر کی گئی ہے جو ایک سو چونتیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ تفسیر کے اصولی مباحث، اصطلاحی الفاظ اور ان کے اسرار و حکم کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے تفہیم میں سنگ راہ ہیں۔ لغوی تحقیق، تعوذ و تسمیہ کی حکمتیں معارف و مسائل کا بیان اس تفسیر کا طرز امتیاز ہے۔

تعوذ پڑھنے کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ انسان باوجود طاقتور قوتوں اور مضبوط دل و دماغ کے بدی اور برائی کی قوتوں کے مقابلے میں فطری حیثیت سے کمزور ہے کہ آدم علیہ السلام جو پوری نسل انسانی کے باپ ہیں شیطان کے بہکانے میں آگئے تھے اس لئے انسانی حفاظت کے لئے سب سے بڑی اور سب سے اعلیٰ قوت کی سرپرستی ضروری ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کا زبان سے پڑھنا اور دل و دماغ سے اس کے معنی کا یقین کامل حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے (۶۸)

سورہ فاتحہ کی حکمتیں مولانا نے بڑے عمدہ انداز میں بیان کیں، وہ لکھتے ہیں:

اخلاق کے اصول تین ہیں اور ان تین کی چھ شاخیں ہیں اور یہ چھ کے چھ ساتویں چیز میں اس طرح جمع ہو گئے ہیں کہ جس طرح درخت جڑ میں جا کر جمع ہو جاتا ہے تو گویا تمام اخلاق ذمیرہ کو ہم سات چیزوں میں جمع کر سکتے ہیں ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الحمد کی سات آیتیں عطا فرمائی ہیں تاکہ ان سات آیتوں کی وجہ سے ان سات باتوں سے انسان بچ سکے۔ (۶۹)

## تفسیر سورہ بقرہ

مولانا عبدالعزیز صاحب آروی (ولادت: ۱۳۴۱/۱۹۲۲ء - وفات: ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) آپ ۱۹۲۲ء میں فلوکڑہ میں پیدا ہوئے، سن شعور میں قدم رکھنے کے بعد تعلیمی زندگی کا آغاز کیا ابتدائی تعلیم وطن کے علماء سے حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے رامپور کے مدرسہ عالیہ میں داخلہ لیا اور وہیں سے فراغت حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لائے چند سال دارالعلوم میں قیام کے بعد اسلامیہ ہائی اسکول میں مدرس دینیات مقرر ہوئے اور ساتھ ہی مطلع العلوم میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اسی زمانہ میں قرآن کی تفسیر لکھنی شروع کی ابھی سورہ بقرہ تک کی تفسیر ہی لکھ سکے تھے کہ ۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہا (۷۰)

## الدرالمکنون فی تفسیر سورۃ الماعون

پروفیسر حکیم عبدالصمد صاحب صائم

آپ دارالعلوم سے فراغت کے بعد جامعہ ازہر چلے گئے، قیام مصر کے دوران آپ نے سورہ ماعون کی محققانہ تفسیر ”الدرالمکنون“ کے نام سے کی، اس کے علاوہ تاریخ القرآن کے نام سے بھی آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جو قرآن حکیم کی تاریخ پر نہایت مستند اور معیاری ہے، علمائے مصر و شام وغیرہ نے بھی اس کو بہت پسند کیا ہے اب تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں (۷۱)

## ترجمہ جلالین

مولانا عزیز الرحمن صاحب دیوبند

آپ ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے ۱۲۸۴ھ میں تعلیم و تربیت کے لئے دارالعلوم میں داخل کئے گئے ۱۲۹۵ھ میں فراغت پائی۔ ۱۳۰۹ھ میں مجلس شوریٰ نے نائب مہتمم کے لئے

آپ کا انتخاب کیا۔ شوال ۱۳۰۵ھ میں حج زیارت کی غرض سے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور صفر ۱۳۰۷ھ میں واپس تشریف لائے۔

مستقل تصانیف کا موقع کم ملا آپ کی تصانیف میں صرف ترجمہ جلالین اور مولانا قاضی بشیر الدین کی فرمائش پر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے رسالہ ”میزان البلاغۃ“ کا حاشیہ لکھا دونوں کتابیں اپنی اپنی جگہ پر کافی اہم ہیں (۷۲)

## حاشیہ تفسیر بیضاوی

مولانا عبدالرحمن صاحب امر دہلوی

آپ ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء میں بمبئی میں پیدا ہوئے، نشوونما کے لئے قدرت نے سرزمین مکہ کا انتخاب کیا، وہاں جا کر آپ نے حفظ قرآن اور علوم عربیہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم چلے آئے اور حدیث و تفسیر کا علم حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے حاصل کیا ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم کے مدرس بنائے گئے اور کچھ عرصہ تک تفسیر و حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے علم تفسیر سے خاص شغف ہونے کی وجہ سے تفسیری حاشیہ لکھنے کا ارادہ کیا چونکہ تفسیر کی کتابوں میں بیضاوی کو خاص مقبولیت حاصل ہے اس لئے حضرت مولانا کی نگاہ اسی پر اٹھی چنانچہ آپ نے قرآنی علوم کی وسعت و گہرائی میں غوطہ لگایا اور معارف و مسائل کے موتی حاشیہ کی شکل میں جمع کر دیئے جہاں کہیں بھی ادق عبارتیں نظر آئیں اس کی تشریح بڑے ہی سہل اور سلیس عبارت میں فرمائی۔ حاشیہ مکمل اور جامع ہے (۷۳)

## ترجمہ تفسیر ابن عباس

مولانا عابد الرحمن قاسمی کاندھلوی

آپ کاندھلہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم علاقے کے علماء سے حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم میں داخل ہوئے فراغت کے بعد قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو اپنا وطن بنایا



آپ نے تنویر المقیاس تفسیر ابن عباس اور ریاض الصالحین کا ترجمہ کر کے علوم عربیہ کے دروازے کو عوام الناس کے لئے واشگاف کر دیا ہے۔ آج کل اس کی اشاعت 'ادارہ درس قرآن دیوبند' قاری اخلاق احمد صدیقی کی نگرانی میں کر رہا ہے۔ اب تک اس کے ۲۴ پارے شائع ہو چکے ہیں۔ مزید مفید بنانے کے لئے ترجمہ قرآن حضرت تھانویؒ کا اور حاشیہ پر علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول کا ترجمہ رکھ دیا ہے اس طرح یہ تفسیر متقدمین و متاخرین کی کئی ایک تفاسیر کا مغز اور لب لباب بن کر رہ گئی ہے۔

## تقریر الحادی فی حل تفسیر البیضاوی

مولانا فخر الحسن صاحب مراد آبادی

آپ ۱۰ رجب ۱۳۲۳ھ کو ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھیں ۱۳۴۳ھ میں دارالعلوم تشریف لائے اور ۱۳۴۷ھ میں فراغت پائی۔ فن تفسیر سے آپ کو کافی دلچسپی تھی تدریسی زندگی میں بیضاوی کی تقریر آپ کے شاگرد مولانا مفتی شکیل احمد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے قلمبند کی تھی جسے بعد نظر ثانی شرح بیضاوی کی شکل میں کئی جلدوں میں شائع کیا گیا ہے طلباء کے لئے یہ کتاب بیضاوی سمجھنے میں کافی معین ہے۔

## مستند موضح قرآن

مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلوی

آپ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۱ء میں فراغت پائی۔ فراغت کے بعد لاہور تشریف لے گئے اور مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے قرآن کریم اور تفسیر کے نصاب کی تکمیل کی۔ دہلی واپس آنے کے بعد مولانا سعید احمد صاحب کی خدمت میں رہے اور ان کے ترجمہ قرآن کاشف الرحمن میں ہاتھ بٹاتے رہے اس ترجمہ کا مقصد شاہ صاحب کے ترجمہ اور فوائد کی تشریح کرنی تھی آپ نے بفضل

خداوندی اس کام کو شروع کیا، ظاہر میں یہ کام بہت آسان نظر آتا تھا لیکن سوڈیٹھ سو سال میں اردو کے بدلے ہوئے اسلوب، پرانے محاورے کا متروک اور نئے ایڈیشن میں کتابت کی بعض جگہ فاش غلطیوں کے ہونے سے اس کام کو دشوار بنا دیا۔ مسلسل آٹھ سال کی محنت کے بعد ترجمہ کے حل مشکلات اور توضیح مُعلقات کئے۔

آپ نے سب سے پہلے ہندوستان کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے قدیم قلمی اور مطبوعہ نسخوں کو دیکھا اور جمع کیا چنانچہ موضح قرآن کے سب سے پہلا ایڈیشن ۱۲۴۵ھ مطبوعہ مطبع احمدی کلکتہ سے لے کر آخری ایڈیشن ۱۹۷۴ء مطبوعہ تاج کمپنی تک مختلف سالوں میں چھپے ہوئے ۲۵ کے قریب مطبوعہ اور قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر ایک صحیح نسخہ مرتب کیا۔ آپ نے اس نسخہ کی اشاعت سے پہلے محاسن موضح قرآن کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا جس میں ہر سال کی غلطیوں پر تبصرہ کیا گیا ہے اور بگڑے ہوئے اردو، ہندی، سنسکرت، پالی وغیرہ الفاظ کی تشریح کی گئی ہے۔ کتابچہ ہندو پاک کے اکابر علماء کے پاس بھیجا گیا اور ان کے پسند کرنے کے بعد اس کی پہلی قسط ۲۹ اور ۳۰ رواں پارم کی شکل میں شائع کیا گیا۔

مولانا قاسمی دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

”اسی قسط پارہ عم و تبارک کے شروع میں راقم نے ساڑھے تین سو الفاظ کی فہرست مع تشریح کے شامل کی اس میں مشکل الفاظ کی تشریح بھی ہے اور گیارہ کے قریب بالکل متروک الفاظ کی وضاحت بھی کی گئی ہے اب تک اس کی مکمل اشاعت نہیں ہو سکی ہے (۷۴)

## کمالین شرح جلالین

مولانا محمد نعیم صاحب

آپ ۷/۷۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۷ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ’تنویر عثمانی‘ ہے۔ ۱۳۴۲ھ میں تعلیم کا آغاز کیا ۱۳۶۳ھ کو فراغت پائی، ۱۳۶۶ھ میں دارالعلوم دیوبند کے مسند تدریس پر متمکن ہوئے۔ آپ نہ صرف کامیاب معلم بلکہ کامیاب مصنف بھی ہیں۔ تذکرۃ الحافظ، سلاسل قطبیہ، نور

الدرایہ شرح ہدایہ اور لطائف الانوار من اقتباس کاشف الاسرار آپ کی مشہور کتابیں ہیں (۷۵)

قرآنی خدمات میں کمالین شرح جلالین ایک لافانی خدمت ہے یہ شرح آپ نے اپنی تین سالہ بیماری کے درمیان لکھی ہے۔ خود ہی لکھتے ہیں:

میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ تین سالہ تھکا دینے والی مسلسل علالت کے زمانے میں ایک تن مردہ میں اس طرح جان ڈالنے کی کوشش کی جائے گی کہ ایک طرف تو اس تفسیری شرح کے مسودے لکھے جا رہے ہیں اور دوسری جانب نظر ثانی کئے بغیر حوالہ پر لیں ہو رہے ہوں گے

شرح میں سورتوں کے اسماء، مذاہب ائمہ، لغوی تحقیق، ترکیب نحوی اور اعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں آیتوں کے روابط اور شان نزول بھی ذکر کئے گئے ہیں مشکل مسائل سہل انداز میں سمجھائے گئے ہیں۔

## ترجمہ تفسیر مدارک

مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری

آپ لیلۃ البراءۃ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۵۵ھ سے ۱۳۵۸ھ تک دارالعلوم کے شعبہ فارسی میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل، ادیب عالم اور ہائی اسکول کے امتحانات میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی اور ۱۳۷۲ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی اور اسی سال دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر ہو گیا۔

علوم عربیہ کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی جو کوشش آپ نے کی ہے وہ لائق ستائش ہے آپ کی انہی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ تفسیر مظہری، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، طنطاوی، تعلیم و تعلم، تکمیل الایمان وغیرہ سے عوام و خواص بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

ہر کام کا کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے مولانا کشمیری نے محرک ترجمہ تفسیر مدارک کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ”اس کا جامع اختصار، ٹھوس مضامین، پیرایہ بیان کی جاذبیت و کشش نے مجھے متاثر کیا اور اردو

ترجمہ کی شکل میں ناظرین کے سامنے پیش کرنے کا بہترین موقع دیا (۷۶)

مصنف کے اس ترجمہ کے کچھ اجزاء شائع بھی ہو چکے ہیں بعض مجبوریاں ایسی پیش آئیں جن کی وجہ سے یہ ترجمہ مکمل نہ ہو سکا اور یہی حال ان کے دوسرے ترجموں کا بھی ہوا ان میں سے کوئی بھی ایک دو پارے سے زیادہ نہ ہو سکا۔

## مشکلات القرآن

### علامہ انور شاہ صاحب کشمیری

آپ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کی صبح اپنے نہال دودھ وان وادی لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۰ھ میں دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۱۴ھ میں فراغت حاصل کی۔ مختلف معرکۃ الآرا مسائل پر ایک درجن تصانیف شائع ہو چکی ہیں، آپ کی شائع شدہ کتابوں میں مشکلات القرآن بھی ہے جس میں آپ نے ان تمام آیتوں کی تفسیر کر دی ہے جو علماء کے نزدیک مشکل اور اصعب سمجھی جاتی ہیں۔ کتاب کی زبان عربی ہے لیکن کہیں کہیں بعض مسائل فارسی میں بھی ذکر کئے گئے ہیں (۷۷)

تفصیل طلب باتوں کی عربی و فارسی میں تشریح مولانا سید محمد احمد رضا بجنوری نے حواشی میں کر دیے ہیں۔ کتاب کی ترتیب بھی مولانا سید محمد احمد رضا بجنوری نے دی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سالم صاحب قدوائی نے مرتب کا نام محمد یوسف بنوری لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے، مولانا بنوری کا صرف مقدمہ ہے۔ یہ مقدمہ ۸۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں مولانا نے مصنف کتاب کے حالات، علوم قرآنی، رموز تفسیر قواعد و ضوابط کو بالتفصیل بیان کیا ہے (۷۸)

## قصص القرآن

مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی

آپ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں سیوہار ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، تعلیم کا اکثر حصہ سیوہار اور

مدرسہ شاہی مراد آباد سے حاصل کیا۔ عمر عزیز کے مختلف ادوار میں بہت سی گرانمایہ اور محققانہ کتابیں تصنیف کیں۔ بلاغ المبین، اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق اور فلسفہ، قرآنی خدمات میں آپ کی کتاب قصص القرآن کو بڑی شہرت حاصل ہے۔

مولانا سیوہاروی کی کتاب قصص القرآن کے چار حصے ہیں تفصیل اس طور پر ہے:

حصہ اول: حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام کے حالات و واقعات۔

حصہ دوم: حضرت یوشع علیہ السلام سے حضرت یحییٰ تک پیغمبروں کی مکمل سوانح حیات اور ان کی

دعوت حق کی محققانہ تفسیر و تشریح

حصہ سوم: بعض انبیاء کی سوانح اور اصحاب کہف والرقیم، اصحاب القریہ، اصحاب الرس، بیت

المقدس، قوم یہود، اصحاب الاخدود، اصحاب الفیل، اصحاب الجحیم، ذوالقرنین، سد سکندری، سبا، اور سیل

عرم کا محققانہ بیان۔

حصہ چہارم: حضرت عیسیٰ اور خاتم الانبیاء علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس سیرتوں کا بیان قرآن کریم کی

روشنی میں نیز اہم مباحث پر تبصرے۔

مختصر یہ کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت اہم ہے، نہ تو اس میں اسرائیلی روایت کو جگہ دی گئی ہے

اور نہ ہی کسی جگہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے بلکہ اعتدال کی شاہ راہ پر چلتے ہوئے ہر قصہ کو باحسن وجوہ ٹھیک

ٹھیک بیان کیا گیا ہے۔

یوں تو معاندین اسلام نے جب بھی قرآنی قصص میں رطب و یابس داخل کرنا شروع کیا تو علمائے

وقت نے اس کا منہ توڑ جواب دیا چنانچہ علامہ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر المنار اور امام الہند مولانا

ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں ضمناً ہی سہی لیکن بہت شاندار تحقیق پیش کی لیکن ضمن کا مقابلہ اصل

سے نہیں ہو سکتا، اس لئے ۱۹۳۰ء میں عبد الوہاب مصری نے قصص الانبیاء کے نام سے اسی موضوع پر روشنی

ڈالی لیکن وہ رطب و یابس سے محفوظ نہ رہ سکی تب مولانا موصوف نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور حق ادا کر دیا۔

## تذکیر بسورۃ الکہف

### مولانا سید مناظر احسن گیلانی

آپ ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۲ء میں بمقام استھانواں ضلع مونگیر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم آبائی وطن گیلان میں حاصل کی پھر ۱۳۱۳ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۳ھ کتب حدیث کی سند حاصل کی۔ الدین القیم، تدوین حدیث ہزار سال پہلے، نظام تعلیم و تربیت، سوانح قاسمی آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ متعلقات قرآن میں تذکیر بسورۃ الکہف ایک لافانی خدمت ہے۔

مولانا مرحوم کے شاگرد رشید مولوی مخدوم محی الدین نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ طالب علمی میں محترم استاذ فرمایا کرتے کہ سورہ کہف کے متعلق ہمارے ذہن میں خاص قسم کے خیالات ہیں خدا کرے کہ ان کو قلمبند کرنے کا موقع مل جائے چنانچہ مولانا حیدر آباد سے اپنے وطن (بہار) کو روانگی کے بعد ان ہی خیالات کو قلم بند کرنا شروع کیا اور بالاقساط ماہنامہ ”الفرقان“، لکھنؤ میں ”دجالی فتنہ اور سورہ کہف“ کے عنوان سے یہ مضامین چھپتے رہے آخر میں مولانا نے ان ہی مضامین کو یکجا کر کے کہیں اضافہ اور کہیں کمی کے ساتھ کتابی شکل عنایت فرمائی۔ یہ کتاب کل ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے اور قرآن و سیرت سوسائٹی سے شائع ہوئی ہے (۷۹)

کتاب کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ان کا انسانوں میں کوئی باپ نہیں تھا مولانا اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا زید کا باپ اگر عمر نہ ہو تو اس سے یہ معلوم ہوگا کہ زید کا باپ بکر ہے؟ خود سوچئے کہ کیا ایسا دعویٰ علم پر مبنی ہوگا؟ پھر اتنی بات کہ کوئی آدمی حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ نہ تھا محض اس سے یہ منطقی نتیجہ کیسے نکل آیا کہ جس کا باپ نہ ہو اس کا باپ یقیناً خدا ہی ہے (۸۰)

متذکرہ بالا کتاب کے علاوہ موصوف کی ایک اور کتاب ”تدوین قرآن“ ہے اس میں موصوف نے تقریباً تیس چالیس سال کے مسلسل فکر و تامل، تلاش و جستجو کے آخری نتائج درج کئے ہیں (۸۱)

## حکمت النون

حضرت مولانا محمد طاہر قاسمی صاحب

ان اللہ ثالث ثلثہ کے قائلین ذات و صفات پر مشتمل آیات قرآنی کے صیغہ جمع سے خدا کو تین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ صیغہ جمع کا اقل فرد تین ہوا کرتا ہے۔

علمائے اسلام نے ایسے سفیہانہ استدلال کے ہمیشہ دندان شکن جواب دیئے ہیں لیکن قرآنی حکمتیں لکھنے کے بعد کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ حرف آخر ہے۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد طاہر صاحب نے جدید پیرایہ میں جمع مشکل کے ساتھ آیات ذات و صفات کی بہت ساری حکمتیں بیان کی ہیں اور یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ جہاں جہاں حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو ہوا اللہ احد کے باوجود جمع کے صیغے سے تعبیر کیا ہے وہاں ذات مع صفات کے مراد ہے۔ خود لکھتے ہیں:

”اکثر و بیشتر حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو جمع ہی کے صیغوں اور ضمیروں سے تعبیر فرمایا ہے جس سے نہ صرف ذات واجب تعالیٰ کی طرف اشارہ منظور ہوا کرتا ہے بلکہ ذات واجب تعالیٰ مع صفات کے مراد ہوا کرتی ہے“ (۸۲)

پوری کتاب پڑھنے کے بعد عیسائیوں کے استدلال کی قلعی کھل جاتی ہے، حق کا صاف شفاف آفتاب روشن ہو جاتا ہے اور باطل کی ظلمتیں حق کی تاب نہ لا کر راستہ لیتی ہیں۔

## فہم قرآن

مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی

آپ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد

مراد آباد شاہی میں داخلہ لیا ۱۳۴۴ھ میں دارالعلوم میں داخل ہوئے اور حدیث کی تکمیل کی، اس کے بعد اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل کے امتحان میں اعلیٰ نمبر سے کامیابی حاصل کی دو سال تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مدرس رہے اس کے بعد سینٹ اسٹیفن کالج میں بحیثیت لکچرر کام کیا ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل بنائے گئے ۱۹۵۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ دینیات کے پروفیسر اور صدر بن گئے (فکر و نظر نامہ موران علی گڑھ جلد ۲، ص: ۳۳۸) علی گڑھ سے ریٹائر ہونے کے بعد ہمدرد سے وابستہ تحقیقات علمیہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تخلق آباد دہلی میں علمی کاموں میں مصروف ہوئے ۱۳۵۷ھ سے ماہنامہ برہان کی ادارت بھی آپ ہی کے ذمہ ہو گئی ۱۳۸۲ء سے مجلس شوریٰ دارالعلوم کے رکن بھی رہے (۸۳)

آپ کی محققانہ کتابوں میں، اسلام میں غلامی کی حقیقت، مسلمانوں کا عروج و زوال، صدیق اکبر، وحی الہی اور فہم قرآن قابل ذکر ہیں۔ فہم قرآن مولانا موصوف نے نیاز صاحب کے خیالات کی تردید کے لئے تحریر فرمائی جو قرآنی رموز و نکات کو صرف تراجم و تفاسیر اور معمولی زباندانی سے سمجھنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ (۸۴)

کتاب کی اہمیت مندرجہ ذیل عبارت سے لگائی جاسکتی ہے:

آپ نے لکھا ہے کہ آیات قرآنی کا صحیح مفہوم سنت کے بغیر متعین نہیں ہو سکتا، اصل یہ ہے کہ اگر قرآن کو سمجھنے کی کوشش میں سنت سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے تو قرآن مبہم و امر و نواہی اور قصص کا ایک مجموعہ ہو کر رہ جائے گا اور اسلام کے مکمل و مفصل دستور اساسی ہونے کی حیثیت بڑی حد تک پامال ہو جائے گی مثلاً "اقیموا الصلوٰۃ" کے معنی و مصداق کی تحقیق میں اگر سنت سے مدد نہ لی جائے تو اس حکم کی تعمیل میں عجیب قسم کا انتشار نظر آئے گا۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعایا عبادت گاہ کے بھی ہیں پس کوئی صاحب تو اس حکم کی تعمیل اس طرح کریں گے کہ دعا مانگ لیا کریں گے اور اس کے لئے بھی کوئی خاص شکل اور کوئی خاص وقت نہیں۔ ایک صلوٰۃ پر کیا موقوف ہے زکوٰۃ، حج، اوقات و ارکان صلوٰۃ، ربوٰ وغیرہ کسی کی صحیح حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی (۸۵)

مختصر یہ کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت اہم اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے کافی معین و مددگار ہے۔



## قرآنی سبق

محمد عقیل قاسمی

موصوف قرآنی سبق لکھنے کا مقصد بیان فرماتے ہیں کہ نئی نسل جس تیزی کے ساتھ اسلامی روایات، آداب، اخلاق سے پہلو تہی کر رہی ہے اس روش سے ہر کوئی ذی علم اور دور رس نگاہ یہ اندازہ لگانے میں کوئی عذر نہیں پیش کر سکتی کہ اس کی تمام تر ذمہ داری ہمارے اوپر ہے۔

اس ترقی یافتہ دور میں بھی ہم اگر اسلام کے لافانی نقوش کو اپنی نسلوں کے ذہن پر نہ چھاپ سکے تو پھر کوئی تہذیب، کوئی کلچر ہماری آئندہ نسلوں کی جادہ مستقیم سے انحراف کی ذمہ داری سے ہم کو سبکدوش نہیں کر سکتی، اس لئے ہم نے قرآنی سبق کا سلسلہ جو ایک عمدہ اور ہلکا پھلکا نیز سہل طریقہ پر شروع کیا ہے، آپ اس کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہیں اور آپ کے بچوں کے لئے ہم نے جو دینی راہ ہموار کی ہے اس میں کہاں تک ہم کامیاب ہیں انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اگر کچھ وقت نکال کر اس کا مطالعہ کرے تو یقیناً وہ اپنی کھوئی ہوئی منزل سکون پاسکتا ہے۔

موصوف کے قرآنی سبق کا طریقہ ملاحظہ ہو:

پہلے پوری سورہ کو لکھتے ہیں اور اس سورہ کی ہر ہر آیت کے نیچے اس کے معنی لکھتے ہیں پھر پوری سورہ کے ہر ہر لفظ کو ترتیب سے لکھتے ہیں پھر ہر لفظ کے سامنے اس کا معنی لکھتے ہیں مثلاً:

يقول الكفر يليتني كنت ترابا

کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا

يقول کہے گا الکافر کافر يليتني اے کاش

كنت میں ہو جاتا ترابا مٹی (۸۶)

## تفسیر حل القرآن

ترجمہ مولانا تھانوی، تفسیر مولانا حبیب احمد کیرانوی

موجودہ دور میں ضروریات و حالات کے مطابق قرآن پاک کی جامع و نایاب تفسیر قدیم و جدید اعتراضات کا بہترین جواب کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معلومات عوام و خواص ہر ایک کے لئے قابل مطالعہ، اس تفسیر کے مصنف مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی، ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب اور عنوانات مولانا محمد ظفیر الدین صاحب رفیق دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ہیں صرف چوبیس پارے کی تفسیر دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (۸۷)

## درس قرآن

ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور جدید اسلوب مولانا ظفیر الدین کا ہے قرآن مقدس کی سادہ و سلیس اور دل کش و شگفتہ عام فہم تفسیر جس میں تمام جدید و قدیم، عربی، فارسی اور اردو تفاسیر کا عطر کشید کیا گیا ہے۔ اس کو پڑھنے سے دل متاثر، دماغ روشن اور ظاہر و باطن آراستہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

قرآن پاک کی خدمت جس پہلو سے بھی ہو مبارک ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ بے دینی پورے شباب پر ہے ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں قرآن سے شغف پیدا کیا جائے اور ان کو کلام الہی سے روشناس کیا جائے اس کی جو بھی عمدہ سے عمدہ تدبیر ہو عمل میں لانی چاہئے

درس قرآن کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ آیات قرآنی کے تحت عنوان اوپر لکھا گیا ہے پھر ان آیات کے نیچے پہلے ہر ہر لفظ کے معنی الگ الگ دیئے گئے ہیں تاکہ غیر عربی خواں ایک نظر میں یہ معلوم کر لیں کہ کس لفظ کے کیا معنی ہیں اس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ کچھ دنوں کے بعد الفاظ قرآنی سے اچھی خاصی

مناسبت پیدا ہو جائے گی۔

پھر اس کے نیچے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا با محاورہ اردو ترجمہ قرآن ہے جو اپنی صحت، جامعیت، نفاست اور قرآن پاک کی ترجمانی میں مشہور و مقبول ہے۔

ترجمہ کے بعد تفسیر شروع ہوتی ہے اس میں بھی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ہر اس نئے لفظ کی جو آیات بالا میں آئے ہیں دلنشین تشریح ہے اور آخر میں مناسب عنوان کے تحت تفسیر ہے۔

تفسیر میں الفاظ سہل و سادہ اور زبان عام فہم اور سلیس و شگفتہ استعمال کی گئی ہے اور کم سے کم جملوں میں زیادہ سے زیادہ معانی سمونے کی کوشش کی گئی ہے اختلافی چیزوں سے اجتناب کیا گیا ہے اور بالکل آخر میں ان آیتوں کا خلاصہ اور نچوڑ چند جملوں میں بیان کر دیا گیا ہے جو درس قرآن کی حیثیت رکھتا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

### مرتب عالم

الحمد	لله	رب	العلمین
تمام خوبیاں	اللہ کے لئے	رب	تمام جہانوں
سب تعریفیں	اللہ ہی کو لائق ہیں جو مرتب ہیں	ہر عالم کے	

تشریح الفاظ: الحمد (ال تمام، حمد تعریفیں اور خوبیاں) عربی زبان میں ال تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے تمام، خاص اور جو۔ یہاں پہلے معنی (تمام) میں آیا ہے۔ حمد سے مراد تعریف اور خوبی ہے جو مدح اور شکر سے بلند ہے۔ اللہ یہ خدا کا اسم ذات ہے، کسی اور کے لئے اس کا استعمال نہیں ہو سکتا، نہ کبھی خدا کے سوا کسی اور کے لئے استعمال ہوا ہے، یہ کسی اور لفظ سے نہیں بنا، یہ نام اس ذات پاک کے لئے مخصوص ہے۔

رب سے مراد وہ ذات پاک ہے جس نے سب چیزوں کو وجود عطا کیا پھر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی دی یہاں تک کہ درجہ کمال تک پہنچا دیا۔

عالمین سے مراد ہے تمام خلقت، تمام موجودات، تمام جماعتیں اور تمام جہاں، عالمین کا واحد عالم ہے۔

تمام خوبیاں خدا ہی کے لئے کیوں؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پہچان کرائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ حمد و ثنا

درحقیقت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر کوئی حاکم انصاف کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے صفت عدل اس کے اندر رکھ دی ہے، کسی کے ہاتھ میں اگر شفا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اسے یہ کمال عطا کر دیا، کوئی حسین اور خوبصورت ہے یا کسی کی عادت پاکیزہ ہے تو اس کے لئے بھی صفت و ستائش کا اصل حقدار اللہ کی ذات ہے کیونکہ یہ اس کا عطیہ ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسلام کا خدا کسی مخصوص نسل، کسی مخصوص قوم یا قبیلہ کا خدا نہیں۔ اسلام سے قبل جتنے مذاہب موجود تھے وہ اس وسیع تصور سے واقف نہ تھے۔ ہر قوم خدا کو صرف اپنا خدا سمجھتی تھی گویا خدا کی حیثیت محض قومی خدا کی رہ گئی تھی، بنی اسرائیل جیسی توحید پرست قوم بھی اسے صرف اپنا خدا سمجھتی تھی مگر قرآن نے ان تمام غلطیوں کو مٹا دیا اور بتایا کہ اس کائنات کے ہر ذرہ اور ہر چیز کا خدا ایک ہی ہے۔ ہمیں اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم تمام انسانوں کی خدمت کریں، انسانوں کے علاوہ حیوانات سے بھی ہمدردی رکھیں کسی کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔

ہمارا تصور محدود نہیں بلکہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا اللہ سارے جہانوں کا رب ہے وہ صرف انسانوں کا نہیں بلکہ ساری مخلوق کا پروردگار ہے، صرف اس دنیا کا نہیں بلکہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے (۸۸) آخر میں موصوف نے پوری سورہ کا خلاصہ لکھا ہے میں نے آپ کے سامنے صرف ایک آیت کی وضاحت جو مولانا نے کی تھی پیش کی اس لئے خلاصہ کو چھوڑتا ہوں۔

## تفسیر ابن عباس

جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی مشہور تفسیر تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس کا سلیس و شگفتہ ترجمہ: اس تفسیر میں قرآنی آیات کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے اور آپ نے جو قرآنی آیات کی تفسیر کی اس تفسیر کا ترجمہ مولانا عبد الرحمن نے کیا ہے اور اس میں لباب النقول فی اسباب النزول علامہ جلال الدین سیوطی کا ترجمہ بھی ہے یعنی جلال الدین سیوطی نے جو شان نزول بیان فرمایا اس کا ترجمہ کیا ہے۔ (۸۹)

## مقدمہ ترجمہ قرآن شریف:

زبدۃ الکاملین قدوة العارفين خاتم المفسرين فخر المحدثين شيخ المشايخ والمسلمين حضرت الامام شيخ الهند مرحوم نے بزمانہ اسیری مالٹا تکمیل کو پہنچایا اس سے پہلے کہ ترجمہ قرآن مجید طبع کیا جائے اس کا مقدمہ علیحدہ طبع کر کے شائع کرنا مناسب خیال کیا گیا جس میں شائقین کلام ربانی کو اس ترجمہ کی پوری حالت اور واقعی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا (۹۰)

اس ترجمہ قرآن شریف میں جگہ جگہ فارسی اشعار بھی ہیں اور اس مقدمہ ترجمہ قرآن شریف لکھنے کی وجہ موصوف نے بہت تفصیل سے بیان فرمائی اور موضح قرآن کے اندر جو غیر محاورہ الفاظ کی تبدیلی موصوف نے کی ہے اس کی وجہ بھی بہت تفصیل سے بیان کی۔

## التعوذ فی السلام

### مولانا محمد طاہر قاسمی دیوبند

اس کتاب میں سورہ فلق وناس کی تشریح ہے۔ علم الہی سے علم سحر کا تقابل دکھلاتے ہوئے شیطان رجیم اور علم سحر کی حقیقت و واقعیت پر شافی و جامع بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ آفات انسانی کی عقلاً و نقلاً پانچ ہی شکلیں ہو سکتی ہیں جن کا واحد علاج تعوذ باللہ اور ورد معوذتین ہی ہے۔ اسی کے ضمن میں متعدد مہمات فکریہ و اسرار الہیہ کو سر کر کے قلوب مسلمین میں ایقان و عرفان کی ایک نئی روشنی پیدا کی گئی ہے۔ (۹۱)

یہ رسالہ کیا ہے؟ مضامین علمیہ کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے اور لطائف و فوائد ظاہری و باطنی کا ایک دریائے ذخائر، اس میں سرمایہ ذکاوت و فطانت قابل مولف نے بیش بہا مضامین و مسائل علم کلام و تصوف اور ابحاث فقہ و حدیث اور دیگر حقائق و معارف کو اپنے شائستہ بیان اور طرز کلام ایسے پر تاثیر و دل آویز عنوان سے ادا کیا ہے کہ پڑھنے والے کا قلب شدت تاثر و سرعت ترقی سے محو حیرت ہو جاتا ہے (۹۲)

## حقیقتِ سحر

جناب مولانا طاہر قاسمی

اس کتاب میں موصوف اپنی کتاب التعوذ فی الاسلام سے مضمون متعلقہ حقیقتِ سحر کو بصورت رسالہ علیحدہ بھی شائع کیا ہے۔ اس میں سحر کی حقیقت و اقیقت پر دلائل عقلی و نقلی کے ساتھ تبصرہ کیا ہے اور اس ضمن میں متعدد مفید علمی بحثوں پر بھی خامہ فرسائی کی ہے، بعض اکابر مدرسین نے بے حد اس کو پسند فرمایا ہے (۹۳)

اس کے علاوہ موصوف کی کتاب الوحده فی الاسلام، النحر فی الاسلام اور صحیفہ قاسمیہ ہے۔ الوحده فی الاسلام میں مرکز و جمہوریت پر عقلاً، عرفاً، شرعاً نقد و تبصرہ کیا گیا ہے۔ النحر فی الاسلام میں قربانی کی حکمت اور اس کی حقیقت و حقانیت کو نہایت ہی بلیغ و مؤثر پیرایہ عقل و نقل میں بیان کیا گیا ہے اور صحیفہ قاسمیہ میں حیاتِ مسیح، ختمِ نبوت وغیرہ پر نرالے انداز میں بحث کی گئی ہے۔

## جائزہ تراجم قرآنی

محمد سالم قاسمی، سید عبدالرؤف عالی، سید محبوب رضوی

یہ ایک نہایت عمدہ جائزہ ہے جس میں قرآنی ترجموں کی فہرست سازی کی گئی ہے، درج ذیل عبارت سے قدرے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ یورپ اور ایشیا کی پچاس مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے قدیم و جدید تراجم پر ایک تفصیلی نظر، اردو زبان میں تراجم قرآن مجید کے اس جائزے میں ۹۲ ترجموں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ان میں ۵۵ ترجموں کا تعارف تفصیلی ہے مگر ۳۱ ترجمے ایسے ہیں جو کم یا ب ہونے کی وجہ سے دستیاب نہیں ہو سکے ان کے علاوہ ۶ ترجمے ایسے بھی ہیں جن کی صرف نشاندہی کی جاسکی ہے۔ (۹۴)

لیکن تراجم قرآن مجید کی اس طویل فہرست کے باوجود اردو زبان کی وسعت اور قرآن مجید کے ترجموں کی کثرت کے پیش نظر ہو سکتا ہے کہ کچھ ایسے ترجمے اور نکل آئیں جن کا راقم السطور کو علم نہیں ہو سکا۔

اس کتاب میں جن پچاس زبانوں میں تراجم قرآنی کا جائزہ لیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

نمبر شمار	زبان	تعداد تراجم	نمبر شمار	زبان	تعداد تراجم
۱	اردو	۹۲	۲۶	فلپائنی	۱
۲	فارسی	۵۲	۲۷	ہوس	۱
۳	ہندی	۱۸	۲۸	حبشی	۱
۴	گجراتی	۹	۲۹	مالٹی	۱
۵	عبرانی	۵	۳۰	تلیکو	۳
۶	ترکی	۵	۳۱	سنسکرت	۲
۷	جاوسی	۱	۳۲	گورنگھی	۱
۸	انڈوچائنا	۱	۳۳	بنگلہ	۶
۹	برمی	۲	۳۴	کنٹری	۱
۱۰	جاپانی	۳	۳۵	سندھی	۲
۱۱	چینی	۵	۳۶	پنجابی	۶
۱۲	سواحلی	۴	۳۷	مرہٹی	۱
۱۳	ٹیمیل	۱	۳۸	ملیالم	۳
۱۴	پشتو	۱۴	۳۹	فرانسیسی	۲۲
۱۵	انگریزی	۲۶	۴۰	لاطینی	۱۵
۱۶	جرمنی	۱۶	۴۱	ایٹالین	۹
۱۷	اسپینی	۶	۴۲	ڈچ	۵
۱۸	یونانی	۲	۴۳	مکاسرین	۲
۱۹	ارکونین	۱	۴۴	روسی	۶
۲۰	ڈینش	۴	۴۵	بلغاری	۱

۲۱	سوئڈش	۳	۴۶	پولش	۳
۲۲	پرتگالی	۴	۴۷	سرہین	۲
۲۳	ہنگری	۲	۴۸	البانی	۱
۲۴	رومانی	۱	۴۹	آسٹرین	۲
۲۵	ارمنی	۴	۵۰	بوہیمیا	۲

کل تراجم ۳۷۹ (۹۵)

## درس قرآن کی سات مجلسیں

### حضرت مدنی

یہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماء ہند کے ارشادات اور سید مکت حضرت مولانا الحاج الحافظ سید محمد میاں صاحب شیخ الحدیث و مفتی مدرسہ امینیہ دہلی، سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند کی تشریحات کے علمی لطائف، رموز قرآنی اور اسرار و حکم کا مجموعہ ہے۔

اگست ۱۹۴۲ء میں انڈین نیشنل کانگریس نے وہ تجویز منظور کی جس میں انگریزوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ہندوستان سے نکل جاؤ، اس تحریک نے ہزاروں مجاہدین وطن کو قید و بند سے آشنا کیا مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب اور ان کے چند رفقاء کو بھی مراد آباد جیل میں پہنچا دیا جہاں چند ماہ پہلے سے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رونق افروز تھے۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب کو خیال آیا کہ شیخ الاسلام کی اس بابرکت رفاقت سے فہم قرآن کے سلسلہ میں فیضیاب ہونا چاہئے چنانچہ آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی اور آپ نے منظوری فرمادی۔ (۹۶)

۷ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/۱۴ جنوری ۱۹۴۳ء سے نمازِ ظہر کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا، ایک مہینہ



گزرنے نہ پایا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام کو نینی جیل میں منتقل کر دیا گیا بہر حال حضرت کے ارشادات یا درس کی بحثیں اس وقت تو قلمبند نہیں کی جاسکتی تھیں البتہ رات کے وقت ہر روز کے ارشادات اور بحثوں کے مضامین اختصار کے ساتھ قلمبند کر لیا کرتا تھا یہ تمام نوٹ ایک کاپی میں مولانا محمد میاں کے پاس محفوظ تھے مولانا حسین احمد مدنی کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا اسعد صاحب کی فرمائش پر مولانا کے ارشادات اور مولانا محمد میاں کی تشریحات کے ساتھ ماہنامہ دیوبند کی سترہ اشاعتوں میں شائع کیا گیا ہے اس کے بعد اہل ذوق کے اصرار پر اس کو کتابی شکل میں یکجا شائع کر دیا گیا ہے (۹۷)

## دینی دعوت کے قرآنی اصول

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

موصوف فرماتے ہیں کہ آج سے تقریباً پچیس سال پہلے احقر نے قرآن حکیم کی آیت دعوت ادع الی سبیل ربك الخ سے اسلامی دعوت و تبلیغ کے بنیادی اصول اور اس کے تحت دعوتی پروگرام کی اساسی دفعات کو بصورت مقالہ ترتیب دیا تھا جس کے بارے میں مختلف اہل علم نے یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ عربی اور انگریزی زبانوں میں اس کا ترجمہ سے افادہ زیادہ متوقع ہے (۹۸)

قرآنی حکمت کو ہمہ گیر انداز سے وقت کے تقاضوں کے مطابق دنیا کی ممتاز زبانوں میں منظر عام پر لانے کا ہتھیہ کیا۔ اصول دعوت اسلام کا یہ مقالہ قرآنی علوم کے سرچشمہ سے نکلا ہوا ایک علمی مرقع اور قرآنی مستبطلات کا ایک بصیرت آموز ذخیرہ ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے ادارہ مجلس معارف القرآن نے اسے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ احقر نے اس پر دوبارہ نظر ڈالی اور تصنیفی نقطہ نظر سے اس میں کافی رد و بدل اور معتد بہ اضافوں کے ساتھ جدید ترتیب قائم کی، سابقہ مقالہ میں اگر آیت دعوت سے تقریباً سولہ سترہ تبلیغی اصول و مقاصد اخذ کئے گئے تھے تو اب اسی آیت سے تقریباً ۷۲ یا اس سے بھی زائد اصول و مقاصد مستنبط ہو گئے جنہیں جامع عنوانات کے تحت منضبط کر دیا گیا اس طرح یہ مقالہ ایک فقہی تفسیر کی صورت میں قرن اولیٰ کے انداز سے غیروں کو اسلام کی دعوت دے اور علمی بصیرت کے ساتھ اقوام عالم کو

قرآنی مقاصد سے روشناس کرائے۔ (۹۹)

اس کے علاوہ موصوف کی دیگر اہم کتابیں ہیں (۱) حدیث رسول کا قرآنی معیار (۳) نظریہ ”دو قرآن“ پر ایک نظر (۳) یہودی اقتدار کا شرعی جائزہ۔

## قاموس القرآن

قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی

قرآن کریم کی جو خدمت علمائے امت نے تیرہ سو سال میں اپنے اپنے ذوقِ فکر و نظر اور اپنے اپنے زمانہ کے احوال و ظروف کے دائروں میں انجام دی ہے ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قرآن کریم کی خصوصی لغات مرتب کی گئیں جن میں الفاظِ قرآن کی صوری اور معنوی تحقیق کی گئی، ان میں امام راغب اصفہانی کی ”مفردات القرآن“ مشہور و ممتاز ہے۔

شاہ عبد القادر محدث دہلوی نے لغات القرآن کے موضوع پر ایک مختصر کتاب ترتیب دی، منشی ممتاز علی میرٹھی نے جو مترجم قرآن کریم شائع کیا اس کے حاشیہ پر یہ لغات القرآن بھی چڑھائی۔ شاہ صاحب کے اس ابتدائی کام پر بعض اہل علم نے اضافے کئے اور کئی کتابیں طبع ہو کر بازار میں آئیں مگر الفاظِ قرآنی کی صرفی و نحوی تشریح کسی نے نہیں کی، خدمت قرآن کے سلسلہ میں یہ خلا باقی رہا۔

اس دور میں ایک ایسی ”لغات القرآن“ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ جس میں مبہمات قرآن حکیم کی تشریحات اختصار و جامعیت کے ساتھ سادہ شیریں زبان میں ضرورت کی ہر بات بیان کر دی جائے، کام کا یہ میدان خالی تھا، آخر تامل و تفکر کے بعد یہ طے کیا کہ اپنی طرف سے کچھ نہ لکھا جائے جو کچھ لکھا جائے وہی لکھا جائے جو مستند مفسرین کرام نے لکھ دیا ہے چنانچہ میں نے تمام نحوی و صرفی تشریح شدہ الفاظ جو مفسرین محدثین و اہل لغت سے مذکور ہیں اکٹھا کر کے حروفِ تہجی کی ترتیب سے قاموس القرآن لکھی (۱۰۰)

متذکرہ بالا کتاب کی ترتیب کی صورت یہ ہے کہ:

تمام الفاظ قرآنی کا استیعاب کیا گیا پھر انھیں اپنی اصل صورت میں لغت قرار دے کر ترتیب حروف تہجی درج کیا گیا ہے۔ پہلے سادہ اور سہل اردو میں لفظ کے وہ معانی لکھ دیئے گئے ہیں جو قرآن میں مراد لئے گئے، پھر لفظ کی صرفی و نحوی تشریح درج کی گئی ہے، ہر مشتق کا مصدر، صیغہ اور صلہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد جملہ کے اہم الفاظ پر جامع و مدلل تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں یہ نوٹ پچاس ہزار سے زائد ہیں (۱۰۱)

موصوف فرماتے ہیں کہ الفاظ قرآنی کی لغوی تحقیق کے سلسلہ میں متداول کتب لغت القاموس المحیط للنفیر وزآبادی، صحاح العربیہ للجوہری، النہایہ لابن الاثیر، امام راغب اصفہانی کی مفردات القرآن، علامہ جار اللہ زخشری کی کشاف وغیرہ خاص طور پر پیش نظر رہی ہیں، مطالب و معانی کی توضیح میں زیادہ تر فائدہ حافظ عماد الدین ابن کثیر کی تفسیر سے اٹھایا گیا ہے۔

ان کے علاوہ قاضی بیضاوی کی تفسیر انوار التنزیل، علامہ نسفی کی تفسیر مدارک، اور اس پر شیخ عبدالحق مہاجر کا ”حاشیہ الاکلیل“، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری، شیخ اسماعیل حقی کی روح البیان، امام فخر الدین رازی کی التفسیر الکبیر اور تفسیر ابن قیم وغیرہ سے بھی موقع بموقع استفادہ کیا گیا ہے (۱۰۲)

## قرآن آپ سے کیا کہتا ہے

مولانا محمد منظور نعمانی

کتاب لکھنے کی وجہ موصوف خود فرماتے ہیں کہ:

قرآنی دعوت اور تعلیم جو بلاشبہ پوری انسانیت کے لئے آب حیات ہے اس سے نا آشنا اور بیگانہ مسلمانوں اور عام انسانوں تک عام فہم اور موثر پیرایہ میں پہنچانے کی ایک کوشش ہے۔ کئی سال پہلے کی بات ہے، رمضان المبارک میں ایک دن قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اس دن طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی اور دل میں داعیہ بھی اس وقت بڑی شدت سے پیدا ہوا کہ قرآن مجید کی دعوت و تعلیم کو قرآن مجید ہی کے دعوتی انداز میں اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی کوئی کوشش اپنی بساط کے مطابق کی جائے۔ اس کی

ایک علمی شکل اسی وقت یہ ذہن میں آئی کہ متوسط ضخامت کی ایک کتاب لکھی جائے جس میں قرآنی دعوت و تعلیم کو عنوانات کے تحت اس طرح مرتب کر کے پیش کیا جائے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے اس کا سمجھنا آسان ہو اور اس میں اپنی طرف سے کسی دلیل اور بحث کا اضافہ بالکل نہ کیا جائے بلکہ صرف قرآن پاک کی بات قرآن ہی کے سادہ دعوتی اور تذکیری طرز پر اپنی زبان میں کہی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسی وقت اس کام کے کرنے کی نیت کر لی گئی۔ آیات کے جمع و انتخاب کا کام بھی شروع کر دیا گیا اس کی بعد تالیف کا کام شروع کر دیا اور تقریباً دو سال کے عرصہ میں یہ کتاب مکمل تالیف ہوئی۔ (۱۰۳)

مصنف کا اصل مقصد کتاب لکھنے کا یہ تھا کہ قرآن مجید کی دعوت و تعلیم قرآنی انداز میں لوگوں کے سامنے پہنچانے کی کوشش کی جائے اس لئے موصوف نے پوری کتاب میں قرآن کریم کی دعوت و تعلیم کی آیات کو جمع کر کے سادہ اور سہل انداز میں اس پر توضیحی گفتگو کی ہے۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون (۱۰۴)

اور جو پیغمبر بھی ہم نے تم سے پہلے بھیجا اس کی طرف یہ وحی کی ہم نے اور اس کو یہی پیام دیا کہ میرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے لہذا صرف میری عبادت اور بندگی کرو۔

اس اجمالی بیان کے علاوہ جن انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تعلیم کا قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے قرآن نے ان کے متعلق صراحت اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ان سب نے پہلی بات اپنی قوم سے یہی کہی کہ تمہاری عبادت اور بندگی کا مستحق صرف ایک اللہ ہے پس اسی کی عبادت کرو اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو "ان لا تعبدوا الا الله" اور "ان اعبدوا الله مالکم من اله غیرہ"

قرآن کا بیان ہے کہ یہی بات نوح نے کہی، یہی ہود اور صالح نے کہی، یہی شعیب نے کہی، یہی ابراہیم نے اور ان کے بعد آنے والے سب پیغمبروں نے کہی (۱۰۵)

اس کے علاوہ موصوف کی ایک کتاب ہے "دی قرآن اینڈ یو" یہ کتاب انگریزی میں کل ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

## تفسیر تقریر القرآن

مفتی عزیز الرحمن

موصوف خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس تفسیر کی تالیف عدالتوں میں ہائی کورٹ الہ آباد جیلوں میں کی ہے (۱۰۶)

اس تفسیر کی ترتیب یہ ہے:

ہر سورۃ کے شروع میں اس کا پورا تعارف اور اس کا تاریخی پس منظر اور سنہ نزول اور پھر مقصدی اور مرکزی مضمون کو نمایاں کیا ہے اس طرح سے تمام آیات اور ان کے مضامین کا ربط اور تسلسل اس طرح پر بیان کیا ہے جو کسی دوسرے مفسر نے نہیں کیا ہے بیشتر جگہ قرآنی آیات کے داعیانہ اسلوب کو حتی الامکان خوب فصاحت سے بیان کیا ہے (۱۰۷) ان تمام چیزوں کے پیش نظر یہ تفسیر اپنی ترتیب اور خصوصیات کے اعتبار سے نمایاں مقام رکھتی ہے۔

## تفصیرات تفہیم

مفتی عزیز الرحمن

تفہیم القرآن مولانا مودودی صاحب کی عزیز ترین کتابوں میں سے ہے جو آج دنیا بھر میں (ان) کے لئے اشاعتی سہولتوں کی بناء پر پہنچ چکی ہے لیکن تفہیم القرآن مصنف کی نظر میں قرآن پاک کی تفسیر اور اسلام کی ترجمانی میں قابل اعتماد کتاب نہیں ہے اس کا جائزہ نہایت انصاف اور اعتدال کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ تفصیرات کی ترتیب یہ ہے:

(۱) ترتیب وہی ہے جو تفہیم القرآن کی ہے (۲) تمام سورتوں میں علیحدہ علیحدہ نام بنام عنوانات کے تحت تنقید و تبصرہ (۳) جس زمین پر کھڑے ہو کر مولانا مودودی نے دلائل قائم کئے ہیں ان سے زیادہ مضبوط دلائل اور ہر ایک کے لئے قابل تسلیم دلائل سے مودودی صاحب کی کوتاہیوں کا جائزہ لیا گیا ہے (۱۰۸)

## تفسیر تقریر القرآن

مفتی عزیز الرحمن

موصوف خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس تفسیر کی تالیف عدالتوں میں ہائی کورٹ الہ آباد جیلوں میں کی ہے (۱۰۶)

اس تفسیر کی ترتیب یہ ہے:

ہر سورۃ کے شروع میں اس کا پورا تعارف اور اس کا تاریخی پس منظر اور سنہ نزول اور پھر مقصدی اور مرکزی مضمون کو نمایاں کیا ہے اس طرح سے تمام آیات اور ان کے مضامین کا ربط اور تسلسل اس طرح پر بیان کیا ہے جو کسی دوسرے مفسر نے نہیں کیا ہے بیشتر جگہ قرآنی آیات کے داعیانہ اسلوب کو حتی الامکان خوب فصاحت سے بیان کیا ہے (۱۰۷) ان تمام چیزوں کے پیش نظر یہ تفسیر اپنی ترتیب اور خصوصیات کے اعتبار سے نمایاں مقام رکھتی ہے۔

## تفصیرات تفہیم

مفتی عزیز الرحمن

تفہیم القرآن مولانا مودودی صاحب کی عزیز ترین کتابوں میں سے ہے جو آج دنیا بھر میں (ان کے لئے اشاعتی سہولتوں کی بناء پر پہنچ چکی ہے لیکن تفہیم القرآن مصنف کی نظر میں قرآن پاک کی تفسیر اور اسلام کی ترجمانی میں قابل اعتماد کتاب نہیں ہے اس کا جائزہ نہایت انصاف اور اعتدال کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ تفصیرات کی ترتیب یہ ہے:

(۱) ترتیب وہی ہے جو تفہیم القرآن کی ہے (۲) تمام سورتوں میں علیحدہ علیحدہ نام بنام عنوانات کے تحت تنقید و تبصرہ (۳) جس زمین پر کھڑے ہو کر مولانا مودودی نے دلائل قائم کئے ہیں ان سے زیادہ مضبوط دلائل اور ہر ایک کے لئے قابل تسلیم دلائل سے مودودی صاحب کی کوتاہیوں کا جائزہ لیا گیا ہے (۱۰۸)

## مولانا سعود عالم قاسمی صدر شعبہ دینیات (سنی) اے۔ ایم۔ یو۔ علی گڑھ

موصوف کے مندرجہ ذیل مقالے ہیں:

تاریخ تہذیب، قرآن کے نقطہ نظر کا مطالعہ، تحقیقات اسلامی، ۶/۱ جنوری، مارچ ۱۹۸۷ء

تجلیل التنزیل، ایک تحقیقی مطالعہ، علوم القرآن، ۹/۱، جنوری، دسمبر ۱۹۹۴ء

تفسیر ابن کثیر، ترجمان الاسلام، اکتوبر، دسمبر ۱۹۹۹ء

تفسیر معدن الجواہر کا تجزیاتی مطالعہ، علوم القرآن، ۴/۲، جنوری، دسمبر ۱۹۸۹ء

عہد وسطیٰ ایک فارسی تفسیر بحر مواج کا تحقیقی مطالعہ، علوم القرآن، ۷/۱، جنوری، جون ۱۹۹۲ء

قرآن معیار ہدایت، علوم القرآن، ۶/۲، جنوری، دسمبر ۱۹۹۱ء

قرآنی واقعات کی حکمت، زندگی، ۱۶/۲، اگست، ۱۹۹۲ء (۱۰۹)

## حواشی

- ۱- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر، لاہور، ص ۱۷  
دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول،  
ج ۲، ص ۳۳ تا ۳۵،  
دیکھئے مفتی ظفر الدین نقش حیات، ولی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۵۴ء، ۱۳۷۳ھ ص ۱۵۳ تا ۱۵۵  
دیکھئے مولانا محمد میاں، تحریک شیخ الہند، ولی پرنٹنگ ورکس دہلی، ۱۹۷۵ء، ص ۷۳  
دیکھئے مولانا محمد میاں اسرار مالٹا، ولی پرنٹنگ ورکس دہلی، ۱۹۷۶ء، ص ۳۴  
دیکھئے روداد دارالعلوم دیوبند ۱۲۹۰ھ، ص ۱۰
- ۲- شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب، مقدمہ موضح فرقان، ص ۲
- ۳- شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب، مقدمہ موضح فرقان، ص ۲
- ۴- ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن مجید کے اردو تراجم، شرف الدین الکتبی واولادہ،  
۲۹ محمد علی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳، الہند، ۱۹۸۴ء، ۱۴۰۴ھ، ص ۲۹۵
- ۵- دیکھئے محمد سالم صاحب قاسمی، عبدالرؤف صاحب علی، سید محبوب رضوی، جائزہ تراجم قرآنی، نیشنل  
پرنٹنگ پریس دیوبند، ۱۹۶۸ء، ص ۲۲  
دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول،  
ج ۲، ص ۳۶
- ۵- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۵۱  
دیکھئے ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن مجید کے اردو تراجم، شرف الدین الکتبی واولادہ ۲۹  
محمد علی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳، الہند، ۱۹۸۴ء، ۱۴۰۴ھ، ص ۲۲۳ تا ۲۲۶



- ۶- مولانا اشرف علی تھانوی، ترجمہ قرآن، ص ۴
- ۷- محمد سالم صاحب قاسمی، عبدالرؤف صاحب علی، سید محبوب رضوی، جائزہ تراجم قرآنی، نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند، ۱۹۶۸ء، ص ۱۹
- دیکھئے، ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن مجید کے اردو تراجم، شرف الدین الکتبی واولادہ ۲۹ محمد علی روڈ بمبئی، ۴۰۰۰۰۳، الہند ۱۹۸۴ء، ۱۴۰۴ھ، ص ۷۸
- ۸- مولانا اشرف علی تھانوی، مقدمہ بیان القرآن۔ کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۴
- ۹- مولانا اشرف علی تھانوی، مقدمہ بیان القرآن۔ کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۵
- ۱۰- مولانا اشرف علی تھانوی، مقدمہ بیان القرآن۔ کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۶
- ۱۱- مولانا اشرف علی تھانوی، مقدمہ بیان القرآن۔ کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۶
- دیکھئے ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن مجید کے اردو تراجم شرف الدین الکتبی واولادہ ۲۹ محمد علی روڈ بمبئی، ۴۰۰۰۰۳، الہند ۱۹۸۴ء، ۱۴۰۴ھ، ص ۲۸۴
- ۱۲- مولانا اشرف علی تھانوی، مقدمہ بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۳۷
- ۱۳- پروفیسر سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیر نئی دہلی، مکتبہ جامعہ ۱۹۷۳ء، ص ۲۸۸
- دیکھئے ملا کا تب جلی، کشف الظنون، مطبوعہ استنبول ۱۲۷۴ھ، ج ۲، ص ۱۲
- دیکھئے مولانا حکیم عبدالحی، الاعلام نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر مطبع دائرة المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ج ۸، ص ۸۳
- ۱۴- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۸۱
- ۱۵- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج ۲، ص ۳۳ تا ۳۶
- ۱۶- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مقدمہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ تا ۱۲۸

۱۷- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مقدمہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان

۱۳۴۷ھ ص ۸

۱۸- پروفیسر سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی ادبی تفسیریں، نئی دہلی مکتبہ جامعہ ۱۹۷۳ء ص ۱۰۶

۱۹- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مقدمہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان

۱۳۴۷ھ ص ۱۴

۲۰- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مقدمہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان

۱۳۴۷ھ ص ۲۰۱

۲۱- ایضاً، ص ۱۵۹

۲۲- ایضاً، ص ۱۸۲

۲۳- ایضاً، ص ۲۱۶

۲۴- ایضاً، ص ۲۲۰

۲۵- ایضاً، ص ۲۴۸

۲۶- ایضاً، ص ۲۹۵

۲۷- ایضاً، ص ۳۰۵

۲۸- ایضاً، ص ۳۱۵

۲۹- ایضاً، ص ۳۳۹

۳۰- ایضاً، ص ۳۷۰

۳۱- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مقدمہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان

۱۳۴۷ھ ص ۱۵

۳۲- عبدالماجد خادم سوہرودی، سیرت ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، اشاعت اول بمبئی ۸۹ء ص ۲۴۱

دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد، جید پریس دہلی، ۱۹۷۷ء طبع اول ج ۲ ص ۶۸

- ۳۳- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مقدمہ تفسیر ثنائی دارالسلفیہ بمبئی اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۵۵ تا ۶۰
- ۳۴- محمد مستقیم سلفی، جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، مطبع سلفیہ بنارس ہند، شعبان ۱۴۱۲ھ فروری ۱۹۹۲ء اشاعت دوم، ص ۱۷ تا ۱۹
- ۳۵- عبدالماجد خادم سوہرودی، سیرت ثنائی الکتاب انٹرنیشنل اشاعت اول، بمبئی ۸۹ء ص ۲۴۹
- ۳۶- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۹۷۷ء طبع اول ج ۲ ص ۶۵ تا ۶۷، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دارالکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۱۳۸ تا ۱۳۹
- ۳۷- مولانا عبید اللہ سندھی، المقام المحمود، مطبوعہ سندھ یونیورسٹی پریس حیدرآباد، ص "ب"
- ۳۸- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۹۷۷ء طبع اول ج ۲ ص ۱۴۳ تا ۱۴۴
- ۳۹- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۹۷۷ء طبع اول ج ۲ ص ۱۱۰ تا ۱۱۱
- ۴۰- خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، ادارہ تعلیمات اسلامیہ دیوبند
- ۴۱- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند، لاہور
- ۴۲- مولانا فقیر محمد جھلمی ثم لاہور، حدائق الحنفیہ، نول کشور لکھنؤ، ۱۳۰۳ھ، ص ۷۰
- ۴۳- مولانا محمد میاں صاحب، علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، دہلی، ۱۹۵۷ء، ص ۷۱
- ۴۴- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۹۷۷ء طبع اول ج ۲ ص ۱۴۳ تا ۱۴۴
- دیکھئے مفتی محمد شفیع صاحب، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، بن تصنیف ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۶۸ تا ۷۱
- ۴۵- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند، لاہور
- ۴۶- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۹۷۷ء طبع اول ج ۲ ص ۱۴۳ تا ۱۴۴
- ۴۷- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۲، ص ۵۶
- ۴۸- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۳
- ۴۹- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند، لاہور

- ۵۰- سوانح خاکہ مولانا ازہر صاحب قیصر مدیر الرسالۃ دارالعلوم دیوبند کا بیان کردہ ہے۔
- ۵۱- مولانا محمد طاہر قاسمی، تفسیر تقریر القرآن، سن تصنیف و مطبع معلوم نہ ہو سکا، ص ۴۷
- ۵۲- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر، لاہور،
- ۵۳- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر، لاہور،
- ۵۴- سوانح خاکہ مولانا ریاست علی صاحب مدظلہ کے بیان کیے ہوئے ہیں
- ۵۵- مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۵
- ۵۶- مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۵
- ۵۷- مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۸
- ۵۸- مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۵، ص ۹ تا ۸۸
- ۵۹- مولانا شبیر ازہر میرٹھی صاحب، مفتاح القرآن، ص ۵
- ۶۰- مولانا شبیر ازہر میرٹھی صاحب، مفتاح القرآن، ص ۶
- ۶۱- حضرت مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۴۳۶ تا ۴۳۸
- ۶۲- مجلہ العلم کراچی بابت جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء ص ۱۷
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول،
- ج ۲، ص ۱۰۸ تا ۱۰۹
- ۶۳- مولانا شائق احمد صاحب عثمانی بھاگلپوری، تفسیر القرآن، ص ۳
- ۶۴- مولانا شائق احمد صاحب عثمانی بھاگلپوری، تفسیر القرآن، ص ۴
- ۶۵- مولانا شائق احمد صاحب عثمانی بھاگلپوری، تفسیر القرآن، ص ۸۸
- ۶۶- مولانا شائق احمد صاحب عثمانی بھاگلپوری، تفسیر القرآن، ص ۸
- ۶۷- سوانح خاکہ مشہور اقبال صاحب مالک مکتبہ فیض القرآن دیوبند کے پاس محفوظ قلمی نسخے سے ماخوذ ہے۔
- ۶۸- مولانا یعقوب الرحمن عثمانی، فیض الرحمن، انقلاب پریس حیدرآباد، ص ۱
- ۶۹- مولانا یعقوب الرحمن عثمانی، فیض الرحمن، انقلاب پریس حیدرآباد، ص ۱۳۰
- ۷۰- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ۵۸۸، لاہور

- ۷۱- عبدالرشید راشد، الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ۵۸۸، لاہور
- ۷۲- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۳۵
- دیکھئے روداد دارالعلوم دیوبند ۱۲۸ھ ص ۱۳، دیکھئے روداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۳ھ ص ۱۹
- ۷۳- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۵۰
- ۷۴- مولانا اخلاق حسن قاسمی، مستند موضح القرآن، کوہ نور پریس دہلی
- ۷۵- مولانا نعیم صاحب دیوبندی، مقدمہ کمالین
- ۷۶- مولانا نظر شاہ کشمیری ترجمہ تفسیر مدارک، ص ۳
- ۷۷- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۲ تا ۷۳
- دیکھئے محمد یوسف بن ذکریا العنبری، فہمۃ العنبر فی حیات امام العصر الشیخ انور، جدید ایڈیشن، ص ۶ تا ۷
- دیکھئے مولانا نظر شاہ کشمیری یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن، مشہور پریس، کراچی، ۱۳۸۷ھ، ۱۹۶۷ء ص ۱۱
- ۷۸- مولانا نظر شاہ کشمیری یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن، مشہور پریس، کراچی، ۱۳۸۷ھ، ۱۹۶۷ء ص ۸۴
- ۷۹- مولانا سید مناظر حسن گیلانی، تذکرہ بسورۃ الکہف، فائن پریس حیدرآباد، ص ب
- ۸۰- مولانا سید مناظر حسن گیلانی، تذکرہ بسورۃ الکہف، فائن پریس حیدرآباد، ص ۵۳
- ۸۱- مولانا سید مناظر حسن گیلانی، تدوین القرآن، فائن پریس حیدرآباد، ص د
- ۸۲- مولانا طاہر قاسمی، حکمت النون، مطبوعہ یونین پریس دیوبند۔
- ۸۳- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۵۴ تا ۱۵۵
- ۸۴- مولانا سعید احمد اکبر آبادی، فہم قرآن، جبر برقی پریس دہلی، ص ۱
- ۸۵- مولانا سعید احمد اکبر آبادی، فہم قرآن، جبر برقی پریس دہلی، ص ۷۰
- ۸۶- محمد عمیل قاسمی، قرآنی سبق سن تصنیف و مطبع معلوم نہ ہو سکا، ص ۱۰
- ۸۷- ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی اور تفسیر مولانا حبیب احمد کیرانوی، تفسیر حل القرآن
- ۸۸- ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی اور جدید اسلوب مولانا ظفر الدین کے ہیں، درس قرآن، ص ۱۰
- ۸۹- ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی، تفسیر مولانا عابد الرحمن، تفسیر ابن عباس
- ۹۰- حضرت شیخ الہند محمد محمود حسن صاحب، مقدمہ ترجمہ قرآن شریف

- ۹۱- مولانا محمد طاہر قاسمی صاحب، التعوذ فی الاسلام
- ۹۲- جناب مولانا محمد طاہر قاسمی صاحب، التعوذ فی الاسلام، ص ۴
- ۹۳- جناب مولانا محمد طاہر قاسمی صاحب، حقیقتِ سحر،
- ۹۴- محمد سالم قاسمی، سید عبدالرؤف عالی، سید محبوب رضوی، جائزۃ تراجم قرآنی، نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند، ۱۹۶۸ء، ص ۱۰
- ۹۵- محمد سالم قاسمی، سید عبدالرؤف عالی، سید محبوب رضوی، جائزۃ تراجم قرآنی، نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند، ۱۹۶۸ء، ص ۱۸۸
- ۹۶- شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، درس قرآن کی سات مجلسیں، کوہ نور، پریس دہلی، ص الف
- ۹۷- شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، درس قرآن کی سات مجلسیں، کوہ نور، پریس دہلی، ص ب
- ۹۸- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دینی دعوت کے قرآنی اصول، نیشنل پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۷ء، ص ۷
- ۹۹- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دینی دعوت کے قرآنی اصول، نیشنل پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۷ء، ص ۸
- ۱۰۰- قاضی زین العابدین سجاد، قاموس القرآن، کوہ نور پریس دہلی، ۱۳۸۱ھ، ص ۱۲
- ۱۰۱- قاضی زین العابدین سجاد، قاموس القرآن، کوہ نور پریس دہلی، ۱۳۸۱ھ، ص ۱۲
- ۱۰۲- قاضی زین العابدین سجاد، قاموس القرآن، کوہ نور پریس دہلی، ۱۳۸۱ھ، ص ۱۳
- ۱۰۳- مولانا محمد منظور نعمانی، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، تنویر لکھنؤ، ص ۷
- ۱۰۴- الانبیاء، ع ۲
- ۱۰۵- مولانا محمد منظور نعمانی، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، تنویر لکھنؤ، ص ۱۰۶
- ۱۰۶- مفتی عزیز الرحمن، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دارالتالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۴
- ۱۰۷- مفتی عزیز الرحمن، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دارالتالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۷
- ۱۰۸- مفتی عزیز الرحمن، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دارالتالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۵۲۰
- ۱۰۹- ان کے علاوہ موصوف کی قرآنی خدمات اور ہیں لیکن وہ بیسویں صدی میں نہیں ہیں اس لیے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

## فصل سوم

علمائے دارالعلوم دیوبند کے ممتاز مفسرین کا  
مختصر تعارف

## حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ابن عبدالحق الفاروقی بمقام تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر ہندوستان) پانچ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۶۳ء کو پیدا ہوئے (۱) ابتدائی کتابیں وطن میں حضرت مولانا فتح محمد تھانوی سے پڑھیں ۱۲۹۵ھ کے اواخر میں تکمیل علم کی غرض سے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، ۱۲۹۹ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی (۲) ۱۳۰۱ھ میں انھوں نے کانپور میں بطور معلم اپنی زندگی کا آغاز کیا، اسی سال انھوں نے حج کیا مکہ معظمہ میں ان کی ملاقات حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے ہوئی جن سے ان کی پہلے سے خط و کتابت تھی، انھوں نے موصوف سے غائبانہ بیعت کر رکھی تھی اب اس کی تجدید کی اور باقاعدہ طور پر ان کے مرید ہو گئے (۳) ۱۳۱۵ھ میں ملازمت ترک کر کے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں متوکل علی اللہ قیام فرمایا (۴) جہاں تادم واپس ۴۷ سال تک تبلیغ دین، تزکیہ نفس اور تصنیف و تالیف کی ایسی عظیم الشان اور گراں قدر خدمات انجام دیں جس کی مثال اس دور کی دوسری شخصیت میں نہیں ملتی (۵)

وہ ایک ممتاز عالم، فاضل دین اور صوفی تھے ان کا اشتغال تعلیم و تدریس، وعظ، خطابت اور تصنیف و تالیف تھا، ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ یہ کتابیں زیادہ تر تفسیر، حدیث، منطق، کلام، عقائد اور تصوف میں ہیں۔ ان کی سب سے پہلی تصنیف بعنوان زیروم ان کے عہد طالب علمی کی یادگار ہے اور آخری تصنیف البوادر والنوادر ہے جو ۱۳۶۵ھ میں شائع ہوئی (۶)

ان کی زیادہ مشہور تصانیف میں درج ذیل کو قبول عام حاصل ہوا:

- (۱) بیان القرآن، ڈھائی سال میں مکمل ہوئی
- (۲) بہشتی زیور، یہ دس جلدوں میں ہے، یہ تعلیمات اسلامی کا خلاصہ ہے جو عورتوں کے لئے لکھی گئی اور گیارہویں جلد مردوں کے لئے خود انھوں نے بعد میں اضافہ کیا۔
- (۳) ان کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ جو آٹھ جلدوں میں ہے جو ان کی وفات کے بعد مرتب ہوئی
- اس کا نام امداد الفتاویٰ ہے۔ (۷)



۱۶/۱۱ جب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء کی شب میں تھانہ بھون میں اس جہان فانی کو خیر باد کہا، تھانہ بھون میں حافظ ضامن شہید کی قبر کے نزدیک آپ کو دفن کیا گیا (۸)

## مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

مولانا ثناء اللہ امرتسری ماہ جون ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ امرتسر آپ کا مقام ولادت ہے۔ آپ کا اصلی وطن ریاست کشمیر کا علاقہ ڈور ہے جو اسلام آباد انت ناگ کشمیر وادی میں واقع ہے۔ آپ کا خاندانی پیشہ تجارت تھا، آپ کے والد بغرض تجارت امرتسر آیا کرتے تھے بالآخر امرتسر میں مقیم ہو گئے، اسی مناسبت سے آپ امرتسری کہلائے (۹)

### مالی حالت:

سات سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور چودہ سال کی عمر میں شفقت مادری بھی جاتی رہی، بچپن میں آپ کے پاس نہ کوئی اثاثہ تھا اور نہ ہی میراث پدری، لیکن علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم، درس و تدریس اور نشر و اشاعت میں مصروف ہوئے اور علم و فضل کے میدان میں قدم بڑھاتے گئے تو دولت و ثروت بھی آپ کے قدم چومنے لگی (۱۰)

### تعلیم و تعلم:

غریبی اور بے کسی کی حالت میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا ادھر ادھر سے فارسی کی چند ابتدائی کتابیں پڑھیں اس طرح اپنی تعلیم کا آغاز کر کے مولانا احمد اللہ امرتسری کی خدمت میں پہنچے ان سے شرح جامی اور قطبی تک کتابیں پڑھ ڈالیں۔ نحو و صرف اور منطق کی ابتدائی تعلیم سے فراغت پا کر علم حدیث کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے، حقیقت میں آپ کی تعلیم کا مقصد اور نصب العین بھی یہی تھا کہ علم دین میں دستگاہ کامل حاصل کی جائے چنانچہ آپ حافظ الحدیث حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۱۳۲۴ھ میں آپ نے ان سے حدیث کی سند حاصل کی، یہاں سے فارغ ہو کر آپ ۱۳۳۰ھ میں حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدث کی شاگردی اختیار کی اور تدریس حدیث کی اجازت

حاصل کی، پھر سہارن پور کے مدرسہ مظاہر علوم تشریف لے گئے اور وہاں سے بھی سندِ حدیثِ فاضل مظاہر حاصل کی، اس کے بعد ۱۳۳۹ھ میں آپ دیوبند پہنچے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن مدرس اعلیٰ دیوبند کے تلمیذ رہ کر ان سے معقول، منقول کتب درسیہ کی سند حاصل کی، معقول میں آپ نے قاضی مبارک، میر زاہد، صدر اوشمس بازغہ اور منقول میں ہدایہ، توضیح و تلویح، مسلم الثبوت وغیرہ کتابیں پڑھیں، اس کے بعد آپ کانپور تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام میں داخل ہو کر جملہ کتب نصاب درسا پھر پڑھیں اور ۱۳۱۰ھ میں فارغ التحصیل ہو کر واپس وطن تشریف لے آئے (۱۱)

### درس و تدریس:

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا نے مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں بحیثیت صدر المدرسین ۶ سال تک خدمت انجام دی اور بخاری کا درس دیا، اس کے بعد آپ ۱۸۹۸ء میں مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے اور ۱۹۰۰ء تک خدمت انجام دی اس مختصر سے درس و تدریس کے بعد آپ ملازمت چھوڑ کر مستقل طور پر امرتسر تشریف لے گئے اور تصنیف و تالیف، تبلیغ و اشاعت، بحث و مناظرہ میں لگ گئے اسی دوران ۱۹۲۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا (۱۲)

### تصانیف:

تفاسیر قرآن مجید و متعلقاتہ۔ تردید عیسائیت، تردید آریہ، تردید قادیانیت، تردید مقلدین جامدین، جماعت اہل حدیث وغیرہ علمی و ادبی تصانیف مختلف موضوعات میں ۱۳۱ کتابیں ہیں۔ میرا موضوع چونکہ تفاسیر قرآن ہے اس لئے میں یہاں مولانا کی تفاسیر و متعلقات کو ذکر کرتا ہوں۔

علامہ امرتسری نے قرآن مجید کی چار عظیم تفسیریں لکھیں ۱۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمن ۲۔ تفسیر ثنائی ۳۔ تفسیر بیان القرآن علی علم البیان ۴۔ تفسیر بالرائے۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب موصوف کی اور ہیں:

۱۔ دلیل الفرقان ۲۔ دلیل القرآن ۳۔ تعلیم القرآن (یہ تینوں رسالے ہیں) ۴۔ قرآنی قاعدہ

۵- آیات متشابہات ۶- برہان التفاسیر بجواب سلطان التفاسیر ۷- تشریح القرآن - یہ ایک رسالہ ہے جو قرآن سے متعلق ہے۔ ۸- قرآن اور دیگر کتب، یہ ایک جامع رسالہ ہے مصنف نے اس میں وید اور انجیل وغیرہ پر قرآن کریم کی بزرگی و برتری ثابت کی ہے۔

۹- القرآن العظیم، یہ مختصر رسالہ مولانا نے آریہ سماج کے ایک جلسے میں پڑھنے کے لئے لکھا تھا، اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید الہامی کتاب ہے۔

۱۰- تفسیر سورہ یوسف اور تحریفات بائبل، یہ کتاب تردید عیسائیت میں ہے علامہ کی یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی

۱۱- کتاب الرحمن تردید آریہ سماج پر مصنف مدوح کی ۳۲ کتابیں ہیں ان میں سے کتاب الرحمن پنڈت دھرم بھکشو آریہ سماجی کی کتاب ”کلام الرحمن وید ہے یا قرآن“ کے جواب میں ہے۔

۱۲- مجموعہ رسالہ متعلقہ وید اور قرآن (۱۳)

۱۳- الہامی کتاب، یہ کتاب اُس مناظرہ کی روئیداد پر مبنی ہے جو مولانا نے ”ستیا رتھ پرکاش“ کے مترجم ماسٹر آتمارام سے کیا تھا موضوع تھا ”الہامی کتاب وید ہے یا قرآن؟“ موصوف نے حریف کے تمام دلائل توڑ کر ناقابل تردید دلائل سے قرآن مجید کا الہامی ہونا ثابت کیا ہے

۱۴- قرآنی قاعدہ ثنائیہ (اردو)، ۱۵- ثنائی ترجمہ والا بارہ سورہ شریفہ مع قرآنی وظیفہ (اردو)، ۱۶- ترجمہ قرآن مجید معروف بہ ثنائی ترجمہ (اردو) ۱۷- بطش قدیر برقادینی تفسیر کبیر (اردو، دو جلدوں میں)

### اخبار و جرائد:

۱- جریدہ ”مسلمان“، تاریخ اجراء ۱۹۰۰ء، یہ رسالہ مئی ۱۹۰۸ء تک ماہنامہ رہا ۱۷ جون ۱۹۱۰ء سے اسے ہفت روزہ کر دیا، جولائی میں ادارت کے حقوق منشی علم الدین امرتسری کو سونپ دیا، بعد میں بند ہو گیا۔

۲- ہفت روزہ اخبار ”اہل حدیث“ ۲۲ شعبان ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا اور چوالیس سال تک جاری رہا، اس کا آخری شمارہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۶۶ء مطابق یکم اگست ۱۹۴۷ء کو

شائع ہوا، اس ۴۴ سالہ عرصہ میں ایک ہفتہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ اس کا ناغہ ہوا ہو

۳- ماہنامہ ”مرقح قادیانی“ امرتسر، یہ ماہنامہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو جاری ہوا اور ۱۹۰۸ء تک جاری رہا، دوبارہ ۱۹۳۱ء کو جاری ہوا اور اپریل ۱۹۳۳ء تک جاری رہا (۱۴)

### سیاسی خدمات:

”آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس“ کا قیام دسمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۶/۷ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ کو آپ کی کوشش سے عمل میں آیا۔ ۲/۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۷/۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ کو علمائے اہل حدیث لاہور نے ایک اجلاس میں آپ کو ”سردار حدیث“ کا خطاب دیا۔ ندوہ کے قیام کے لئے کانپور میں ۱۸۹۲ء میں جو اجلاس ہوا تھا اس میں آپ بھی شامل تھے، پھر دوبارہ ۱۰ مئی ۱۹۱۴ء کو ندوہ کے لئے دہلی میں جو اجلاس ہوا اس کی صدارت آپ ہی نے فرمائی، ندوہ کی اصلاح کے لئے گیارہ رکنی کمیٹی میں ایک رکن آپ بھی تھے، ۱۹۱۹ء میں آپ کی تحریک پر جمعیت العلماء کی تشکیل عمل میں آئی آپ کی تحریک پر اس کا پہلا اجلاس امرتسر میں ہوا جس کی صدارت مفتی کفایت اللہ صاحب نے فرمائی تھی۔

۱۹۲۶ء (۱۳۴۴ھ) میں حج بیت اللہ ادا کیا، ۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو قمر بیگ بریلی نے گنڈاسہ سے

آپ پر حملہ کر کے زخمی کر دیا

### ہجرت :

ایک دستی بم دھماکے میں آپ کے اکلوتے فرزند مولانا عطاء اللہ زخمی ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے، بعد میں آپ امرتسر سے لاہور منتقل ہو گئے، پھر وہاں سے گجرانوالہ اور وہاں سے سرگودھا جا کر مقیم ہو گئے، یہاں ایک پریس لگا کر اخبار اہل حدیث کے دوبارہ اجراء کا پروگرام بنا ہی رہے تھے کہ ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کو فالج کا حملہ ہوا اور ۱۵ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ بروز دوشنبہ رحلت فرمائی (۱۵)

### اعتماد و اعتراف:

مذہبی مسائل کی تحقیق میں میرا یہ عمل رہا کہ عقائد میں سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک سے علیحدگی نہ ہو البتہ فقہیات میں کسی ایک مجتہد کی تقلید تامہ نہیں ہو سکتی، بلکہ بساط بھر دلائل کی تنقید کے بعد فقہاء کے کسی ایک مسلک کو ترجیح دی ہے لیکن کبھی کوئی ایسی رائے نہیں اختیار کی جس کی تائید ائمہ حق میں کسی ایک

نے بھی نہ کی ہو، خصوصیت کے ساتھ مسائل کی تشریح میں حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، حافظ ابن قیم (م ۷۵۱ھ) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) رحمہم اللہ کی تحقیقات پر اکثر اعتماد کیا ہے (۱۶)

## علامہ شبیر احمد عثمانی

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء میں بمقام بجنور پیدا ہوئے (۱۷) والد محترم فضل الرحمن صاحب نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا اور بعد شبیر احمد عثمانی نام مشہور ہوا (۱۸)

آپ کا شجرہ نسب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند اور مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ان کے علاقائی بڑے بھائی تھے۔ دوسرے بھائی مولانا مطلوب الرحمن، سعید الرحمن، بابو فضل حق وغیرہ ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی البتہ اپنی بھتیجی منیبہ خاتون بابو فضل دختر حق کی پرورش فرمائی (۱۹)

۱۳۱۲ھ میں آپ کی عمر سات سال تھی قرآن مجید شروع کیا اور حافظ محمد عظیم دیوبندی سے اردو کی کتابیں پڑھیں (۲۰) ۱۳۱۴ھ میں منشی منظور احمد دیوبندی مدرس فارسی دارالعلوم دیوبند سے فارسی پڑھنی شروع کی بعد ازاں بڑی بڑی کتابیں مولانا یسین صاحب صدر مدرس سے پڑھیں (۲۱) ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۹ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور عربی کی تعلیم شروع کی (۲۲) آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد یسین صاحب شیرکوٹی، مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی، مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی اور بالخصوص شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا تھے (۲۳) ۱۳۲۵ھ میں تعلیم سے فراغت پائی (۲۴) اور دورہ حدیث میں اول نکلے، فراغت کے بعد دارالعلوم میں چند ماہ تعلیم دی اس کے بعد مدرسہ فتح پوری دہلی میں مدرس مقرر ہوئے (۲۵) ۱۳۲۳ھ میں آپ کی شادی ہوئی ۱۳۲۸ھ میں آپ کو دارالعلوم میں واپس بلایا گیا یہاں درجہ علیا کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ دارالعلوم میں ایک عرصے تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد بعض اختلافات کے سبب علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن وغیرہ کے ساتھ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) تشریف لے گئے (۲۶) حضرت شاہ صاحب کی

علم الکلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، حجاب شرعی اور الشہاب لرحم المخاطب المرتاب وغیرہ ان کی معرکہ الآراء تصانیف ہیں۔ مسلم کی شرح فتح الملہم زبردست شاہکار ہے۔ حضرت مولانا شیخ الہند کے ترجمہ قرآن مجید پر مولانا عثمانی کے تفسیری حواشی کو بڑی شہرت حاصل ہے (۳۰)

### مولانا ادریس کاندھلوی

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا کی ابتدائی تعلیم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں ہوئی پھر مظاہر علوم سہارن پور میں تعلیم حاصل کی، مزید تعلیم کا شوق ہوا تو دارالعلوم دیوبند آئے اور دورہ حدیث میں داخلہ لیا۔ ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ آپ علامہ انور شاہ کشمیری کے ممتاز تلامذہ میں تھے (۳۱) تفسیر و حدیث، کلام اور عربی ادب سے انھیں خاص شغف تھا، عربی اور فارسی میں اشعار لکھنے کا انھیں اچھا ملکہ تھا (۳۲) علم و عمل میں سلف صالحین کے نمونہ تھے، ممتاز عالم دین اور بلند پایہ ارباب تدریس میں آپ کا شمار تھا، درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی آپ کو کافی دلچسپی تھی۔ مشکوٰۃ شریف کی شرح التعلیق الصبح کے نام سے انھوں نے آٹھ جلدوں میں لکھی (۳۳) علم حدیث میں ان کی ایک اور کتاب تحفۃ القاری فی حل مشکلات البخاری بھی ہے، معارف القرآن کے نام سے انھوں نے کئی جلدوں میں قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے، آپ کی کتابوں کی تعداد سو کے قریب ہے (۳۴)

مقامات حریری پر عربی میں حاشیہ لکھا جو علماء کے درمیان بہت مشہور ہے، علم عقائد میں عقائد اسلامیہ اور سیرت نبوی کے موضوع پر سیرت المصطفیٰ ان کی اہم تصانیف ہیں، عیسائیت اور قادیانیت ورد باطل پر انھوں نے کئی محققانہ کتابیں لکھیں (۳۵)

مدرسہ امینیہ دہلی سے انھوں نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا مگر چند ماہ کے بعد حضرت مولانا ادریس کاندھلوی کو دارالعلوم کے منتظمین نے بلا لیا۔ ۱۳۳۸ھ تک دارالعلوم میں مدرس رہے (۳۶) پھر آپ حیدرآباد چلے گئے اور بارہ سال تک وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ۱۳۵۸ھ میں پھر آپ کو دارالعلوم میں بلا لایا گیا اور تفسیر و حدیث کے اسباق آپ کے سپرد کئے گئے۔ آپ کا درس تفسیر و حدیث اہل

علم الکلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، حجاب شرعی اور الشہاب لرحم المخاطب المرتاب وغیرہ ان کی معرکہ الآراء تصانیف ہیں۔ مسلم کی شرح فتح الملہم زبردست شاہکار ہے۔ حضرت مولانا شیخ الہند کے ترجمہ قرآن مجید پر مولانا عثمانی کے تفسیری حواشی کو بڑی شہرت حاصل ہے (۳۰)

### مولانا ادریس کاندھلوی

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا کی ابتدائی تعلیم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں ہوئی پھر مظاہر علوم سہارن پور میں تعلیم حاصل کی، مزید تعلیم کا شوق ہوا تو دارالعلوم دیوبند آئے اور دورہ حدیث میں داخلہ لیا۔ ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ آپ علامہ انور شاہ کشمیری کے ممتاز تلامذہ میں تھے (۳۱) تفسیر وحدیث، کلام اور عربی ادب سے انھیں خاص شغف تھا، عربی اور فارسی میں اشعار لکھنے کا انھیں اچھا ملکہ تھا (۳۲) علم و عمل میں سلف صالحین کے نمونہ تھے، ممتاز عالم دین اور بلند پایہ ارباب تدریس میں آپ کا شمار تھا، درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی آپ کو کافی دلچسپی تھی۔ مشکوٰۃ شریف کی شرح التعلیق الصبح کے نام سے انھوں نے آٹھ جلدوں میں لکھی (۳۳) علم حدیث میں ان کی ایک اور کتاب تحفۃ القاری فی حل مشکلات البخاری بھی ہے، معارف القرآن کے نام سے انھوں نے کئی جلدوں میں قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے، آپ کی کتابوں کی تعداد سو کے قریب ہے (۳۴)

مقامات حریری پر عربی میں حاشیہ لکھا جو علماء کے درمیان بہت مشہور ہے، علم عقائد میں عقائد اسلامیہ اور سیرت نبوی کے موضوع پر سیرت المصطفیٰ ان کی اہم تصانیف ہیں، عیسائیت اور قادیانیت ورد باطل پر انھوں نے کئی محققانہ کتابیں لکھیں (۳۵)

مدرسہ امینیہ دہلی سے انھوں نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا مگر چند ماہ کے بعد حضرت مولانا ادریس کاندھلوی کو دارالعلوم کے منتظمین نے بلا لیا۔ ۱۳۳۸ھ تک دارالعلوم میں مدرس رہے (۳۶) پھر آپ حیدرآباد چلے گئے اور بارہ سال تک وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ۱۳۵۸ھ میں پھر آپ کو دارالعلوم میں بلایا گیا اور تفسیر وحدیث کے اسباق آپ کے سپرد کئے گئے۔ آپ کا درس تفسیر وحدیث اہل

## حواشی

- ۱- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۹۳
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تارخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۵۱
- ۲- سید محبوب رضوی، تارخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۵۱
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۹۲
- ۳- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۹۳
- ۴- سید محبوب رضوی، تارخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۵۱
- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۹۳
- ۵- سید محبوب رضوی، تارخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۵۲
- ۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۹۳
- ۷- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۹۳
- ۸- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، طبع اول، ج ۲، ص ۷۹۳
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تارخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۵۲
- ۹- یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۲۵۴
- دیکھئے عبد الماجید خادم سوہرودی، سیرۃ ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، اشاعت اول، ممبئی ۸۹ء، ص ۹۰
- ۱۰- یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۲۵۴
- دیکھئے عبد الماجید خادم سوہرودی، سیرۃ ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، اشاعت اول، ممبئی ۸۹ء، ص ۹۰
- ۱۱- مولانا حکیم عبدالحی، اعلام نزہۃ الخواطر بھجۃ السامع والنواظر، مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر



آباد دکن، ج ۸، ص ۱۰۵

دیکھئے یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۹۱

دیکھئے عبدالماجید خادم سوہرودی، سیرۃ ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، اشاعت اول، ممبئی ۸۹ء، ص ۱۲۰

۱۲- عبدالماجید خادم سوہرودی، سیرۃ ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، اشاعت اول، ممبئی ۸۹ء، ص ۱۲۸

دیکھئے مولانا حکیم عبدالحی، اعلام نزہۃ الخواطر بھجہ المسامع والنواظر، مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ

حیدر آباد دکن، ج ۸، ص ۱۰۵

دیکھئے یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۹۱

۱۳- یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۹۲ تا ۹۶

دیکھئے محمد مستقیم سلفی، جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، مطبع سلفی، بنارس، ہند، اشاعت دوم،

شعبان ۱۴۱۲ھ، فروری ۱۹۹۲ء، ص ۳ تا ۱۷

دیکھئے عبدالماجید خادم سوہرودی، سیرۃ ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، اشاعت اول، ممبئی ۸۹ء، ص ۳۳۷ تا ۳۳۹

۱۴- یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۹۳ تا ۹۴

دیکھئے عبدالماجید خادم سوہرودی، سیرۃ ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، اشاعت اول، ممبئی ۸۹ء، ص ۳۳۷

۱۵- یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۹۲

دیکھئے عبدالماجید خادم سوہرودی، سیرۃ ثنائی، الکتاب انٹرنیشنل، ممبئی ۸۹ء، ص ۴۷۹

۱۶- یادگار مجلہ بموقعہ اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند، ص ۹۷

۱۷- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد چہد، پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۳۹

۱۸- جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف چھلیک ملتان شہر، دسمبر

۱۹۵۷ء، ص ۱۴

۱۹- جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف چھلیک ملتان شہر، دسمبر

۱۹۵۷ء، ص ۱۴

۲۰- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد چہد، پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۳۹

- ۲۱- جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف جھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴
- ۲۲- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۳۹ دیکھئے جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف جھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴
- ۲۳- جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف جھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴
- ۲۴- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۳۹ دیکھئے جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف جھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴
- ۲۵- جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف جھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴، دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۴۰
- ۲۶- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۳۹ دیکھئے جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف جھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۵
- ۲۷- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۴۰ دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دار الکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴۵
- ۲۸- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۴۴ دیکھئے جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف جھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴ تا ۱۵

- دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دارالکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴۵
- ۲۹- جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف چھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴ تا ۱۵
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۴۴
- دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دارالکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۴۹
- ۳۰- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۲۴۳
- دیکھئے جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور، تجلیات عثمانی، ادارہ نشر المعارف چھلیک ملتان شہر، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۵
- ۳۱- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۳۷
- دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دارالکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۷
- ۳۲- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۳۷
- دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دارالکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۷
- ۳۳- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دارالکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۷
- دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۳۷
- ۳۴- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۳۷
- ۳۵- سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۳۸

۳۶- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دار

الکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۷

دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول، ج ۲، ص ۱۳۸

۳۷- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت، دار

الکتاب دیوبند، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۸

دیکھئے سید محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جید پریس دہلی، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، طبع اول،

ج ۲، ص ۱۳۸

## باب سوم

بیسویں صدی میں علماء جامعہ ازہر مصر  
اور علماء دارالعلوم دیوبند کی تفسیری خدمات کا تقابلی مطالعہ

اس باب کے اندر یعنی مطالعہ، استقرائی (Inductive Method) یعنی درایتی یا داخلی طریقہ ہے، دوسرا طریقہ تجزیہ و تحلیل کے طریقوں کو بیان کیا ہے جیسے استنباط کا طریقہ (Deductive Method) یعنی روایتی یا خارجی طریقہ ہے، تیسرا طریقہ معروضی مطالعہ (Objective Study) کا طریقہ ہے، جو معاشرتی مسائل کے حل کے لیے ایک بہتر طریقہ ہے۔

میں نے تفسیر کی ان تینوں جہتوں کو اس باب میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

## جنت سے اخراج سے متعلق تفسیری بحث

سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے: **وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ شَيْطَانُ الْكَافِرِينَ** کی وجہ سے ملعون و مردود ہو چکا تھا اور اس کو جماعت ملائکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ اور چونکہ یہ ذلت اس کو آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہوئی تھی اس لیے وہ آدم کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔ آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو یہ حکم ملا کہ تم دونوں جنت میں رہو اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر ایک معین درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا گیا۔ شیطان نے دیکھا میں تو مردود ہو گیا اور ان دونوں کو اس طرح اعزاز ہے اس نے کسی طرح موقع پا کر اور مصلحتیں بتلا کر ان دونوں کو اس درخت سے کھانے پر آمادہ کر لیا اس درخت کے کھانے سے ان دونوں کو خدائی عتاب کا سامنا کرنا پڑا، فوری طور پر کپڑے اتر گئے اور پھر اس لغزش کی وجہ سے یہ حکم ملا کہ اب زمین پر جا کر رہو۔ اس امر کے مخاطب کون کون ہیں اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۲)، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (۳)، مفتی عزیز الرحمن صاحب (۴) نے لکھا ہے کہ اس حکم کے مخاطب حضرت آدم و حوا ہیں اور اگر شیطان کو اس وقت تک آسمانوں سے باہر نہیں کیا گیا تھا تو وہ بھی اسی خطاب میں شامل ہے۔ اور اگر اس وقت شیطان کو نکالا جا چکا تھا تو پھر آدم، حوا اور ان کی اولاد اس خطاب میں شامل ہے۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی نے معارف القرآن میں فرمایا ہے کہ اس امر کے مخاطب آدم اور حوا ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ **قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا** (۶) بصیغہ تثنیہ وارد ہوا ہے اور چونکہ حضرت آدم ابو البشر اور حضرت حوا ام البشر ہونے کی وجہ سے تمام بنی نوع انسان کے قائم مقام ہیں اس لیے اس جگہ حضرت آدم و حوا کو جمیعاً کہہ کر مخاطب فرمایا۔ (۷)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے ترجمہ شیخ الہند کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم و حوا اور ان کی اولاد جو پیدا ہونے والی تھی سب اس امر کا مخاطب ہے۔ (۸)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں متذکرہ بالا آیت کی تفسیر سورہ بقرہ کی آیت من یفسد فیہا ویسفک الدماء (۹) سے کی ہے (۱۰) اور تفسیر ثنائی میں فرمایا حضرت آدم، حوا اور ان کی اولاد اس امر کا مخاطب ہے۔ (۱۱)

صاحب المنار نے فرمایا اس حکم کے مخاطب آدم، حوا اور شیطان ہیں۔ آدم کی اولاد کو اس خطاب میں شامل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے بعض مفسرین نے کیا ہے کیونکہ بعضکم لبعض سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اور انسان کے درمیان عداوت ہے نہ کہ انسان اور ان کی اولاد کے درمیان۔ (۱۲)

محمد محمود مجازی تفسیر الواضح میں لکھتے ہیں کہ اس امر کے مخاطب حضرت آدم، حوا اور شیطان ہیں۔ شیطان تمہارا اور تمہاری اولاد کا دشمن ہے اور تم ان کے دشمن ہو۔

آگے لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اس الفاظ سے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرین..... انہوں نے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور فرمایا کہ تم تمہاری زوجہ اور شیطان زمین پر اتر جاؤ تمہارے پاس ہمارے رسل ہدایات و بینات لے کر آئیں گے جو ان کی اتباع کرے گا اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور جو ان کی اتباع سے انکار کرے گا اس کے لیے عذاب الیم ہے۔ (۱۳)

سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۸ فاما یأتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۰ من یفسد فیہا ویسفک الدماء سے متعلق ناچیز کا خیال یہ ہے کہ اس امر کے مخاطب آدم، حوا ان کی اولاد اور شیطان ہے کیونکہ اگر اولاد آدم اور شیطان مخاطب نہ ہوں تو پھر رسول ہدایت لے کر آئیں گے کا کیا مطلب ہے۔ معلوم ہوا کہ اولاد آدم مخاطب ہیں فتنہ فساد شیطان کے ذریعہ ہوگا اور اس فتنہ فساد کو روکنے کے لیے رسول کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں یہ راقم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری، حضرت مولانا نعیم صاحب نے جو فرمایا کہ اگر شیطان



آسمان میں تھا تو اس امر کے مخاطب آدم، حوّا اور شیطان ہیں یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے فاخرج منها فانك رجيم (سورہ ص آیت ۸۸ اور سورہ الحجر آیت ۳۴)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: فاهبط منها فما يكون لك ان تتكبر فيها (سورہ الاعراف آیت ۱۳)، ان متذکرہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دربار سے نکال دیا تھا لہذا اگر شیطان آسمان میں تھا کا مطلب لینے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب نے فرمایا کہ خطاب آدم وحوّا ہے، جیسا کہ سورہ طہ میں ہے، قال اهبطا منها جميعا بصيغته ثنويه وارد ہوا ہے۔ اور حضرت آدم ابوالبشر اور حضرت حوّا ام البشر ہونے کی وجہ سے جمع کے صیغہ سے خطاب فرمایا۔ (۱۴)

میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ قرآن کریم نے فرمایا فانزلهما الشيطان عنهما فاخرجهما مما كانا فيه (۱۵) یعنی شیطان نے پھسلا یا ان دونوں کو اور نکالا ان دونوں کو اس جگہ سے جس میں وہ تھے۔ سورہ اعراف میں ہے فذلّهما بغرور (آیت ۲۲) (۱۶) پھر مائل کر دیا ان دونوں کو فریب سے ان متذکرہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم اور حوّا نے شیطان کے بہکانے سے چکھا درخت کو تو اللہ تعالیٰ نے آدم وحوّا کو خطاب کر کے فرمایا ”قال اهبطا“ جب جنت سے آدم وحوّا نکلے تو شیطان ان دونوں سے جنت کے باہر آسمان میں ملا تو اللہ تعالیٰ نے سب کو خطاب کر کے فرمایا وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو (واللہ اعلم)

یہودی دعوے سے متعلق تفسیری اقوال:

وقالوا لن تمسنا النار الا اياما معدودة (۱۷) اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر چند روز گنے چنے۔ بعض نے کہا سات دن، بعض نے کہا چالیس دن، (جتنے روز پھٹڑے کی پوجا کی تھی) اور بعض نے کہا چالیس سال (جتنی مدت وادی تیبہ میں سرگردان رہے تھے) اور بعض نے کہا ہر ایک جتنی مدت دنیا میں زندہ رہا۔

یہود کے اس قول کی مفسرین نے مختلف طرح سے کی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ان کے زعم

میں دین موسیٰ منسوخ نہیں ہے۔ لہذا وہ مؤمن ہیں انکار نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب حضور مقبول ﷺ سے کافر نہیں ہوئے۔ پس اگر کسی عصیان کے سبب دوزخ میں چلے بھی گئے تو پھر نکال لیے جائیں گے اور چونکہ یہ دعویٰ بناء الفاسد علی الفاسد ہے کیونکہ دین موسیٰ کی ابدیت کا دعویٰ خود غلط ہے، لہذا انکار نبوت مسیح و محمد کے سبب وہ لوگ کافر ہوں گے اور کافر کے لیے بعد چندے روز دوزخ سے نجات پا جانا کسی بھی آسمانی کتاب میں نہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے عہد سے تعبیر فرمایا۔ ثابت ہوا کہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے۔

الحاصل بیسویں صدی کے دارالعلوم دیوبند کے مفسرین اور علماء ازہر میں سے مفتی محمد عبدہ کے سوا سب کی رائے یہ ہے کہ کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا (۱۸)، مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ کافروں کو جہنم میں دخول سے مراد طول مکثہم (یعنی مدت دراز تک ٹھہرنا ہے) اس لیے کہ اگر اللہ کی رحمت سبقت کرتی ہے اللہ کے غضب پر تو پھر اس کے بعض خلق کو عذاب نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقلید بھی مقبول ہے تو پھر اللہ کی رحمت کا دروازہ کھل جائے گا اور اکثر یہود کا عذر قبول کر لیا جائے گا کیونکہ وہ لوگ علماء کے مقلد تھے۔ (۱۹)

احقر کا خیال ہے کہ مفتی محمد عبدہ کی رائے درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا قل اتخذتم عند اللہ عہداً (۲۰) اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ غلط ہے اس کے باوجود مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ کافروں اہل کتاب کو جہنم میں رہنے سے مراد طول مکثہم یہ دعویٰ خلاف قرآن ہے، (واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم وا حکم)

**امت واحدہ سے متعلق:**

كان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه (۲۱) اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی زمانہ تمام انسان ایک ہی مذہب ایک ہی ملت اور ایک ہی عقیدہ و خیال پر تھے جو ملت حق اور دین فطرت تھی، پھر نزول کتاب حق کے بعد ان میں مزاج مذاق اور رائے و فکر کے اختلاف سے بہت سے

خیالات و عقائد پیدا ہو گئے، جن میں یہ امتیاز کرنا دشوار تھا کہ ان میں سے حق پر کون سا ہے اور باطل پر کونسا، حق کو واضح کرنے اور صحیح راہ حق بتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان پر کتابیں اور وحی نازل فرمائی انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد اور تبلیغ و اصلاح کے بعد انسان دو گروہوں میں منقسم ہو گئے، ایک وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایات کو قبول کیا اور انبیاء علیہم السلام کے متبع ہو گئے جن کو مؤمن کہا جاتا ہے دوسرے وہ جنہوں نے آسمانی ہدایات اور انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا، ان کی بات نہ مانی، یہ لوگ کافر کہلاتے ہیں۔ (۲۲)

اس آیت کے پہلے جملہ میں ارشاد ہے کان الناس امة واحدة، امام راغب اصفہانی کے مفردات القرآن میں فرمایا ہے کہ لفظ امة عربی لغت کے اعتبار سے ہر ایسی جماعت کو کہا جاتا ہے جس میں کسی وجہ سے رابطہ و اتحاد اور وحدت قائم ہو۔ خواہ یہ وحدت نظریات و عقائد کی ہو، یا ایک زمانہ میں یا کسی ایک خطہ ملک میں ہونے کی، یا ان میں باہم کسی دوسرے علاقہ یعنی نسب، زبان، رنگ وغیرہ کی، وجہ سے اتحاد ہو اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی زمانہ میں تمام انسان باہم متفق و متحد ایک جماعت تھے۔ (۲۳)

آیت متذکرہ بالا کے مفہوم میں بیسویں صدی کے علماء جامعہ ازہر اور دارالعلوم دیوبند کے مفسرین میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ تمام انسان کو ایک ہی ملت مذہب پر متحد تھے اس جگہ وحدت سے کس قسم کی وحدت مراد ہے، دوسرے یہ کہ وحدت کس زمانہ میں تھی، اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ سب عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے میں متحد تھے۔ دوسرے یہ کہ سب کفر و ضلال پر متحد تھے، مگر جمہور مفسرین کے نزدیک رائج یہ ہے کہ مراد عقائد صحیحہ توحید و ایمان پر سب کا اتفاق اور متحد ہونا ہے۔

اس سلسلہ میں مفسرین دارالعلوم دیوبند و جامعہ ازہر کے مفسرین میں سے محمد محمود جازی نے جمہور کا اتباع کیا ہے، مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ تمام امت ضلالت پر متحد تھی۔ دلیل یہ دی کہ اگر ضلالت پر امت متحد نہ تھی تو نبی اور رسول بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں تھی (۲۵)۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں کیوں کہ اگر امت ضلالت پر متحد تھی تو پھر اختلاف کس بات کا تھا، بلکہ تمام امت عقائد صحیحہ توحید و ایمان پر متحد تھی پھر اس میں اختلاف ہونے لگا یہاں تک کہ حق

و باطل میں التباس ہونے لگا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس سے روکنے کے لیے نبی اور رسول بھیجے۔

جمہور مفسرین نے جو فرمایا ہے کہ امت عقائد صحیحہ پر تھی میں سمجھتا ہوں درست نہیں کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نوح (عہد ثانی) میں تمام امت عقائد صحیحہ پر نہیں تھی، عہد ابراہیم میں تمام امت ضلالت پر تھی، لہذا جمہور مفسرین کا مطلقاً کہہ دینا کہ تمام امت عقائد صحیحہ پر متحد تھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن آدم علیہ السلام کے زمانہ میں تمام امت عقائد صحیحہ ہیں متحد تھی۔ اور طوفان نوح علیہ السلام کے بعد تمام امت عقائد صحیحہ پر متحد تھی۔ اس سلسلہ میں جمہور کی رائے درست ہے۔

مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ تمام امت ضلالت پر تھی اگر ضلالت پر امت نہ تھی تو نبی اور رسول بھیجنے کی کیا ضرورت تھی، مفتی محمد عبدہ کی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اور طوفان نوح علیہ السلام کے زمانہ کے لحاظ سے درست ہے، لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ اور طوفان نوح علیہ السلام کے بعد کے زمانہ کے لحاظ سے درست نہیں۔

اس سلسلہ میں احقر اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ اور طوفان نوح کے بعد کے زمانہ میں امت عقائد صحیحہ پر متحد تھی، اور ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اور طوفان نوح علیہ السلام کے پہلے کے زمانہ میں امت پر ضلالت اتنی غالب تھی کہ حق و باطل میں التباس ہونے لگا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کرنے کے لیے نبی اور رسول کو بھیجے۔

اب دوسرا سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اتحاد و اتفاق کس زمانہ کا واقعہ ہے۔

اس سلسلہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی بیوی کے تشریف لائے اور جو اولاد ہوتی گئی ان کو دین حق کی تعلیم فرماتے رہے اور ان کی تعلیم پر عمل کرتے رہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔ (۲۶)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب اور ابن زید نے فرمایا کہ یہ واقعہ عالم ازل کا ہے۔ جب تمام انسانوں کی ارواح کو پیدا کر کے ان سے سوال کیا گیا تھا السست بر بکم (۲۷) یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے بلا استثناء یہ جواب دیا تھا کہ بیشک آپ ہمارے رب پروردگار

ہیں اس وقت تمام افراد انسانی ایک ہی عقیدہ پر قائم تھے جس کا نام ایمان و اسلام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا: یہ وحدتِ عقیدہ کا واقعہ اُس وقت کا ہے جب کہ آدم علیہ السلام زوجہ محترمہ کے ساتھ دنیا میں تشریف لائے اور آپ کی اولاد ہوتی اور پھیلتی گئی وہ سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے دین الہی کی تعلیم و تلقین کے تابع اور توحید کے قائل تھے اور سب کے سب باستثناء قابیل وغیرہ متبع شریعت و فرمانبردار تھے۔

مفتی محمد شفیع صاحب مسند احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابن عباس کے اس قول کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ یہ عقیدہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ادریس علیہ السلام تک قائم رہا اس وقت سب کے سب مسلم اور توحید کے معتقد تھے اور آدم علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کے درمیان زمانہ دس قرن ہے، بظاہر قرن سے ایک صدی مراد ہے تو کل زمانہ ایک ہزار سال کا ہو گیا۔

اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وحدتِ عقیدہ کا زمانہ وہ ہے جب کہ نوح علیہ السلام کی بددعا سے دنیا میں طوفان آیا۔ اور بجز ان لوگوں کے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے۔ باقی ساری دنیا غرق ہو گئی تھی۔ طوفان ختم ہونے کے بعد جتنے آدمی اس دنیا میں رہے وہ سب مسلمان موحداور دین حق کے پیرو تھے۔ (۲۸)

اس سلسلہ میں احقر مفتی محمد شفیع صاحب کے اس آخری دونوں اقوال کا اتباع کرتا ہے کیوں کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں کوئی اختلاف نہیں یہ دونوں زمانے ایسے تھے جن میں سارے انسان ملت واحدہ اور امت واحدہ بنے ہوئے دین حق پر قائم تھے۔ رہی یہ بات کہ مفتی صاحب کا پہلا جواب وہ تو عالم ازل کا ہے دنیا سے متعلق نہیں متذکرہ بالا یہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں امت کس وقت اتحاد و اتفاق رکھی تھی، آیت کا ظاہری مفہوم امت کی دنیاوی اتحاد و اتفاق کو بیان کرتا ہے نہ اخروی، مفتی صاحب ابی بن کعب اور ابن زید کے حوالے سے جو مفہوم بیان فرمایا ہے اس سے اخروی اتحاد کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے جو آیت کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے اس لیے یہ ناچیز اس قول میں مفتی صاحب کی اتباع نہیں کرتا واللہ اعلم۔

حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے مذکورہ بالا آیت میں جزکان الناس امة واحدة کی تفسیر و ما كان الناس الا امة واحدة فاختلفوا ولولا كلمة سبقت من ربك لقضى بينهم فيما فيه يختلفون۔ (۲۹) آیت سے کی ہے۔ (۳۰) (واللہ اعلم)

### جہاد و قتال سے متعلق:

وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين۔ (۳۱)

مفتی محمد شفیع تفسیر مظہری، قرطبی اور بھاص کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ ہجرت مدینہ سے پہلے کفار کے ساتھ جہاد و قتال ممنوع تھا، اس وقت کی تمام آیات قرآنی میں مسلمانوں کو کفار کی ایذاؤں پر صبر اور عفو و درگزر ہی تلقین تھی، ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے اس آیت میں قتال کفار کا حکم آیا (قالہ الربیع بن انس وغیرہ) اور صدیق اکبرؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قتال کفار کے متعلق پہلی آیت یہ ہے: اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا (۳۲) مگر اکثر حضرات صحابہ و تابعین کے نزدیک پہلی آیت سورۃ بقرہ کی آیت مذکورہ ہی ہے اور صدیق اکبرؓ نے جس کو پہلی بار فرمایا ہے وہ بھی ابتدائی آیتوں میں ہونے کے سبب سے پہلی کہی جاسکتی ہے۔ اس آیت میں حکم یہ ہے کہ مسلمانوں صرف ان کافروں سے قتال کریں جو ان کے مقابلہ پر قتال کے لیے آویں، اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں، بچے، بوڑھے اور اپنے مذہبی شغل میں دنیا سے یکسو ہو کر لگے ہوئے عبادت گزار راہب، پادری وغیرہ ایسے ہی اپانچ و معذور لوگ، یا وہ لوگ جو کافروں کے یہاں محنت مزدوری کا کام کرتے ہیں ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوتے ایسے لوگوں کو جہاد میں قتل کرنا جائز نہیں، کیونکہ حکم آیت کا صرف ان لوگوں سے قتال کرنے کا ہے، جو مسلمانوں کے مقابلہ میں قتال کریں، اور مذکورہ قسم کے سب افراد قتال کرنے والے نہیں۔ اس لیے فقہاء رحمہم اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی عورت یا بوڑھا مذہبی آدمی وغیرہ کفار کی طرف سے قتال میں شریک ہوں، یا مسلمانوں کے بالمقابل جنگ میں ان کی مدد کسی طرح سے کر رہے ہوں ان سے قتال جائز ہے، کیوں کہ والذین يقاتلونکم میں

داخل ہیں۔ (۳۳)

واقتلوهم حیث ثقتموهم و اخرجوهم من حیث اخرجوكم (۳۴) یہ آیت واقعہ حدیبیہ کے بعد اس وقت نازل ہوئی ہے، جب صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ اس عمرہ کی قضا کے لیے سفر کا ارادہ کیا، جس سے کفار مکہ نے پہلے روک دیا تھا، صحابہ کرام کو اس سفر کے وقت یہ خیال ہو رہا تھا کہ کفار کی صلح اور معاہدہ کا کچھ بھروسہ نہیں۔ اگر وہ لوگ اس سال بھی آمادہ پیکار ہوں گے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے، اس پر آیت مذکورہ کے الفاظ نے ان کو اجازت دیدی کہ اگر وہ قتال کرنے لگیں تو تمہیں بھی اجازت ہے، کہ جہاں پاؤ ان کو قتل کرو، اور اگر قدرت میں ہو تو جس طرح انھوں نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تھا تم بھی ان کو مکہ سے نکال دو۔

البتہ اس آیت مذکورہ کے عموم سے جو یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ کفار جہاں کہیں ہوں ان کا قتل کرنا جائز ہے، اس عموم کی ایک تخصیص آیت کے اگلے جملے میں اس طرح کردی گئی ولا تقتلوهم عند المسجد الحرام حتی یقتلوکم فیہ یعنی مسجد حرام کے آس پاس جس سے مراد پورا حرم مکہ ہے اس میں تم ان لوگوں سے اس وقت تک قتال نہ کرو جب تک وہ خود قتال کی ابتداء نہ کریں۔

الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمت قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (۳۵)۔ ۷ھ ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے قانون کے مطابق فوت شدہ عمرہ ادا کرنے کے لیے بہ معیت صحابہ مکہ کے سفر کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام جانتے تھے کہ ان کفار کے معاہدوں اور صلح کا کچھ اعتبار نہیں، ممکن ہے کہ وہ جنگ کرنے لگیں، تو اس جنگ میں صحابہ کے لیے ایک اشکال تو یہ تھا کہ حرم مکہ میں جنگ کی نوبت آئے گی، جو اسلام میں ناجائز ہے۔

دوسرا اشکال یہ تھا کہ یہ مہینہ ذیقعدہ کا ہے جو ان چار مہینوں میں سے ہے، جن کو اشہر حرم کہا جاتا ہے۔ اور ان میں کسی سے کسی جگہ جنگ کرنا جائز نہیں، تو اگر مشرکین مکہ نے ہمارے خلاف جنگ شروع کردی تو ہم اس مہینے میں دفاعی جنگ کیسے کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس سے

یہ معلوم ہوا کہ مکہ کی حرمت سے حالت دفاعی مستثنیٰ ہے، اسی طرح اگر اشہر حرم میں کافر تم سے قتال کرنے لگیں تو تم کو بھی ان سے دفاعی جنگ لڑنا جائز ہے۔

قتال کے بارے میں مذکورہ تینوں آیتوں میں، پہلی آیت میں صحابہ کا جو اعتراض تھا اس کو دوسری آیت صاف بیان کر دینے سے صحابہ کرام مطمئن ہو گئے تھے، اور دوسری آیت کے بارے میں جو اشکال تھا اس کو تیسری آیت میں صاف بیان کر دینے سے صحابہ کرام مطمئن ہو گئے تھے، ان تینوں آیات کے تفسیر میں بیسویں صدی کے تمام مفسرین کی ایک رائے ہے صرف تیسری آیت کے بارے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ جمہور ائمہ دین کا اجماع ہے کہ اشہر حرم میں اب قتل و قتال جائز ہے اور جن آیات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہیں لیکن افضل اب بھی یہی ہے کہ اشہر حرم میں ابتداء بالقتال نہ کرے۔ (۳۶) مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی یہی مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ (۳۷) گویا کہ ان حضرات کا خیال یہ ہے کہ اشہر حرم میں مسلمان قتال کی ابتداء نہ کریں۔

ناچیز کی رائے میں مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد شفیع صاحب کی رائے اس سلسلے میں درست ہے۔

حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا کی تفسیر وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ (۳۸) سے کی ہے (۳۹)۔

الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وهم الوف حذر الموت فقال لهم اللہ موتوا ثم احیاهم ان اللہ لذو فضل علی الناس ولكن اکثر الناس لا یشکرون (۴۰) اس آیت میں مفسرین جامعہ ازہر اور دارالعلوم دیوبند علاوہ محمد محمود مجازی و مفتی محمد عبدہ نے کے ایک اہم واقعہ ذکر کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ موت و حیات تقدیر الہی کے تابع ہے، جنگ و جہاد میں جانا موت کا سبب نہیں۔

وہ اہم واقعہ یہ ہے کہ:

سلف صحابہؓ اور تابعینؓ سے اس واقعہ کی تشریح یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی کوئی جماعت ایک شہر میں



آباد تھی، وہاں کوئی سخت و باء، طاعون وغیرہ پھیلا، یہ لوگ جو تقریباً دس ہزار کی تعداد میں تھے گھبرا اٹھے اور موت کے خوف سے اس شہر کو چھوڑ کر سب کے سب دو پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان میں جا کر مقیم ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر اور دنیا کی دوسری قوموں پر یہ واضح کرنے کے لیے کہ موت سے کوئی شخص بھاگ کر جان نہیں چھڑا سکتا، دوفرشتے بھیج دیے، جو میدان کے دونوں سروں پر آکھڑے ہوئے، اور کوئی ایسی آواز دی جس سے سب کے سب بیک وقت مَر گئے۔ آس پاس کے لوگوں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، تو وہ یہاں پہنچے، دس ہزار، انسان کے کفن دفن آسان نہ تھا، اس لیے ان کے گرد ایک احاطہ کھینچ کر حظیرہ جیسا بنا دیا، ان کے لاشیں حسب دستور سڑ گئیں، ہڈیاں پڑی رہ گئیں، لیکن زمانہ دراز کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر جن کا نام حضرت حزقیل بتایا گیا ہے، اس مقام پر گزرے، اس حظیرہ میں جگہ جگہ انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ بذریعہ وحی ان کو پورا واقعہ بتا دیا گیا۔ حضرت حزقیل نے دعا کی کہ اللہ ان لوگوں کو پھر زندہ فرمادے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ آپ ان شکستہ ہڈیوں کو اس طرح خطاب فرمائیں ایتھا العظام البالية ان الله يأمرک ان تجتمعی، یعنی اے پرانی ہڈیوں اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہر جوڑ کی ہڈی اپنی جگہ جمع ہو جائے، پیغمبر کی زبان سے خدا تعالیٰ کا حکم ان ہڈیوں نے سنا اور حکم کی تعمیل کی یعنی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ لگ گئیں، پھر حکم ہوا کہ اب ان کو یہ آواز دو ایتھا العظام ان الله يأمرک ان تکتسی لحما وعصبا وجلدا، یعنی اے ہڈیوں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنا گوشت پہن لو اور پٹھے اور کھال درست کر لو۔ یہ کہنا تھا کہ ہڈیوں کا ہر ڈھانچہ ان کے دیکھتے دیکھتے ایک مکمل لاش بن گئی، پھر حکم ہوا اب ارواح کو یہ خطاب کیا جائے ایتھا الارواح ان الله يأمرک ان ترجع کل روح الی الجسد الذی کانت تعمره۔ یعنی اے ارواح تمہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے بدنوں میں لوٹ آؤ جن کی تعمیر و حیات ان سے وابستہ تھی، یہ آواز دیتے ہی ان کے سامنے سارے لاشیں زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگے، سب کی زبانوں پر تھا سبحانک لا اله الا انت (۴۱)۔

محمد محمود جازی نے اس واقعہ کو نہ ذکر فرمایا اور نہ تنقید کی (۴۲)۔ لیکن مفتی محمد عبدہ اس واقعہ کو نقل

کر کے فرماتے ہیں کہ یہ اسرائیلی واقعہ ہے، عہدہ فرماتے ہیں قرآن کریم نے نہ اس واقعہ کو ذکر کیا۔ نہ ان لوگوں کی تعداد بیان کی، بلکہ قرآن کریم نے مطلق رکھا ہے، اس لیے قرآن کریم ہی کو ہم لیں۔ اور قرآن کریم میں کوئی اسرائیلی واقعہ داخل نہ کریں (۴۳)۔

رشید رضا فرماتے ہیں کہ مثال دیکھنے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ مثال سے بات واضح ہو جاتی ہے فرماتے ہیں کہ اگر مثال دینے میں اس واقعہ کو بیان کر دیا تو اس طرح تنقید کی ضرورت نہیں (۴۴)۔

اس سلسلہ میں احقر کا خیال یہ ہے کہ مفتی محمد عہدہ کی رائے درست معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ عہدہ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت السدی سے مروی ہے اور سدی نام سے دو موسوم ہیں ایک السدی محمد ابن مروان الکوفی المفسر الکذاب ہے (کما قال ابن جریر) جیسا کہ ابن جریر نے فرمایا ہے، اور دوسرا نام اسماعیل السدی التابعی ”الذی وثقه احمد وضعفه ابن معین“ احمد نے اس کو ثقہ کہا اور ابن معین نے اس کو ضعیف کہا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ صحابہ اور تابعین کے تواتر سے ثابت ہے، اس لیے واقعہ کو محض اسرائیلی واقعہ قرار دے کر نظر انداز کرنا یا ہدف تنقید بنانا مناسب نہیں ہے۔

### قصہ طالوت و جالوت:

وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا قالوا انى يكون له الملك علينا ونحن احق بالملك منه ولم يؤت سعة من المال (٤٥)

حضرت موسیٰؑ کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا پھر جب نبوت کی تعلیمات میں بگاڑ پیدا ہوا تب ان پر ایک عظیم کافر بادشاہ جالوت نامی مسلط ہوا ان میں سے بعض کو شہر سے نکال دیا اور اس شہر کو لوٹ لیا اور ان میں سے بعض کو غلام بنالیا بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے اس وقت حضرت شموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے ان سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دیا جائے کہ اس کے ساتھ ہو کر ہم فی سبیل اللہ جہاد کریں، اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ بنایا۔

طالوت کی قوم میں پہلے سے سلطنت نہ تھی غریب محنتی آدمی تھے ان (بنی اسرائیل) کی نظر میں سلطنت کے قابل نظر نہ آئے، اور بوجہ مال و دولت خود کو سلطنت کے لائق خیال کیا نبی نے فرمایا کہ سلطنت

کسی کا حق نہیں اور سلطنت کی لیاقت ہے عقل اور بدن میں زیادتی جس میں طالوت تم سے افضل ہے۔  
 بنی اسرائیل جب یہ سنا تو پھر کہا پیغمبر سے کہ اس کے سوا کوئی اور دلیل بھی ان کی بادشاہت پر  
 دکھلا دو تا کہ ہمارے دل میں کوئی اشتباہ نہ رہے، جناب الہی میں نبی نے دعا کی تو اللہ طالوت کی سلطنت کی  
 دوسری نشانی متبرک صندوق کی شکل میں ظاہر فرمادی:

بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تبرکات تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ  
 انبیائے بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے تھے اللہ اس کی برکت سے فتح دیتا جب جالوت  
 غالب آیا تو یہ صندوق بھی وہ لیے گیا تھا جب اللہ تعالیٰ کو صندوق پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں  
 صندوق رکھتے تھے وہاں وبا اور بلا آئی پانچ شہر ویران ہو گئے ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لا کر ہانک دیا  
 فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے، بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی  
 بادشاہت پر یقین لائے اور طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی۔

ہوس سے طالوت کے ساتھ چلنے کو سب تیار ہو گئے طالوت نے کہا کہ جو زور آور اور بے فکر ہو وہ  
 چلے ایسے بھی اسی ہزار افراد نکلے پھر طالوت ان کو آزمانا چاہا ایک منزل میں پانی نہ ملا دوسری منزل میں  
 ایک نہر ملی طالوت نے حکم دیا کہ جو ایک چلو سے زیادہ پانی پیوے وہ میرے ساتھ نہ چلے صرف تین سوتیرہ  
 ان کے ساتھ گئے اور سب جدا ہو گئے جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیا ان کی پیاس بجھی اور جنہوں  
 نے زیادہ پیا ان کو اور زیادہ پیاس لگی اور آگے نہ چل سکے۔

جب سامنے ہوئے جالوت کے یعنی وہی تین سوتیرہ آدمی اور انہیں تین سوتیرہ لوگوں میں حضرت  
 داؤد اور ان کے والد اور ان کے چچا بھائی اور خود حضرت داؤد بھی تھے۔ حضرت داؤد کو راہ میں تین پتھر ملے  
 وہ پتھر بولے اٹھالے ہم کو جالوت کو قتل کریں گے، جب مقابلہ ہوا تو جالوت خود باہر نکلا اور کہا میں اکیلا تم  
 سب کو کافی ہوں میرے سامنے آتے جاؤ حضرت شموئیل نے حضرت داؤد کے باپ کو بلایا کہ اپنے بیٹے مجھ  
 کو دکھلا انھوں نے وہ بیٹے دکھائے جو قد آور تھے حضرت نے داؤد کو نہیں دکھایا ان کا قد چھوٹا تھا اور بکریاں  
 چراتے تھے، پیغمبر نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہ تم جالوت کو مارو گے انہوں نے کہا ہاں ماروں گا، پھر

جالوت کے سامنے گئے اور ان ہی پتھروں کو فلاخن (گوپھن) میں رکھ کر مارا جالوت کا صرف ماتھا کھلاتھا اور تمام بدن لوہے کی زرہ میں غرق تھا تین پتھر اس کے ماتھے پر لگے اور پیچھے کو نکل گئے جالوت کا لشکر بھاگا اور ایمان والوں کو فتح ہوئی۔

متذکرہ بالا واقعہ بیسویں صدی کے علماء جامعہ ازہر اور دارالعلوم دیوبند کے مفسرین نے علاوہ مفتی محمد عبدہ کے، لکھا ہے (۴۶)۔ البتہ واقعہ کے بعض جز میں بعض کو اختلاف ہے۔ مثلاً صندوق میں تبرکات کیا کیا تھیں۔ اس میں مولانا ادریس کاندھلوی نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ ابن عباس اور قتادہ اور سدی اور عکرمہ اور ربیع ابن انس اور ابوصالح سے مروی ہے کہ اس تابوت میں توریت کی دو تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے ٹکڑے تھے جو ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے عصا اور ان کے عمامے اور جوتے وغیرہ تھے (۴۷)۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ اس صندوق میں تبرکات اور تورات اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے کچھ ملبوسات وغیرہ تھے (۴۸)۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے یہی لکھا ہے (۴۹) نمبر ۲، جالوت جب لڑائی کے ارادے سے چلے تھے اس وقت ان کے ساتھ اسی (۸۰) ہزار فوج تھی اور نہر میں پانی پینے کے بارے میں جو کچھ حکم حضرت جالوت نے دیا تھا اس حکم میں کامیاب صرف تین سو تیرہ آدمی ہوئے تھے۔ (۵۰)

متذکرہ بالا واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ یہ اسرائیلی روایت ہے اور اہل کتاب کی تاریخ ہے (۵۱)، تابوت کے بارے میں عبدہ نے فرمایا کہ یہ بعض کتب تفسیر میں ملاکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا ہے (۵۲)، ملائکہ اس صندوق کو اٹھائیں گے اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک ظاہری مشکل صورت سے ملائکہ ہوں گے اور وہ خود اس کو اٹھائیں گے اور دوسرا نبیل گاڑی میں ان لوگوں نے لا دیا اور بیلوں کو ملائکہ الحام کے ذریعہ بنی اسرائیل کے بنی جالوت کے دروازے پر پہنچائیں گے اور بہتر یہی ہے کہ ملائکہ کی طرف سے منسوب کیا جائے (۵۳)۔

اس سلسلہ میں صاحب المنار نے جو لکھا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے اس کی کوئی دلیل نہیں دی

اس لیے درست معلوم نہیں ہوتا، اس لیے میں علاوہ عہدہ کے دیگر مفسرین جیسے حضرت مولانا اور لیس کاندھلوی، حضرت مفتی محمد شفیع اور مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ حضرات کی رائے درست سمجھتا ہوں۔

### حیات بعد الموت سے متعلق:

او كالذی مر علی قریة وهی خاویة علی عروشها قال انی یحی هذه الله بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامك وشرابك لم یتسنه وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحما فلما یتبین له قال اعلم ان الله علی کل شیء قدير (۵۴)۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری مذکورہ آیت میں جملہ وہی خاویة علی عروشها کی تفسیر فخر علیہم السقف من فوقہم (۵۵) سے کی ہے (۵۶)۔

متذکرہ بالا آیت میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو تمام توریت زبانی یاد تھی۔ جب بخت نصر کافر بادشاہ تھا اس نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قید کر کے لے گیا ان میں حضرت عزیر بھی تھے، حضرت عزیر جب قید سے چھوٹ آئے تب حضرت عزیر راہ میں ایک ویران شہر دیکھا اس کی عمارت گری ہوئی دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہاں کے ساکن سب مر گئے کیوں کر حق تعالیٰ ان کو جلادے اور یہ شہر پھر آباد ہوا اس جگہ ان کی روح قبض ہوئی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے ان کو وہاں آکر نہ دیکھا نہ ان کی خبر لی۔ اس مدت میں بخت نصر بھی مر گیا اور کسی بادشاہ نے اس مدت میں بیت المقدس کو آباد کیا اور اس شہر کو خوب آباد کیا۔ پھر سو برس کے بعد حضرت عزیر زندہ کیے گئے، ان کا کھانا اور پینا اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا ان کا گدھا جو مر چکا تھا اور اس کی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت میں دہری ہوئی تھیں، وہ ان کے روبرو زندہ کیا گیا۔ اور اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد بھی ہو چکے تھے، حضرت عزیر نے زندہ ہو کر آباد ہی دیکھا۔

علاوہ مفتی محمد عہدہ بیسویں صدی کے تمام مفسرین جامعہ ازہر اور دارالعلوم دیوبند نے اس واقعہ کو

لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ گزرنے والے حضرت عزیر تھے (۵۷)۔ اور بعض مفسرین جیسے مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا یہ شہر بیت المقدس تھا (۵۸) لیکن مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں شہر کی تخصیص اور گزرنے والا کا نام مذکور نہیں اس لیے شہر کی تخصیص اور گزرنے والا کا نام مخصوص کرنا اسرائیلیات ہے۔ عبدہ نے فرمایا کہ حضرت عزیر کو جو موت ہوئی تھی حقیقتاً موت نہ تھی بلکہ بدن میں روح باقی تھی صرف حس، حرکت اور ادراک کی طاقت ان سے فوت ہو گئی تھی۔ (۵۹)

فاماتہ اللہ مائة عام سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً موت ہوئی تھی۔ اس لیے مفتی محمد عبدہ کی بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ اور مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ اسرائیلیات میں۔ اس کی کوئی دلیل نہیں دی کہ اسرائیلیات کیوں ہے اس لیے احقر عام مفسرین کی رائے سے اتفاق کرتا ہے۔

واذ قال ابراهيم رب ارنى كيف الموتى قال اولم تؤمن قال بلى ولكن ليطمئن قلبى قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل على كل جبل منهن جزءا ثم ادعهن ياتينك سعيا واعلم ان الله عزيز حكيم (۶۰)۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو قیامت میں کس کیفیت سے زندہ کریں گے یعنی زندہ کرنے کا یقین ہے لیکن زندہ کرنے کی مختلف صورتیں اور کیفیتیں ہو سکتی ہیں وہ معلوم نہیں اس لیے وہ معلوم کرنے کو دل چاہتا ہے، ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس پر یقین نہیں لاتے انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا۔ لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں تاکہ میرے قلب کو معین صورت زندہ کرنے کی مشاہدہ کرنے سے سکون ہو جائے ذہن دوسرے احتمالات سے چکر میں نہ پڑے، ارشاد ہوا اچھا تم چار پرندے لو پھر ان کو پال کر اپنے سے ہلا لو تاکہ ان کی خوب شناخت ہو جائے پھر سب کو ذبح کر کے اور ہڈیوں سمیت ان کا قیمہ سا کر کے اس کے کئی حصے کر دو اور کئی پہاڑ اپنی مرضی سے انتخاب کر کے ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک حصہ رکھ دو پھر ان سب کو بلا دو دیکھو تمہارے پاس زندہ ہو کر دوڑے چلے آئیں گے۔ (۶۱)

حضرت ابراہیم حسب ارشاد الہی چار جانور لائے ایک مور ایک مرغ ایک کوا ایک کبوتر اور چاروں

کو اپنے ساتھ ہلایا تا کہ پہچان رہے اور بلانے سے آنے لگیں پھر چاروں کو ذبح کیا پھر ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پر پر رکھے ایک پر سب کے دھڑ رکھے ایک پر پاؤں رکھے، پہلے بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا، اس کا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر دھڑ ملا پھر پر لگے پھر پاؤں وہ دوڑتا چلا آیا اس طرح چاروں آگئے۔ (۶۲)

متذکرہ بالا واقعہ کو بیسویں صدی کے علماء جامعہ ازہر اور دارالعلوم دیوبند کے مفسرین نے ذکر فرمایا، (۶۳) مولانا نعیم صاحب نے مزید فرمایا ہے کہ چار پرندوں کا نام کسی صحیح حدیث میں مذکور نہیں، (۶۴) مولانا ادریس کاندھلوی نے بھی فرمایا ہے کہ چار پرندوں کا نام کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے یہ علماء تابعین کا قول ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس قصہ کا منکر صرف ابو مسلم اصفہانی ہے۔ مگر امام رازی نے اس کو رد کیا ہے کہ ابو مسلم اصفہانی کا یہ قول مفسرین کی اجماعی تفسیر کے خلاف ہے۔ (۶۵) مفتی محمد عبدہ نے بھی فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ کا ابو مسلم اصفہانی نے انکار کیا اور فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے یہ قول مردود ہے (۶۶)۔

اس سلسلہ میں احقر کا خیال ہے کہ مولانا ادریس کاندھلوی مفتی محمد عبدہ اور مولانا نعیم صاحب کی رائے بالکل درست ہے۔ مفتی محمد عبدہ کی رائے قابل قبول ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے **وَإِذْ قَالَ** ابراہیم رب ارنی کیف تحى الموتى سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس دور کے مفسرین کے علاوہ دیگر مفسرین کوئی تحقیق اس سلسلہ میں موضوع نہیں ہے اس لیے یہ ناچیز ان حضرات مفسرین کا اتباع کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

### حضرت مریم کی پرورش سے متعلق:

فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتا حسنا وكفلها زكريا كلما دخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا (۶۷)۔

متذکرہ بالا آیت میں رزق سے مراد کیا ہے اس میں مفسرین کے نزدیک اختلاف ہے، مفسرین میں سے صرف مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد عبدہ نے رزق کی تشریح کی ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا ہے کہ اکثر سلف کے نزدیک رزق سے مراد ظاہری کھانا ہے، کہتے ہیں کہ مریم کے پاس بے موسم کے میوے آتے گرمی کے پھل سردی میں اور سردی کے پھل گرمی میں اور مجاہد سے مروی ہے کہ رزق سے مراد علمی صحیفے میں جن کو روحانی غذا کہنا چاہیے (۶۸)۔

مفتی محمد عبدہ نے لکھا ہے کہ رزق کی بحث کرنا کہ کہاں سے آیا کیا آیا بیکار ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں نہیں ہے اور نہ حضور ﷺ سے منقول ہے، اس کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ تاریخ سے ہے جو کہ معتبر نہیں ہے (۶۹)۔

اس سلسلہ میں یہ ناچیز مفتی محمد عبدہ کا اتباع کرتا ہے کیوں کہ حضور ﷺ سے کوئی تشریح منقول نہیں ہے۔

### شہداء سے متعلق:

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم  
يورزقون (۷۰)۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اسلامی روایات کی رو سے ہر مرنے والے کو برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے جس سے وہ قبر کے عذاب یا ثواب کو محسوس کرتا ہے، اس میں مؤمن کا فریا صالح فاسق میں کوئی فرق نہیں، لیکن اس حیات برزخی کے مختلف درجات ہیں، ایک درجہ تو سب کو عام اور شامل ہے، کچھ مخصوص درجے انبیاء و صالحین کے لیے مخصوص ہیں، اور ان میں بھی باہمی تفاضل ہے، اس مسئلہ کی تحقیق پر علماء کے مقالات و تحقیقات بے شمار ہیں۔ لیکن ان میں سے جو بات اقرب الی الکتاب والسنت ہے اور شبہات سے پاک ہے، اس کو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بیان القرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ اس جگہ اسی کی نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

ایسے مقتول کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے شہید کہتے ہیں۔ اور اس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے، لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے، اور اسی سے جزاء و سزا کا ادراک ہوتا ہے، لیکن شہید کو اس کی حیات میں اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار



میں اوروں سے قوی ہے، جیسے انگلیوں کے اگلے پوروے اور ایڑی، اگرچہ دونوں میں حیات ہے، اور حیات کے آثار بھی دونوں میں موجود ہے، لیکن انگلیوں کے پوروں میں حیات کے آثار احساس وغیرہ یہ نسبت ایڑی کے زیادہ ہیں، اسی طرح شہداء میں آثار حیات عام مردوں سے بہت زیادہ ہیں، حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچتا ہے کہ اس کا جسم باوجود مجموعہ گوشت پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا، اور مثل جسم زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے، جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں، پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا، اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی۔ مگر احکام ظاہرہ میں وہ عام مردوں کی طرح ہیں، ان کی میراث تقسیم ہوتی ہے اور ان کی بیویاں دوسروں سے نکاح کر سکتی ہیں۔ اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازدواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر شہداء پھر دیگر معمولی مردے، البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء صالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے ساتھ شریک ہیں۔ سو مجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنی شہادت میں داخل سمجھیں گے۔ اس طور پر وہ بھی شہداء ہو گئے یا یوں کہا جائے کہ تخصیص شہداء کی عام ضرورتوں کے اعتبار سے اضافی ہے ان خواص کے اعتبار سے حقیقی نہیں اور اگر کسی شخص نے کسی شہید کی لاش کو خاک خوردہ پایا ہو تو سمجھ لیجئے کہ ممکن ہے اس کی نیت خالص نہ ہو، جس پر مدار ہے قتل کے شہادت ہونے کا، اور صرف قتل شہادت نہیں ہے، اور اگر فرضاً ایسا شہید خاک خوردہ پایا جائے جس کا قتل فی سبیل اللہ ہوا ہو اور اس کی جامع شرائط شہادت ہونا دلیل قطعی تو اتر وغیرہ سے ثابت ہو۔ (جس کا شبہ صاحب روح المعانی کو ہو گیا ہے) تو اس کی وجہ سے کہا جائے گا کہ حدیث میں جس چیز کی تصریح ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء و شہداء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی، یعنی مٹی ان کے جسم کو خراب نہیں کر سکتی، اجزاء ارضیہ مٹی وغیرہ کے علاوہ کسی دوسری چیز سے ان کے جسم کا متاثر ہو کر فنا ہو جانا بھی ممکن ہے، کیوں کہ

زمین میں اور بھی بہت سی اقسام و انواع کی دودھاتیں اور ان کے اجزاء اللہ تعالیٰ نے رکھ دئے ہیں، اگر ان کی وجہ سے کسی شہید کا جسم متاثر ہو جائے تو آیت کے منافی نہیں۔

چنانچہ دوسرے اجسام مرکبہ مثل اسلحہ و ادویہ و اغذیہ و اختلاط و اجسام بسیطہ مثل آب و آتش و باد کی تاثیر انبیاء علیہم السلام کے اجساد میں بھی ثابت ہے۔ اور شہداء کی حیات بعد الحیات انبیاء کی حیات قبل الحیات سے اقویٰ نہیں، اور بعض حصہ ارض میں بعض اجزاء غیر ارضیہ بھی شامل ہو جاتے ہیں، جس طرح دوسرے عناصر میں بھی مختلف عناصر شامل ہو جاتے ہیں، سو اگر ان اجزاء غیر ارضیہ سے ان کے اجسام متاثر ہو جائیں تو اس سے ان احادیث پر اشکال نہیں ہوتا۔ جن میں حرمت اجساد علی الارض وارد ہے۔

اور ایک جواب یہ ہے کہ امتیاز اجساد شہداء کے لیے یہ کافی ہے کہ دوسری اموات سے زیادہ مدت تک ان کے اجساد خاک سے متاثر نہ ہوں۔ گو کسی وقت میں ہو جائیں۔ اور احادیث سے بھی یہی امر مقصود کہا جائے کہ ان کی محفوظیت اجساد کی خارق عادت ہے اور خرق عادت کی دونوں صورتیں ہیں، حفظ مؤید اور حفظ طویل اور چونکہ عالم برزخ حواس یعنی آنکھ، کان، ناک، ہاتھ وغیرہ سے مرکب نہیں ہوتا اس لیے لا تشعرون فرمایا گیا کہ تم ان کی حیات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے (۷۱)۔

آیت مذکورہ کی شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب واقعہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں، اور پھر ان قندیلوں میں آ جاتے ہیں جو ان کے لیے عرشِ رحمن کے نیچے معلق ہیں۔ جب ان لوگوں نے اپنی راحت و عیش کی یہ زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ ”ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے سے غمگین ہیں“ کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہنچا سکتا ہے تاکہ وہ ہم پر غم نہ کریں اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچا دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل فرمائی (۷۲)۔

آیت متذکرہ بالا کا حصہ بل احياء عند ربهم يرزقون کی تشریح میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

مفتی محمد شفیع اور محمد محمود مجازی فرماتے ہیں کہ

اس دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہید کے لیے رزق جنت جاری ہو جاتا ہے اور ایک خاص قسم کی زندگی اسی وقت سے اس کو مل جاتی ہے جو عام مردوں سے ممتاز حیثیت کی ہے۔ اب رہا وہ ممتاز حیثیت کیا ہے؟ اور وہ زندگی کیسی ہے؟ اس کی حقیقت سوائے خالق کائنات کے نہ کوئی جان سکتا ہے نہ جاننے کی ضرورت ہے۔ البتہ بسا اوقات ان کی حیات خاص کا اثر اس دنیا میں بھی ان کے ابدان پر ظاہر ہوتا ہے کہ زمین ان کو نہیں کھاتی وہ صحیح سالم باقی رہتے ہیں۔ جس کے بہت سے واقعات مشاہدہ کیے گئے ہیں (۷۳)۔

مولانا ادریس کاندھلوی نے فرمایا ہے کہ ان کو ابھی (یعنی موت کے بعد) سے رزق ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ شہداء کو جو رزق ملتا ہے اللہ کی طرف سے تو اس میں اسباب و وسائل کا واسطہ ہی نہیں اور اس میں محنت و مشقت نہیں اور زوال ہونے کا اندیشہ نہیں، اور اس میں بے مثال فرحت و مسرت ہے (۷۴)۔

مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ ”بل احياء عند ربهم يرزقون في عالم غير هذا العالم هو خير منه للشهداء“ یعنی مفتی محمد عبدہ کی رائے یہ ہے کہ شہید کی حیات و رزق اس دنیا میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں ہے۔ عبدہ نے اس سلسلہ میں تفصیل سے کلام کرنے کے بعد فرمایا کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعض نے کہا حیات مجازیہ بعض نے کہا حقیقیہ۔ بعض نے کہا دنیویہ بعض نے کہا اخرویہ اور بعض نے کہا کہ واسطۃ بین الحیاتین لیکن بہتر یہ ہے کہ ہم شہداء کی حیات و رزق کی کیفیت کے بارے میں بحث نہ کریں (۷۵)۔

اس سلسلہ میں احقر کا خیال یہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ نے جو ارشاد فرمایا کہ شہداء کی حیات و رزق کی کیفیت کے بارے میں ہم بحث نہ کریں یہ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مفتی محمد عبدہ نے فرمایا ہے کہ شہداء کی حیات و رزق عالم برزخ میں ہے یہ کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے کیوں کہ آیت مذکورہ میں کسی قسم کی تخصیص نہیں، بلکہ عام ہے، اس آیت کی عالم برزخ کے ساتھ تخصیص کرنے کی ضرورت نہیں۔ پتہ نہیں مفتی محمد عبدہ نے شہداء کی حیات و رزق کو عالم برزخ کے ساتھ کیوں مخصوص قرار دیا۔ احقر کے خیال میں مفتی محمد عبدہ کی رائے کے مقابلہ میں مفتی محمد شفیع مولانا ادریس کاندھلوی، محمد محمود مجازی کی رائے زیادہ مناسب ہے، واللہ اعلم۔

## خطرات میں گھرنے کے باوجود صحابہ کی ثابت قدمی:

انما ذالکم الشیطان یخوف اولیاءہ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مؤمنین (۷۶)۔

آیت مذکورہ بالا سے پہلی آیتوں میں غزوہ احد کے قصے کا ذکر تھا، مذکورہ آیات میں ایک دوسرے غزوہ کا ذکر ہے۔ جو حمراء الاسد کے نام سے مشہور ہے، حمراء الاسد مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔

واقعہ اس غزوہ کا یہ ہے کہ جب کفار مکہ احد کے میدان سے واپس ہو گئے، تو راستے میں جا کر اس پر افسوس ہوا کہ ہم غالب آجانے کے باوجود خواہ مخواہ واپس لوٹ آئے، ہمیں چاہیے تھا کہ ایک ہلہ بول کر سب مسلمانوں کو ختم کر دیتے، اور اس خیال نے کچھ ایسا اثر کیا کہ پھر واپس مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ہونے لگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا۔ اور سیدھے مکہ مکرمہ کو ہو لیے، لیکن بعض مسافروں سے جو مدینہ کی طرف جا رہے تھے یہ کہہ گئے کہ تم جا کر کسی طرح مسلمانوں کے دل میں ہمارا رعب جماؤ کہ وہ پھر لوٹ کر آرہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی یہ بات معلوم ہو گئی۔ اس لیے آپ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے (۷۷)۔

احد کے دوسرے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے، مگر ان میں صرف وہی لوگ جاسکیں گے جو کل کے معرکہ میں ہمارے ساتھ تھے، اس اعلان پر دو سو مجاہدین کھڑے ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے تو ستر حضرات کھڑے ہو گئے، جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گزشتہ کل کے معرکہ میں شدید زخمی ہو چکے تھے، دوسروں کے سہارے سے چلتے تھے، یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے، مقام حمراء الاسد پر پہنچے تو وہاں نعیم بن مسعود ملا۔ اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کر کے پھر یہ طے کیا ہے کہ پھر مدینہ پر چڑھائی کریں، زخم خوردہ ضعیف صحابہ اس خبر کو سن کر یک زبان ہو کر بولے

کہ اس کو نہیں جانتے حسبنا اللہ ونعم الوکیل: یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، اور وہی بہتر مددگار ہے (۷۸)۔

آیت مذکورہ میں لفظ الشیطان کی تفسیر میں مفسرین کے نزدیک اختلاف ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فرمایا ہے کہ ڈرانے والا شیطان کا ایک چیلہ تھا (۷۹)۔ اور تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں فرمایا ہے نعیم بن مسعود تھا۔ ”ای استحوذ الشیطان“ دلیل استحوذ علیہم الشیطان فانساہم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم الخاسرون دی ہے (۸۰)۔ اور جز فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مؤمنین کی تفسیر ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً (۸۱) سے کی ہے (۸۲)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا ہے کہ یہ شیطان وفد عبد القیس تھا (۸۳)۔

محمد محمود جازی نے فرمایا ہے آیت مذکورہ میں نعیم بن مسعود کو شیطان کہا گیا (۸۴)۔

صاحب المنار نے فرمایا ہے کہ یہاں شیطان سے مراد، وہ شیطان انسان ہے جو مسلمان کو دھوکا دیتا ہے۔ یہ کون شخص تھا اس کے تعین میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے ابوسفیان، بعض نے کہا ہے نعیم بن مسعود، بعض نے کہا ہے وفد عبد القیس، اور بعض نے کہا ہے وہ جن جو انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، لیکن یہاں پہلا معنی مراد لینا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے (۸۵)۔

حضرت مفتی محمد شفیع نے بخاری شریف کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ وہ شیطان نعیم بن مسعود تھا (۸۶)۔ ان حضرات مفسرین میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے جو فرمایا وہ رائج اور درست معلوم ہوتا ہے کیوں کہ آپ نے بخاری شریف کے حوالہ سے یہ فرمایا ہے۔

**خواتین کی وراثت سے متعلق:**

یا ایہا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرها، ولا تعضلوہن لتذہبوا ببعض ما اتیتموہن الا ان یأتین بفاحشة مبینة (۸۷)۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ بالا آیت میں جملہ الا ان یأتین بفاحشة

مبينة کی تفسیر والّتی یاتین الفاحشة (۸۸) والّتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا (۸۹) اور فان لم یطعن فیحل اضرارهن لیفتدین لقوله تعالی ولا یحل لکم ان تأخذوا مما ایتیموهن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ (۹۰) سے کی ہے (۹۱)۔

ان آیات میں ان ان مظالم کی روک تھام ہے جو اسلام سے پہلے صنف نازک پر روار کھے جاتے تھے، ان میں ایک بہت بڑا ظلم یہ تھا کہ مرد عورتوں کی جان و مال کا اپنے آپ کو مالک سمجھتے تھے۔ عورت جس کے نکاح میں آگئی وہ اس کی جان کو بھی اپنی ملک سمجھتا تھا، اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث جس طرح اس کے متروکہ مال کے وارث اور مالک ہوتے تھے، اسی طرح اس کی بیوی کے بھی وارث اور مالک مانے جاتے تھے، چاہیں تو وہ خود اس سے نکاح کر لیں، یا دوسرے کسی سے مال لے کر اس کا نکاح کر دیں۔ شوہر کا لڑکا جو دوسری بیوی سے ہوتا وہ خود بھی باپ کے بعد اس کو اپنے نکاح میں لاسکتا تھا، اور جب عورت کی جان ہی اپنی ملک سمجھ لی گئی تو مال کا معاملہ ظاہر ہے اور اس ایک بنیادی غلطی کے نتیجہ میں عورتوں پر طرح طرح کے صدمات مظالم ہوا کرتے تھے، مثلاً ایک یہ ظلم تھا کہ

جو مال عورت کو کہیں سے وارث میں ملایا اس کے میکہ والوں کی طرف سے بطور ہدیہ تحفہ ملا، بیچاری عورت اس سب سے محروم و بے تعلق رہتی، اور یہ سب مال سسرال کے مرد ہضم کر لیتے تھے۔

دوسرا ظلم یہ ہوتا تھا کہ اگر عورت نے اپنے حصہ مال پر کہیں قبضہ کر ہی لیا تو مرد اس کو نکاح کرنے سے اس لیے روکتے تھے کہ یہ اپنا مال باہر نہ لے جاسکے بلکہ یہیں مرجائے اور مال چھوڑ جائے تو ہمارے قبضہ میں آجائے۔

تیسرا ظلم کہیں کہیں یہ بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات بیوی کا کوئی قصور نہ ہونے کے باوجود محض طبعی طور پر وہ شوہر کو پسند نہ ہوتی تو شوہر اس کے حقوق زوجیت ادا نہ کرتا، مگر طلاق دے کر اس کی گلو خلاصی بھی اس لیے نہیں کرتا کہ یہ تنگ آ کر زیور اور زرمہر جو وہ اسے دے چکا ہے واپس کر دے، یا اگر ابھی نہیں دیا تو

معاف کر دے تب اسے آزادی ملے گی، اور بعض اوقات شوہر طلاق بھی دیدیتا لیکن پھر بھی اپنی اس مطلقہ کو کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرنے دیتا تا کہ وہ مجبور ہو کر اس کا دیا ہوا مہر واپس کر دے، یا واجب الادا مہر کو معاف کر دے۔

چوتھا ظلم بعض اوقات یوں ہوتا تھا کہ شوہر مر گیا، اس کے وارث اس کی بیوی کو نکاح نہیں کرنے دیتے، یا جاہلانہ عار کی وجہ سے یا اس طمع میں کہ اس کے ذریعہ کچھ مال وصول کریں۔

یہ سب مظالم اس بنیاد پر ہوتے تھے کہ عورت کے مال بلکہ اس کی جان کا بھی اپنے آپ کو مالک سمجھ لیتے تھے قرآن کریم نے اس فساد کی اس جڑ کو اکھاڑ ڈالا، اور اس کے تحت ہونے والے تمام مظالم کے انسداد کے لیے متذکرہ بالا آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی:

آیت متذکرہ بالا میں جملہ بفاحشۃ مبینۃ کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع اور مفتی محمد عبدہ کی رائے ذیل میں مذکور ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں آیت مذکورہ میں لفظ فاحشۃ یعنی ناشائستہ حرکت سے مراد حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت ضحاک وغیرہ کے نزدیک تو شوہر کی نافرمانی اور بدزبانی ہے۔ اور ابو قلابہ، حسن بصری نے فاحشہ سے اس جگہ بے حیائی اور زنا مراد لیا ہے (۹۲)۔

صاحب المنار نے فرمایا کہ حضرت حسن سے روایت ہے کہ فاحشہ سے مراد زنا، حضرت ابن عباس، قتادہ اور الضحاک سے روایت ہے کہ شوہر کے نافرمانی، بدزبانی، بعض مفسرین سلف سے روایت ہے کہ فاحشہ سے مراد زنا، بعض سے نافرمانی، بعض سے بدزبانی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ فاحشہ کی تخصیص نہ کی جائے بلکہ عام رکھا جائے (۹۳)۔

اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع نے جو حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور حضرت ضحاک سے روایت ذکر کی ہے اس سے فاحشہ کا عام مفہوم سمجھ میں آتا ہے، اور جو ابو قلابہ و حضرت حسن سے روایت ذکر کی ہے کہ یہ فاحشہ سے ان حضرات نے زنا مراد لیا یہ فاحشہ کے عام مفہوم سے مانع نہیں، اس لیے احقر کا خیال یہ ہے کہ آیت کے مفہوم کو عام رکھا جائے تخصیص کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، (واللہ اعلم بالصواب)

## ہابیل وقابیل کا قصہ:

واتل علیہم نبا ابنی ادم بالحق ، اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم يتقبل من الآخر قال لا قتلنک قال انما يتقبل الله من المتقين لنن بسطت الی یدک لتقتلنی مآ انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف الله رب العالمین انی ارید ان تبوأ بائمی واثمک فتکون من اصحب النار وذلك جزاء الظالمین فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین فبعث الله غرابا یبحث فی الارض لیریه کیف یواری سوءة اخیه قال یویلتی اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب فاواری سوءة اخی فاصبح من النادمین (۹۴)۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ بالا آیت میں جملہ ولم يتقبل من الآخر کی تفسیر ماکان الله لیطلعکم علی الغیب ولكن الله یجتبی من رسله من یشاء فامنوا بالله ورسله (۹۵) سے اور لاقتلنک کی تفسیر یا اهل الکتاب هل تنقمون منا الا ان امنّا بالله وما انزل الینا وما انزل من قبل وان اکثرکم فسقون (۹۶) سے انما يتقبل الله من المتقین کی تفسیر وما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی (۹۷) سے فتکون من اصحب النار کی تفسیر قالوا لن نؤمن علی ما جئتنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقض هذه الحیوة الدنیا انا امنّا بربنا لیغفر لنا خطایانا وما اکرهتنا علیه من السحر والله خیر وابقی انه من یات ربه مجرما فان له جهنم لا یموت فیها ولا یحی (۹۸) سے اور فبعث الله غرابا کی تفسیر ارسل علیہم طیرا ابابیل (۹۹) سے کی ہے (۱۰۰)۔

قرآن مجید پر نظر کرنے والے جانتے ہیں کہ قرآن کریم کوئی قصہ کہانی یا تاریخ کی کتاب نہیں جس کا مقصد کسی واقعہ کو اول سے آخر تک بیان کرنا ہو، لیکن واقعات ماضیہ اور گزشتہ اقوام کی سرگزشت اپنے دامن میں عبرتیں اور نصیحتیں رکھتی ہیں، وہی تاریخ کی اصل روح ہے، اور ان میں بہت سے حالات



واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں، جن پر مختلف احکام شرعیہ کی بنیاد ہوتی ہے، انہی فوائد کے پیش نظر قرآن کریم کا اسلوب ہر جگہ یہ ہے کہ موقع بہ موقع کوئی واقعہ بیان کرتا ہے، اور اکثر پورا واقعہ بھی ایک جگہ بیان نہیں کرتا، بلکہ اس کے جتنے حصہ سے اس جگہ کوئی مقصود متعلق ہوتا ہے، اس کا وہی ٹکڑا بیان کر دیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا یہ قصہ بھی اسی اسلوب حکیم پر نقل کیا جا رہا ہے اس میں موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لیے بہت سی عبرتیں اور مواعظ ہیں۔ اب پہلے الفاظ قرآن کی تشریح اور اس کے تحت میں اصل قصہ دیکھئے۔

اس سے پہلی آیات میں بنی اسرائیل کو حکم جہاد اور اس میں ان کی کم ہمتی اور بزدلی کا ذکر تھا، ان آیات متذکرہ میں اس کے بالمقابل قتل ناحق کی برائی اور اس کی تباہ کاری کا بیان کر کے قوم کو اس اعتدال پر لانا مقصود ہے کہ جس طرح حق کی حمایت اور باطل کو مٹانے میں قتل قتال سے دم چرانا غلطی ہے، اسی طرح ناحق قتل و قتال پر اقدام دین و دنیا کی تباہی ہے۔

پہلی آیت ابن آدم کا لفظ مذکور ہے۔ یوں تو ہر انسان آدم کی اولاد ہے۔ ہر ایک کو ابن آدم کہا جاسکتا ہے لیکن جمہور علماء تفسیر کے نزدیک اس جگہ ابن آدم سے حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلیبی اور حقیقی بیٹے مراد ہیں۔ یعنی ہابیل وقابیل اس کے بعد بالحق کے ذریعہ سے تاریخی روایات کی نقل میں ایک اہم اصول کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ تاریخی روایات کی نقل میں بڑی احتیاط لازم ہے، جس میں نہ کوئی جھوٹ ہو نہ کوئی تلپیس اور دھوکہ اور نہ اصل واقعہ میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی زیادتی۔

قرآن کریم میں صرف اسی جگہ نہیں بلکہ دوسرے مواقع میں بھی اس اصول پر قائم رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں ایک جگہ ارشاد ہے۔ نحن نقص عليك نبأهم بالحق (۱۰۱)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ان هذا القصص الحق (۱۰۲) تیسری جگہ ارشاد ہے ذلك عيسى ابن مريم قول الحق (۱۰۳) ان تمام مواقع میں تاریخی واقعات کے ساتھ لفظ حق لا کر اس بات کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ نقل واقعات میں حق و صدق کی رعایت لازمی ہے۔ اس کے علاوہ اسی لفظ میں قرآن کریم کے مخاطبین کو اس طرف بھی رہنمائی کرنا ہے کہ رسول کریم ﷺ جو امی محض ہیں، اور ہزاروں سال پہلے کے واقعات بالکل

سچے اور صحیح بیان فرما رہے ہیں تو اس کا سبب بجز وحی الہی اور نبوت کے کیا ہو سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ان آیات متذکرہ میں حق تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ آپ اہل کتاب کو یا پوری امت کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح صحیح سنا دیجئے۔ مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ

آدم علیہ السلام کے دو بیٹیوں کا واقعہ جو صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ منقول ہے اور ابن کثیر نے اس کو علماء سلف و خلف کا متفقہ قول قرار دیا ہے یہ ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دنیا میں آئے اور تو والد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچے تو اُم پیدا ہوتے، ایک لڑکا دوسری لڑکی، اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام کی اولادیں بجز بہن بھائیوں کے اور کوئی نہ تھا۔ اور بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا تو اللہ جل شانہ، نے اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شریعت آدم علیہ السلام میں یہ خصوصی حکم جاری فرما دیا تھا کہ ایک حمل سے جو لڑکا اور لڑکی پیدا ہو وہ تو آپس میں حقیقی بھائی بہن سمجھے جائیں، اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے، لیکن دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لیے پہلے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہو گئی، بلکہ ان کے درمیان رشتہ ازدواج و مناکحت جائز ہوگا۔

لیکن ہوا یہ کہ پہلے لڑکے قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ حسین و جمیل تھی اور دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی بد شکل تھی، جب نکاح کا وقت آیا تو حسب ضابطہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بد شکل لڑکی قابیل کے حصہ میں آئی، اس پر قابیل ناراض ہو کر ہابیل کا دشمن ہو گیا۔ اور اس پر اصرار کرنے لگا کہ میرے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہی میرے نکاح میں دی جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شرعی قاعدہ کے موافق اس کو قبول نہ فرمایا، اور ہابیل و قابیل کے درمیان رفع اختلاف کے لیے یہ صورت تجویز فرمائی کہ تم دونوں اپنی قربانی اللہ کے لیے پیش کرو، جس کی قربانی قبول ہو جائے گی۔ یہ لڑکی اس کو دی جائے گی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو یقین تھا کہ قربانی اسی کی قبول ہوگی جس کا حق ہے، یعنی ہابیل کی۔

اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کی ایک واضح اور کھلی ہوئی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور قربانی کو کھا جاتی تھی۔ اور جس قربانی کو آگ نہ کھائے تو یہ علامت اس کے نامقبول ہونے کی ہوتی تھی۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں، اس نے ایک عمدہ دنبہ کی قربانی کی، قابیل کا شکار آدمی تھا، اس نے کچھ غلہ، گندم وغیرہ قربانی کے لیے پیش کیا، اور ہوا یہ کہ حسب دستور آسمان سے آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی۔ اور قابیل کی قربانی جوں کی توں پڑی رہ گئی، اس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رسوائی کا غم و غصہ اور بڑھ گیا، تو اس سے رہا نہ گیا اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا لاقتلک یعنی میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ ہابیل نے ایک ٹھنڈی اور اصولی بات کہی: انما يتقبل الله من المتقين: یعنی اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی پر ہیزگار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں۔ اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی بھی قبول ہوتی، تم نے ایسا نہیں کیا تو قربانی قبول نہ ہوئی، اس میں میرا کیا قصور ہے؟ (۱۰۴)

اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا، آخر اس کو قتل ہی کر ڈالا اب جب قتل سے فارغ ہوا تو حیران ہے کہ لاش کو کیا کروں جس سے یہ راز پوشیدہ رہے کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک کو اوہاں بھیجا کہ وہ چونچ اور بنہوں سے زمین کو کھودتا تھا اور کھود کر ایک دوسرے کو لے کر وہ مرا ہوا تھا اس گڈھے میں ڈھکیل کر اس پر مٹی ڈالتا تھا۔ تاکہ وہ کو اس قابیل کو تعلیم دے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپا دے، قابیل یہ واقعہ دیکھ کر اپنے جی میں بڑا ذلیل ہوا کہ مجھ کو کو لے کے برابر بھی فہم نہیں (۱۰۵)۔

مفتی محمد عبدہ نے فرمایا ہے کہ جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ایک کا نام ہابیل اور دوسرے قابیل اور یہی قاتل ہے سب کے نزدیک، آپ نے فرمایا کہ یہ روایت درست نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جمہور نے فرمایا کہ یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے حقیقی بیٹے تھے اور الحسن سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے حقیقی بیٹے نہیں تھے۔ اور سفر التکوین میں ہے کہ وہ دونوں آدم علیہ السلام کی پہلی اولاد میں ایک کا نام قاین یا

قائین یہ بھی درست نہیں کیوں کہ قرآن میں نہیں ہے جو کچھ قرآن میں صحیح ہے اور قرآن کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے (۱۰۶)۔

مفتی محمد عبدہ فرماتے ہیں کہ قربانی کیا تھی قرآن میں مذکور نہیں ہے، اور قربانی قبول ہونے کی علامت کیا تھی قرآن میں مذکور نہیں ہے، ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک صاحب بھیڑ بکریاں والے تھے اس نے بھیڑ قربانی کی اور دوسرا صاحب کاشتکار تھا اس نے گندم وغیرہ قربانی کے لیے پیش کیا اور بعض لوگوں نے فرمایا کہ قربانی قبول ہونے کی علامت یہ تھی آسمان سے آگ آتی تھی اور قربانی کو کھا جاتی تھی، جس کی قربانی کھا جاتی وہ قربانی مقبول ہے اور جس کی قربانی نہیں کھاتی وہ غیر مقبول ہے۔ یہ اسرائیلیہ اخبار ہے (۱۰۷)۔

عبدہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہاں ایک کو ابھیجا وہ مٹی کریدتا رہا یہ دیکھ کر قاتل سمجھ گیا اور اس طرح مٹی کرید کر اپنے بھائی کو دفن کیا ہے یہ درست ہے اور جمہور نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ دو کو بے بیجہ دونوں میں لڑائی ہوئی اور ایک نے ایک کو قتل کیا اور مٹی کرید کر گڑھا بنایا اس گڑھا میں اس مردہ کو آکودفن کیا یہ دیکھ کر قاتل نے اپنے بھائی کو اس طرح دفن کیا۔ یہ اسرائیلیات میں سے اور یہ صحیح نہیں ہے (۱۰۸)۔

اس سلسلہ میں مفسرین بیسویں صدی نے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے کا نام ہابیل اور قابیل لکھا ہے اور قربانی کے بارے میں لکھا ہے کہ ہابیل نے دنبہ اور قابیل گندم وغیرہ قربانی کے لیے پیش کیا یہ صحیح ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع نے فرمایا ہے کہ ابن کثیر نے فرمایا ہے یہ علماء سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھلا دے کس طرح چھپاتا ہے اپنے بھائی کی لاش کو، اس کو انے قاتل کو کیا طریقہ دکھلایا اس سلسلہ میں دو اقوال ہیں، ایک مفتی محمد عبدہ نے ذکر فرمایا ہے، اور دوسرا (یعنی جمہور کا قول) مولانا اشرف علی تھانوی کا قول ہے۔

اب احقر کا کہنا یہ ہے کہ جمہور نے جس قول کو ذکر فرمایا ہے مفتی محمد عبدہ اس کو اسرائیلیات میں سے کیوں قرار دیا دلیل نہیں دی ہے اس لیے آپ کی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

فبعث الله غرابا يبحث في الارض، اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا جو کریدتا تھا زمین کو،

لیریہ کیف یواری سوء اخیه کہ اس کو دکھلاوے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی، مفتی محمد عبدہ نے جو فرمایا ہے کہ کو از میں کریدتا رہا یہ دیکھ کر قاتل سمجھ گیا اور اس طرح مٹی کرید کر اپنے بھائی کو دفن کیا یہ درست نہیں کیوں کہ لیریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل سمجھا نہیں بلکہ کو انے اس کو سمجھایا اور یواری سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ کچھ چھپایا۔ اب کیا چھپایا اور کس طریقے سے چھپایا اس میں دو اقوال ہیں ان دونوں اقوال میں سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا قول زیادہ رائج معلوم ہوتا ہے اس لیے ناچیز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اتباع کرتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب فی حقیقۃ الحال)

### حرمتِ کعبہ سے متعلق:

جعل الله الكعبة البيت الحرام قياماً للناس والشهر الحرام والهدى والقلائد (۱۰۹)  
مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ بالا آیت کی تفسیر واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا (۱۱۰) سے کی ہے (۱۱۱)۔

پوری دنیا میں قیام امن کی صورت میں حکومتوں کے قوانین اور ان کی گرفت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے ڈاکو، چور، قتل و غارت گری کرنے والے کی جرأت نہیں ہوتی، لیکن جاہلیت عرب میں نہ کوئی باقاعدہ حکومت قائم تھی، اور نہ امن عامہ کے لیے کوئی قانون عام تھا، سیاسی نظام محض قبائلی بنیاد ہی پر قائم تھا جس میں کچھ باتوں میں باہم سمجھوتہ تھا لیکن دشمنی کی وجہ سے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کی جان و مال عزت و آبرو سب ہی چیزوں پر جب چاہے حملہ کر سکتا تھا۔ اس لیے کسی قبیلہ کے لیے کسی بھی وقت امن و اطمینان کا موقع نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کو حکومت کے قائم مقام ذریعہ امن بنا دیا جس طرح حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت کوئی سمجھدار انسان نہیں کر سکتا، اس طرح بیت اللہ شریف کی حرمت و تعظیم حق تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں بھی عام لوگوں کے دلوں میں اس طرح پیوست کر دی تھی کہ اس کے احترام کے لیے اپنے سارے جذبات و خواہشات کو پیچھے ڈال دیتے تھے۔

۶ ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر بقصد بیت اللہ روانہ ہوئے اور حد و حریم کے قریب مقام حدیبیہ پر قیام فرما کر حضرت عثمان غنیؓ کو چند رفیقوں کے

ساتھ مکہ بھیجا کہ مکہ کے سرداروں سے کہہ دیں مسلمان اس وقت کسی جنگ کی نیت سے نہیں بلکہ عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں اس لیے ان کی راہ میں کوئی مزاحمت نہ ہونی چاہیے۔

قریشی سرداروں نے بہت بحث و مباحثہ کے بعد اپنا ایک نمائندہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا، حضور ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ شخص حرمت بیت اللہ کا خاص لحاظ رکھنے والا ہے، اس لیے قربانی کے جانور جن پر قربانی کا نشان کیا ہوا ہے اس کے سامنے کر دو، اس نے جب یہ ہدایا دیکھے تو اقرار کیا کہ بیشک ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں بھی حرم مکہ کا احترام ان کے قلوب میں ایسا رکھ دیا تھا کہ اس کی وجہ سے امن و امان قائم رہتا تھا۔ عرب میں جس طرح بیت اللہ کی عمارت اور اس کے گرد و پیش کے حرم محترم کا احترام عام تھا، اسی طرح اشہر حرم کا بھی خاص احترام تھا۔ ان مہینوں میں حرم سے باہر بھی قتل و قتال کو تمام عرب حرام سمجھتے اور پرہیز کرتے تھے۔

اس لیے قرآن کریم نے قیام اللناس ہونے میں کعبہ کے ساتھ اور تین چیزوں کو شامل فرمایا ہے: الشهر الحرام، ہدیٰ اور قلائد۔ کعبہ عربی زبان میں ایسے مکان کو کہتے ہیں جو مربع یعنی چوکور ہو، کعبہ کے بنیادی معنی ابھار کے تھے اور کعبہ شریف کیوں کہ بیاباں و چٹیل میدان میں بننے والا پہلا گھر تھا لہذا اسی ابھار کی وجہ سے کعبہ (کعبۃ اللہ) کہا گیا۔ اسی طرح ابھار کی وجہ سے ٹخنہ کو کعب اور خواتین کے پستانوں کو کعباب کہا گیا عرب میں قبیلہ خثعم کا بنایا ہوا ایک اور مکان بھی اسی نام سے موسوم تھا جس کو کعبہ یمنیہ کہا جاتا تھا، اسی لیے بیت اللہ کو اس کعبہ سے ممتاز کرنے کے لیے لفظ کعبہ کے ساتھ البیت الحرام کا لفظ بڑھایا گیا، لفظ قیام اور قوام ہم مصدر ہے، اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر کسی چیز کا قیام و بقا۔ موقوف ہو، اس لیے قیام اللناس کے معنی یہ ہوئے کہ کعبہ اور اس کے متعلقات لوگوں کے قیام و بناء کا سبب اور ذریعہ ہیں۔

قیام اللناس کی تفسیر میں مفسرین کے نزدیک اختلاف ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ قیام اللناس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ اور حرم محترم سب کے لیے جائے امن بنایا گیا ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اس

سے مراد اہل مکہ کے لیے وسعتِ رزق ہے کہ باوجود اس کے کہ اس زمین میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ دنیا بھر کی چیزیں وہاں پہنچاتے رہتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ اہل مکہ جو کہ بیت اللہ کے خادم اور محافظ کہلاتے تھے ان کو لوگ اللہ والے سمجھ کر ہمیشہ ان کے ساتھ تعظیم کا معاملہ کرتے تھے۔ قیاماً للناس سے ان کا یہ خاص اعزاز مراد ہے۔

امام رازیؒ کے حوالہ سے مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ان سب اقوال میں کوئی اختلاف نہیں لفظ قیاماً للناس کے مفہوم میں یہ سب چیزیں داخل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو سب لوگوں کے بقاء و قیام اور معاش و معاد کی صلاح و فلاح کا ذریعہ بنایا ہے، اور اہل عرب اور اہل مکہ کو خصوصیت کے ساتھ اس کی برکات ظاہرہ اور باطنہ سے نوازا ہے (۱۱۲)۔

صاحب انوار القرآن نے یہی مطلب بیان فرمایا لیکن امام رازیؒ کے حوالہ سے نہیں (۱۱۳)۔

صاحب المنار فرماتے ہیں کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے القیام کی تفسیر قیاماً لדיنہم اور معالم لحجہم سے کی ہے۔ اور فرمایا کہ ابن عباس کی دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ قیامہا ان یأمن توجہ الیہا۔ اور فرمایا ہے کہ سعید بن جبیر سے قیاماً للناس کی تفسیر میں تین اقوال ہیں۔ صلاحاً لדיنہم ☆ شدة لדיنہم ☆ عصمة فی امر دینہم۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم ابن زید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ کان الناس فیہم ملوک یدفع بعضهم عن بعض لم یکن فی العرب ملوک یدفع بعضهم عن بعض فجعل اللہ لہم البیت الحرام قیاماً یدفع بعضهم عن بعض مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں کی حکومتیں تھیں جو لوگوں کا تحفظ کرتی تھیں۔ اور اس وقت عرب میں حکومت نہیں تھی کہ وہ لوگوں کا تحفظ کرتی تو اللہ تعالیٰ نے البیت الحرام کو قیاماً بتایا تاکہ اس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو تحفظ حاصل ہو۔

ابن ابی حاتم ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جعل اللہ البیت

الحرام والشهر الحرام قیاما للناس یأمنون به فی الجاهلیة الاولى لا یخاف بعضهم بعضا حین یلقونهم عند البیت اوفی الحرام اوفی الشهر الحرام، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیت حرام کو قیاما للناس بنایا اس کی وجہ سے پہلے زمانہ جاہلیت کے لوگ مامون رہتے تھے ان میں سے بعض بعض سے بیت الحرام میں ملتے تھے تو نہیں ڈرتے تھے (۱۱۴)۔

مفتی محمد عبدہ فرماتے ہیں کہ مختاریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اشیاء (یعنی البیت الحرام، الہدی اور القلائد) تکوینی اور تشریحی کو قیاما للناس بنایا ہے اور تکوینی و تشریحی عام ہے چاہے مصالح دینی ہو یا مصالح دنیوی اور یہ دونوں زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں شامل ہے، لیکن ان دونوں کی ہر ایک زمانہ میں ایک مخصوص صورت تھی، زمانہ جاہلیت میں تکوینی اظہر اور تشریحی اخفی تھی، اور عہد اسلام میں تشریحی اظہر تھی (۱۱۵)۔

احقر کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ مفتی محمد عبدہ نے ابن شہاب کی روایت ذکر کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بیت الحرام کو قیاما للناس بنایا پہلے زمانہ جاہلیت میں، یعنی زمانہ جاہلیت میں بیت الحرام کا اس طرح احترام کرتے تھے جیسے آج کرتے ہیں۔ لہذا اس کو مصالح دینی اور دنیوی اور زمانہ جاہلیت میں تکوینی اظہر اور تشریحی اخفی اور زمانہ اسلام میں تشریحی اظہر تھی یہ تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب امام رازی کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے بقاء و قیام اور معاش و معاد کی صلاح و فلاح کا ذریعہ بنایا ہے یہ ہر زمانہ کے لیے ہے کسی زمانہ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ میری رائے میں مفتی صاحب نے امام رازی کے حوالہ سے جو لکھا ہے وہ تفسیر سب سے زیادہ متوازن ہے۔

### زمانہ جاہلیت کی بعض خرافات:

ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب ☆ واكثرهم لا يعقلون (۱۱۶)۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ آیت کی تفسیر و اذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا



علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا (۱۱۷) سے کی ہے (۱۱۸)۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی معارف القرآن میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے ترجمہ شیخ الہند کے حاشیہ میں، مولانا اشرف علی تھانوی بیان القرآن میں، مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں بلکہ بیسویں صدی کے تمام مفسرین نے فرمایا ہے کہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام یہ سب زمانہ جاہلیت کے رسوم ہیں اس میں سب کا اتفاق ہے البتہ اس کے معنی و تشریح میں مفسرین کے نزدیک بڑا اختلاف ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۱۹)، مولانا ادریس کاندھلوی (۱۲۰) اور مفتی محمد شفیع صاحب (۱۲۱) نے سعید بن المسیب کی تفسیر صحیح بخاری شریف سے نقل کی ہے کہ:

بحیرہ: جس جانور کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے، کوئی اپنے کام میں نہ لاتا تھا۔  
سائبہ: جو جانور بتوں کے نام پر (ہمارے زمانہ کے سانڈ کی طرح) چھوڑ دیا جاتا تھا۔  
حام: نراونٹ جو ایک خاص عدد سے جنتی کر چکا ہو، اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔  
وصیلہ: جو اونٹنی مسلسل مادہ بچہ جنے درمیان میں نر بچہ پیدا نہ ہوا سے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔  
مولانا شبیر احمد عثمانی نے یہی تشریح کی ہے (۱۲۲)۔  
مولانا نعمت اللہ نے یہی تشریح کی ہے (۱۲۳)۔

محمد محمود حجازی نے یہی تفسیر لکھی ہے علاوہ وصیلہ کے وصیلہ کی تشریح انہوں نے یہ کی ہے کہ جو جانور (یعنی بکری، گائے وغیرہ) نر بچہ جنتی تو کہتے یہ ہمارے بتوں کے لیے اور اگر مادہ جنتی تو کہتے یہ ہمارے لیے اور اگر نر و مادہ دونوں جنتی تو کہتے کہ اس کا بھائی پہنچ گیا اور اس کو بتوں کے نام پر ذبح نہ کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اس کی تفسیر اور بھی کی گئی ہے (۱۲۴)۔

صاحب المنار نے یہی تفسیر لکھی ہے علاوہ البحیرہ کے۔ البحیرہ کی تشریح انہوں نے یہ کی ہے کہ جس وقت اونٹنی پانچ پیٹ جنتی پانچواں اگر نر ہوتا (بعض نے فرمایا دس جنتی اور دسواں اگر نر ہوتا) تو کان چیرتے اور سواری اور بوجھ لا دنا اور بال کترنا منع کرتے اس کو البحیرہ کہتے تھے (۱۲۵)۔

ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک لفظ کا اطلاق مختلف صورتوں پر ہوتا ہو۔ واللہ اعلم۔

## روح قبض کرنے سے متعلق:

وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة حتى اذا جاء احدكم الموت

توفته رسلنا وهم لا يفرطون (۱۲۶)۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ بالا آیت میں ویرسل علیکم حفظة کی تفسیر و

ان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون (۱۲۷) سے اور وہم لا یفرطون

کی تفسیر لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون (۱۲۸) سے کی ہے (۱۲۹)۔

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب بندوں پر ایک قوت قاہرہ رکھی ہے، جب

تک اس کو ان کا زندہ رکھنا منظور ہوتا ہے تو حفاظت کرنے والے فرشتے ان کی حفاظت کے لیے بھیج دیتا

ہے، کسی کی مجال نہیں جو اس کو نقصان پہنچائے اور جب کسی بندہ کا مقررہ وقت عمر کا پورا ہو جاتا ہے تو یہی

حفاظت کرنے والے فرشتے اس کی موت کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور اس کی موت کے اسباب فراہم کرنے

میں ذرا کمی نہیں کرتے (۱۳۰)۔

مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ جب تم میں کسی کو موت آ پہنچی ہے تو اس وقت اس کی روح

ہمارے دوسرے بھیجے ہوئے فرشتے جو اس کام کے لیے مقرر ہیں قبض کر لیتے ہیں اور وہ ہمارے احکام بجا

آوری میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے (۱۳۱)۔

محمد محمود حجازی فرماتے ہیں ملک الموت اور اس کے اعوان اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ یعنی ملک

الموت روح قبض نہیں کرتے بلکہ اس کی حفاظت کرنے والے فرشتے اور ملک الموت مل کر اس کی روح قبض

کرتے ہیں (۱۳۲)۔

صاحب المنار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کی حفاظت کرنے کے لیے فرشتے بھیج دیتے ہیں۔

جب کسی کی حیات پوری ہوتی ہے، تو وہی فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ ملک الموت کے اعوان

ہیں اور دلیل میں یہ آیت پیش کی قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون (۱۳۳)۔ پھر ابن جریر ابوالشیخ وعن الربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ ملک الموت ایک ہے جو روح قبض کرتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ روح قبض کرنے کا حکم ملا ان اعدوان کو جو ان پر محافظ ہیں پھر آیت متذکرہ یعنی قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون دلیل میں پیش کی۔ ابراہیم النخعی، مجاہد، قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ اعدوان جسم سے روح قبض کرتے ہیں پھر ملک الموت کو دیتے ہیں ہر ایک ان میں سے ملک الموت ہے، امام نخعی الکلی سے روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت روح قبض کرتے ہیں پھر اعدوان کو دیتے ہیں اگر میت مؤمن ہے تو رحمت کے فرشتے کو دیتے ہیں اور اگر میت کافر ہے تو عذاب کے فرشتے کو دیتے ہیں وہ فرشتے اللہ تعالیٰ اس کو جہاں لے جانے کا حکم دیتے ہیں اس روح کو وہاں لے جاتے ہیں۔

مفتی محمد عبدہ فرماتے ہیں آیت میں موت کو (یعنی اللہ تعالیٰ روح کو قبض کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی طرف (۱۳۴) نسبت کی، یا تو اللہ تعالیٰ روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت اور اس کے اعدوان کو ایک ساتھ حکم دیتا ہے، یا اللہ تعالیٰ فاعل حقیقی اور ملک الموت اور اس کے اعدوان اللہ کے حکم کے تابع، جیسا حکم ہوتا ہے ویسا عمل کرتے ہیں (۱۳۵)۔

احقر کا خیال ہے کہ آیت متذکرہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت کے اعدوان روح قبض کرتے ہیں۔ آپ التفسیر الکبیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس میں بحث ہے کہ بعض آیت جیسے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمى ان فی ذلک لآیت لقوم یتفکرون (۱۳۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود روح قبض کرتے ہیں۔ اور دوسری آیت جیسے قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم (۱۳۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت روح قبض کرتے ہیں اور بعض آیت جیسے اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا (۱۳۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت کے اعدوان روح قبض کرتے ہیں ان آیات میں بظاہر تناقض ہے، جواب یہ ہے کہ حقیقت میں موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے اور ملک الموت روح قبض کرنے کے معاملہ میں سردار ہیں اور ان کے کچھ خدام ہیں، ملک الموت ان خدام کو حکم دیتے ہیں کہ جسم سے

روح کو حلقوم تک لاؤ جب وہ خدا م حلقوم تک لاتے ہیں ملک الموت حلقوم سے روح کو قبض کر لیتے ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

### نزولِ توریت اور گوسالہ پرستی سے متعلق:

قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم والقی الواح واخذ برأس اخیه یجره الیه (۱۳۹)۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے مذکورہ آیت میں قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم کی تفسیر لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (۱۴۰) سے کی ہے (۱۴۱)۔ جب موسیٰ علیہ السلام تورات حاصل کرنے کے لیے کوہ طور پر معتکف ہوئے اور شروع میں تیس دن رات کے اعتکاف کا حکم تھا اور اس کے مطابق اپنی قوم سے کہہ گئے تھے کہ تیس دن بعد لوٹیں گے، وہاں حق تعالیٰ نے اس پر دس روز کی میعاد اور بڑھادی تو اسرائیلی قوم جس کی جلد بازی اور کج روی پہلے سے معروف تھی۔ اس وقت بھی طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ ان کی قوم میں ایک شخص سامری نامی تھا۔ جو اپنی قوم میں بڑا اور چودھری مانا جاتا تھا، مگر کچے عقیدہ کا آدمی تھا اس نے موقع پا کر یہ حرکت کی کہ بنی اسرائیل کے پاس کچھ زیورات قوم فرعون کے لوگوں کے رہ گئے تھے ان سے کہا کہ یہ زیورات تم نے قبطنی لوگوں سے مستعار طور پر لیے تھے اب تو وہ سب غرق ہو گئے اور زیورات تمہارے پاس رہ گئے، یہ تمہارے لیے حلال نہیں، کیوں کہ کفار سے جنگ کے وقت حاصل شدہ مال غنیمت بھی اس زمانہ میں مسلمانوں کے لیے حلال نہیں تھا، بنی اسرائیل نے اس کے کہنے کے مطابق سب زیورات لا کر اس کے پاس جمع کر دیے، اس پر سونے چاندی سے ایک پتھرے یا گائے کا مجسمہ بنایا، اور جبریل امین کے گھوڑے کے سم کے نیچے کی مٹی جو اس نے کہیں پہلے سے جمع کر رکھی تھی اس مٹی میں اللہ تعالیٰ نے حیات و زندگی کا خاصہ رکھا تھا، اس نے سونے چاندی آگ پر پکھلانے کے وقت یہ مٹی اس میں شامل کر دی اس کا یہ اثر ہوا کہ اس گائے کے مجسمہ میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس کے اندر سے گائے کی سی آواز نکلنے لگی، اس جگہ آیت میں عجلا کی تفسیر جسدالہ خوار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔

سامری کی یہ حیرت انگیز شیطانی ایجاد سامنے آئی تو اس نے بنی اسرائیل کو اس کفر کی دعوت دینا شروع کر دی کہ یہی خدا ہے بنی اسرائیل میں اس کی بات پہلے سے مانی جاتی تھی اور اس وقت تو یہ شعبہ بھی اس نے دکھلادیا تو اور بھی معتقد ہو گئے اور اس گائے کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت میں لگ گئے۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو ہر طور سے تورات لے کر واپس آئے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا دیکھا تو پہلے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بئسما خلفتمونی من بعدی یعنی تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی ہے۔ اعجلتم امر ربکم کیا تم نے اپنے رب کا حکم آنے سے جلد بازی کی، یعنی اللہ کی کتاب تورات کے آنے کا انتظار تو کر لیتے تم نے اس سے جلد بازی کر کے یہ گمراہی اختیار کر لی۔

اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کو اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے انہوں نے اس گمراہی سے ان لوگوں کو کیوں نہیں روکا، ان کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لیے ہاتھ خالی کرنے کی فکر ہوئی تو تورات کے تختیاں جو ہاتھ میں لیے ہوئے تھے جلدی سے رکھ دیں۔ اور اس خیال پر کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے فرائض قائم مقامی میں کوتاہی کی ہے ان کے سر کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے، تو حضرت ہارون نے عرض کیا کہ میرا قصور نہیں قوم نے میرا کوئی اثر نہ لیا اور میری بات نہ سنی بلکہ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر ڈالتے اس لیے آپ میرے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے میرے دشمن خوش ہوں اور آپ مجھے ان گمراہوں کے ساتھ نہ سمجھیں۔

تمام مفسرین نے یہی مذکورہ واقعہ کو بیان کیا اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، صرف آیت متذکرہ میں لفظ والقی الالواح کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ (والقی الالواح) القاء کے لغوی معنی ڈال دینے کے ہیں اور الواح لوح کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تختی، یہاں لفظ القاء سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ کی حالت میں تورات کی تختیوں کی بے ادبی کی کہ ان کو ڈال دیا۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ الواح تورات کو بے ادبی کے ساتھ ڈال دینا گناہ عظیم ہے اور انبیاء علیہم السلام سب گناہوں سے معصوم ہیں۔ اس لیے مراد آیت کی یہی ہے کہ اصل مقصود حضرت ہارون علیہ السلام کو

پکڑنے کے لیے اپنا ہاتھ خالی کرنا تھا اور غصہ کی حالت میں جلدی سے ان کو رکھا، جس سے دیکھنے والے یہ سمجھے کہ ڈال دیا، اس کو قرآن کریم نے بطور تنبیہ کے ڈالنے کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے (۱۴۲):

صاحب انوار القرآن نے فرمایا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لیے ہاتھوں کو خالی کرنا چاہا۔ جلدی میں تورات کی تختیاں ایک طرف رکھ دیں جس کو القی الالواح سے تعبیر فرمایا (۱۴۳)۔

صاحب المنار فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تختیاں پھینک دیں، لیکن یہ پھینک دینا اہانت کی وجہ سے نہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا القاء کیا تھا، مفتی محمد عبدہ کا مطلب یہ ہے کہ تختیاں کی اہانت نہیں کی (۱۴۴)۔

احقر کا خیال یہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد عبدہ نے لفظ القاء کی جو تفسیر کی آیت متذکرہ میں یہ دونوں ممکن ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

### غزوہ بدر سے متعلق:

فلما ترأت الفئتن نکص علی عقبیہ وقال انی بریء منکم انی اری مالا ترون انی اخاف اللہ واللہ شدید العقاب (۱۴۵)۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ آیت کی تفسیر فارسلنا علیہم ریحاً وجنوداً لم تروها (۱۴۶) سے کی ہے (۱۴۷)۔

سورہ انفال میں شروع سے غزوہ بدر میں پیش آنے والے واقعات اور حالات کا اور ان سے حاصل ہونے والی نصائح اور عبرتوں کا اور متعلق احکام کا بیان چل رہا ہے۔

قریش مکہ کو شیطان نے فریب دے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر ابھارا اور پھر عین میدان جنگ میں ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گیا یہ واقعہ متذکرہ بالا آیت میں مذکور ہے۔

صاحب التفسیر الواضح مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ادریس کاندھلوی اور مولانا نعمت اللہ اور مفتی محمد شفیع صاحب آیت متذکرہ بالا میں مذکورہ واقعہ سے متعلق لکھتے ہیں:

جب قریش مکہ کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے مکہ سے نکلا تو ان کے دلوں پر ایک خطرہ اس کا سوار تھا کہ ہمارے قریب میں قبیلہ بنو بکر بھی ہمارا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ پر جائیں اور یہ دشمن قبیلہ موقع پا کر ہمارے گھروں اور عورتوں بچوں پر چھاپہ مار دے۔ اچانک شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں اس طرح سامنے آیا کہ اس کے ہاتھ میں جھنڈا اور اس کے ساتھ ایک دستہ بہادر فوج کا ہے، اس نے آگے بڑھ کر قریشی جوانوں کے لشکر سے خطاب کیا اور دو طرح سے فریب میں مبتلا کیا، پہلا یہ کہ لا غالب لکم الیوم من الناس مطلب یہ تھا کہ مجھے تمہارے مقابل فریق کی قوت کا بھی اندازہ ہے اور تمہاری قوت و کثرت کو بھی دیکھ رہا ہوں اس لیے تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم بے فکر ہو کر آگے بڑھو تم ہی غالب رہو گے کوئی تمہارے مقابلہ پر غالب آنے والا نہیں۔

دوسرے یہ کہ انی جار لکم یعنی تمہیں جو بنی بکر وغیرہ سے خطرہ لگا ہوا ہے کہ وہ تمہارے پیچھے مکہ پر چڑھ دوڑیں گے کہ ایسا نہ ہو گا میں تمہارا حامی ہوں اس کی میں ذمہ داری لیتا ہوں چونکہ سراقہ بن مالک قبیلہ بنو بکر کا سردار تھا اور اس کی بڑی شخصیت اور اثر و رسوخ سے پہلے سے قریش واقف تھے، اس لیے اس کی بات سن کر ان کے دل جم گئے، اور قبیلہ بنی بکر کے خطرہ سے بے فکر ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے۔

جب مشرکین مکہ اور مسلمانوں کی دونوں جماعتیں غزوہ بدر میں آمنے سامنے ہوئیں، تو شیطان پچھلے پاؤں لوٹ گیا، غزوہ بدر میں چونکہ مشرکین مکہ کی پیٹھ پر ایک شیطان لشکر بھی آگیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں فرشتوں کا لشکر جبریل و میکائیل کی قیادت میں بھیج دیا۔ شیطان اس وقت بشکل انسانی سراقہ بن مالک کی صورت میں اپنے شیطانی لشکر کی قیادت کر رہا تھا، جب جبریل امین اور ان کے ساتھ فرشتوں کا لشکر دیکھا تو گھبرا اٹھا، اس وقت اس کا ہاتھ ایک قریشی جوان حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا فوراً اس سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگنا چاہا، حارث نے ٹوکا کہ یہ کیا کرتے ہو تو اس کے سینہ پر مار کر گرادیا، حارث نے اس کو سراقہ سمجھتے ہوئے کہا کہ اے عرب کے سردار تو نے تو یہ کہا تھا کہ میں تمہارا حامی اور مددگار ہوں اور عین میدان جنگ میں یہ حرکت کر رہے ہو، تو شیطان نے بشکل سراقہ جواب دیا، انی بریء

منکم انی اری مالاترون انی اخاف الله (۱۴۸)۔

شیطان کی پسپائی کے بعد ان مشرکین کا جو حشر ہونا تھا ہو گیا۔ پھر جب یہ لوگ مکہ واپس آئے اور ان میں سے کسی کی ملاقات سراقہ بن مالک سے ہوئی تو اس نے سراقہ کو ملامت کی کہ جنگ بدر میں ہماری شکست اور سارے نقصان کی ذمہ داری تجھ پر ہے تو نے عین میدان جنگ میں پسپا ہو کر ہمارے جوانوں کی ہمت توڑ دی، اس نے کہا کہ میں نہ تمہارے ساتھ گیا نہ تمہارے کسی کام میں شریک ہوا۔ میں نے تو تمہاری شکست کی خبر بھی تمہارے مکہ پہنچنے کے بعد سنی (۱۴۹)۔

صاحب المنار نے متذکرہ بالا مطلب قال ابن اسحاق حدثنی الکلمی عن ابی صالح عن ابن عباس کی روایت اور علی بن ابی طلحہ کی روایت سے بیان کیا لیکن عبدہ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت میں یہ آیا کہ شیطان بنی مدلج کے ایک آدمی کی صورت میں آیا تھا (یعنی پہلی روایت میں سراقہ بن مالک کی صورت کا ذکر تھا اور اس روایت میں بنی مدلج کے ایک آدمی کی صورت کا ذکر ہے) اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایک مٹھی مٹی مشرکین کی طرف پھینک دی اس سبب سے مشرکین کو شکست ہوئی۔

عبدہ فرماتے ہیں کہ تفسیر میں ابن عباس سے الکلمی کی روایت اور روایات سے زیادہ ضعیف ہے جیسے محدثین نے فرمایا ہے اور علی بن ابی طلحہ کی روایت اور روایات سے زیادہ صحیح ہے لیکن علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا بلکہ مجاہد یا سعید ابن جبیر سے لی ہے اور ان دونوں حضرات کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن غزوہ بدر کے دن ابن عباس کی عمر پانچ سال تھی اس لیے یہ اسرائیلیات میں سے ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں (۱۵۰)۔

عبدہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مختار وہ ہے کہ جو ابن جریر نے حضرت ابن عباس اور حسن بصریؒ سے روایت کی ہے (۱۵۱)۔ اور وہ یہ ہے کہ شیطان اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں ظاہر ہوا اور مشرکین کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ آج کوئی تمہارے مقابلہ میں غالب نہیں رہے گا بلکہ تم غالب رہو گے، پھر جب فرشتوں کو دیکھا تو بھاگا اور کہا کہ انی اری مالاترون (۱۵۲)۔

ناچیز کی رائے میں مفتی محمد عبدہ کا یہ فرمانا کہ غزوہ بدر کے موقع پر کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس



کی عمر صرف پانچ سال تھی اس وجہ سے یہ جنگ تفصیل اور فرشتوں و شیطان سے متعلق حکایت محض اسرائیلی یہ کسی طرح درست نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جو واقعہ بنی اسرائیل سے متعلق یا زمانہ نبویؑ سے قبل کا ہو اور اس کے راوی یہودی یا عیسائی ہوں تو اس کو ہی اسرائیلیات میں شمار کیا جائے گا۔ جب کہ یہ واقعہ دور نبویؑ کا ہے۔ لہذا اسرائیلیات میں نہیں ہو سکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء دیوبند (اور عام خفیہ محدثین) میں محققین کی یہ رائے ہے کہ اگر پانچ سال کی عمر میں بچہ میں تمیز پیدا ہو گئی ہو اور وہ واقعہ کو پوری طرح یاد رکھ کر بیان کر سکتا ہو تو اس کی یہ روایت بھی معتبر ہوگی لہذا مفتی محمد عبدہ کا فرمانا اس ناچیز کے نزدیک پوری طرح درست نہیں۔

**یہودیوں کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کج بخشی:**

واذ قلتم ی موسیٰ لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فاخذتكم الصعقة وانتم تنظرون ثم بعثناكم من بعد موتكم لعلکم تشکرون (۱۵۳)۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ بالا آیت کے جزء ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون کی تفسیر فاخذتہم الرجفة قال رب لوشئت اهلکتہم من قبل وایای اتہلکنا بما فعل السفہاء منها (۱۵۴) سے کی ہے (۱۵۵)۔

متذکرہ بالا آیت کا قصہ اس طرح ہوا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے توریت لا کر پیش کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، تو بعض گستاخ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دے کہ یہ ہماری کتاب ہے، تو بے شک ہم کو یقین آجائے گا، موسیٰ علیہ السلام نے باذن الہی فرمایا کہ کوہ طور پر چلو، یہ بات بھی ہو جائے گی۔ بنی اسرائیل نے اس کام کے لیے ستر آدمی (۱۵۶) منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر روانہ کر دیے وہاں پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود سنا، تو اس وقت سرکشی کا مظاہرہ کرنے اور کہنے لگے کہ ہم کو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی، نہ معلوم کون بول رہا ہوگا۔ اگر خدا کو دیکھ لیں تو بے شک مان لیں گے چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا۔ اس لیے اس گستاخی پر

ان پر بجلی آپڑی۔ اور سب ہلاک ہو گئے۔ ہلاکت کے متعلق ذکر کردہ آیت میں ہی آگے بیان ہے۔ ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون۔

متذکرہ بالا آیت کی تفسیر میں خاص کر لفظ ”بعثناکم“ زیر بحث ہے۔

بیسویں صدی کے مفسرین دارالعلوم دیوبند (۱۵۷) اور جامعہ ازہر کے مفسرین میں سے، محمد محمود حجازی (۱۵۸) نے فرمایا ہے کہ لفظ موت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مر گئے تھے۔ اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا قصہ یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بنی اسرائیل یوں ہی بدگمان رہتے ہیں۔ اب وہ یہ سمجھیں گے کہ میں نے ان کو کہیں لے جا کر کسی تدبیر سے ان کا کام تمام کر دیا ہوگا۔ مجھ کو اس تہمت سے محفوظ رکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو پھر زندہ کر دیا۔ (۱۵۹)

صاحب المنار نے فرمایا کہ ان لوگوں کو دوبارہ زندہ نہیں کیا گیا بلکہ یہاں ”بعث“ سے مراد اولاد کثیر ہے (۱۶۰)۔ موصوف کا یہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

قال رب لو شئت اهلکتهم من قبل وایای (۱۶۱) بولے اے رب اگر تو چاہتا تو پہلے ہی ہلاک کر دیتا ان کو اور مجھ کو، مطلب یہ تھا کہ خداوند! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا ہے تو ان سب کو بلکہ ان کے ساتھ مجھ کو بھی کہ میں ہی انہیں لے کر آیا یہاں، بلانے اور کلام سنانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا کسی کی کیا مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا۔ بلکہ مجھے لانے کی اور ان کو کلام الہی سننے کے لیے یہاں آنے کی اجازت دی، تو یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ اپنے یہاں بلا کر محض بعض بیوقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دینا چاہیں یقیناً یہ رجفہ و صاعقہ کا منظر سب آپ کی طرف سے ہم سب کی آزمائش و امتحان ہے۔ آپ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے در گذر فرمائیں۔ اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی خطاؤں اور غلطیوں کا شکار نہ ہونے دیں اور ان ستر آدمیوں کو زندہ کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا پر وہ لوگ بخشے گئے اور خدا نے ان کو از سر نو زندگی مرحمت فرمائی۔ (۱۶۲) اور انہیں زندہ کر کے اٹھادیا گیا کما قال تعالیٰ ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ صاحب المنار نے کوئی دلیل نہیں دی ہے کہ یہاں ”بعث“ سے مراد اولاد کثیر کیوں ہے، اس لیے یہ ناچیز بیسویں صدی کے مفسرین دارالعلوم دیوبند اور جامعہ ازہر مصر کے مفسرین میں سے محمد محمود حجازی کی رائے کو زیادہ مناسب سمجھتا ہے، (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

**وادی میہ کے بعد شہر میں داخلہ کی اجازت اور سرکشی:**

واذ قلنا ادخلوا هذه القرية فكلوا منها حيث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لكم خطيكم (۱۶۳) سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۵ ارض مقدسہ سے کون شہر مراد ہے۔ اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔

مولانا ابوالوفاء، ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ بالا آیت میں جملہ واذ قلنا ادخلوا هذه القرية کی تفسیر التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین (۱۶۳) سے فکلوا منها حيث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا کی تفسیر واذا قرأ علیہم القرآن لا یسجدون (۱۶۵) سے وقولوا حطة کی تفسیر وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مؤمنین (۱۶۶) سے اور نغفر لکم خطيکم وسنزید المحسنین کی تفسیر ولدینا مزید (۱۶۷) سے کی ہے، (۱۶۸)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کو جس شہر میں داخل ہونے کا حکم ہوا اس کا نام اریحا تھا اور بعض نے بیت المقدس فرمایا ہے۔ (۱۶۹)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے صرف یہ فرمایا ہے کہ مفسرین نے اس حکم کو اس شہر کے متعلق سمجھا ہے جس پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تھا اور وادی میہ سے نکلنے کے بعد اس شہر کے فتح کرنے کے لیے مؤمنین نے اللہ کی ہدایت کے مطابق جہاد کیا جس کے نتیجے میں وہ شہر فتح ہوا۔ (۱۷۰)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تفسیر ثنائی میں فرمایا کہ بنی اسرائیل کو جس شہر میں جانے کا حکم ہوا تھا وہ شہر بیت المقدس تھا (۱۷۱) اور تفسیر القرآن بکلام الدین میں بھی مولانا نے بیت المقدس لکھا ہے، (۱۷۲)

تفسیر المنار میں علامہ سید رشید رضا مصری نے فرمایا کہ شہر سے مراد ”المدينة“ ہے پھر فرمایا کہ

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ قرآن کریم شہر کی تعین سے خاموش ہے اس لیے ہمیں خاموش رہنا چاہیے۔ (۱۷۳)  
تفسیر الواضح میں محمد محمود حجازی نے فرمایا کہ شہر سے مراد بیت المقدس ہے یا اس کے قریب کوئی شہر ہے۔ (۱۷۴)

صاحب تفسیر تقریر القرآن نے فرمایا ہے کہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ وہ شہر اریحا تھا، بعض نے ایلیا بتلادیا ہے۔ (۱۷۵)

حضرت مولانا شفیع نے ابن کثیر کے حوالے سے فرمایا ہے کہ شہر سے مراد کون سا شہر تھا، اس میں مفسرین کے اقوال بظاہر متعارض ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ بیت المقدس ہے۔ بعض نے شہر اریحا کو جو نہر اردن اور بیت المقدس کے درمیان دنیا کا قدیم ترین شہر تھا اور آج تک موجود ہے، بعض روایات میں ہے کہ اس شہر کے ایک ہزار حصے (وارڈ) تھے۔ اور ہر حصہ میں ایک ہزار باغ تھے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارض مقدسہ سے مراد دمشق، فلسطین اور بعض کے نزدیک اردن ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ ملک شام پورا ارض مقدس ہے۔ کعب احبار نے فرمایا کہ میں نے اللہ کی کتاب (غالباً تورات) میں دیکھا ہے کہ ملک شام پوری زمین میں اللہ کا خاص خزانہ ہے اور اس میں اللہ کے مخصوص مقبول بندے ہیں، اس زمین کو مقدس اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا وطن اور مستقر رہا ہے، بعض روایات میں ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام لبنان کے پہاڑ پر چڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم یہاں سے آپ نظر ڈالو، جہاں تک آپ کی نظر پہونچے گی ہم اس کو ارض مقدس بنادیا۔ اور صاف بات یہ ہے کہ ان اقوال میں تعارض کچھ نہیں۔ پورا ملک شام آخری روایات کے مطابق ارض مقدس ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بعض حضرات نے ملک شام کے کسی حصہ کو بیان کر دیا، کسی نے پورے کو۔ ناچیز یہ سمجھتا ہے کہ مفتی محمد شفیع نے جو فرمایا ہے وہ زیادہ جامع اور تمام اختلافات کو ختم کرنے والا ہے لہذا میری رائے میں اسے قبول عام حاصل ہونا چاہیے۔ (۱۷۶)

فبدل الذين ظلموا قولا غير الذي قيل لهم فانزلنا على الذين ظلموا رجزا من السماء بما كانوا يفسقون۔ (۱۷۷) جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل بحکم الہی مصر سے

شام کو چلے جنگل میں ان کے خیمے پھٹ گئے۔ اور گرمی آفتاب کی ہوتی تو تمام دن ابر رہتا اور اناج نہ رہا تو من وسلوی کھانے کے لیے اترتا۔ جب من وسلوی کھاتے کھاتے اور جنگل مذکورہ بالا میں پھرتے پھرتے تنگ آ گئے تو بنی اسرائیل کو ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم ہوا کہ اس شہر کے دروازہ میں سے سجدہ شکر کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ (سجدا) (وقولوا حطة) اور زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جاؤ، جو یہ دونوں باتیں کرے گا اس کی خطائیں ہم معاف کر دیں گے اور نیک بندوں کے لیے ثواب بڑھا دیں گے، ظالموں نے تبدیلی یہ کی کہ بجائے حطة براہ تمسخر حنطة کہنے لگے اور سجدہ کی جگہ اپنے سرینوں پر چلنا شروع کیا تو ان پر عذاب پڑا اور بہت آدمی فنا ہو گئے وہ عذاب کیا تھا اور کتنے آدمی ہلاک ہوئے اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ (۱۷۸)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، (۱۷۹) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، (۱۸۰) مولانا ادریس کاندھلوی، (۱۸۱) مفتی عزیز الرحمن (۱۸۲) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فرمایا کہ وہ عذاب طاعون تھا۔ (۱۸۳)

صاحب المنار نے فرمایا کہ ان بنی اسرائیل پر جو عذاب آیا تھا وہ طاعون متعین نہیں کیوں کہ قرآن میں اس کی کوئی صراحت نہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے: (۱۸۴)

التفسير الواضح میں محمد محمود حجازی نے فرمایا کہ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا یعنی انہوں نے طاعون مخصوص نہیں فرمایا۔ (۱۸۵) مفتی محمد عبدہ اور محمد محمود حجازی کی بات درست معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ قرآن میں کوئی صریح بیان مذکور نہیں ہے اس لیے طاعون کو مخصوص کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہم ہر چیز کو قرآن میں سے لینا چاہیں تو ہمیں نہیں ملے گی، اس لیے حدیث کی مدد لینا ضروری ہے اس سلسلہ میں حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ عَن اسامة بن زيد ان النبي ﷺ ذكر الطاعون فقال بقية رجزا عذاب ارسل على طائفة من بنى اسرائيل فاذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها والا وقع بارض ويسلم بها فلا تهبطوا عليها۔ (۱۸۶)

علی طائفة من بنی اسرائیل کی تشریح ترمذی شریف کے حاشیہ میں یہ مذکور ہے کہ ہم الذین امرهم الله تعالى ان يدخلوا الباب سجدا فخالفوا قال تعالى فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء قیل ارسل الله علیهم الطاعون فمات منهم فی ساعة اربعة وعشرون الفا۔ (۱۸۷) یعنی رجز اطاعون بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا تھا اگر تم سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر وہاں ہو تو بھاگو مت۔ اور علی طائفة کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک شہر میں سجدہ کرتے ہوئے اور گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا تھا لیکن انہوں نے حکم الہی پر عمل نہیں کیا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا بعض نے فرمایا ان پر طاعون بھیجا گیا تھا پس اس عذاب سے ایک وقت میں چوبیس ہزار یہود ہلاک ہو گئے، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب طاعون تھا۔

متذکرہ بالا روایت سے احقر کا خیال یہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ اور محمد محمود حجازی کی رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی محمد شفیع، مولانا ادریس کاندھلوی، مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری صاحب جلالین، مولانا ثناء اللہ امرتسری کی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے احقر ان حضرات مفسرین کی رائے کو زیادہ مناسب اور احادیث و تاریخ کے مطابق ہونے کی وجہ سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس عذاب میں کتنے آدمی فنا ہوئے، اس سلسلہ میں مفتی محمد شفیع صاحب نے تفسیر قرطبی کے حوالہ سے فرمایا کہ بعضوں نے فرمایا ہے کہ ستر ہزار یہودی افراد ہلاک ہو گئے۔ (۱۸۸) ناچیز نے تفسیر قرطبی کا مطالعہ کیا لیکن ستر ہزار افراد کی تعداد نہیں ملی، ہو سکتا ہے کہ حوالہ دینے میں حضرت مفتی صاحب سے چوک ہو گئی ہو۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی نے نسائی شریف کے حوالہ سے فرمایا کہ ستر ہزار یہود ہلاک ہو گئے۔ (۱۸۹) یہ ناچیز نے نسائی شریف کا مطالعہ کیا ہے لیکن تعداد نہیں ملی اس لیے حوالہ دینے میں مولانا موصوف سے یہ بھی چوک ہو گئی۔

محمد محمود حجازی نے فرمایا کہ ستر ہزار یہود ہلاک ہو گئے، لیکن یہ ستر ہزار کی تعداد موصوف کو کسی

حدیث یا اقوال صحابہ یا مفسرین کے حوالہ سے ملی ہے یہ نہیں فرمایا۔ (۱۹۰)

اس سلسلہ میں ناچیز کا خیال یہ ہے کہ جب کسی صحیح حدیث سے ستر ہزار کی تعداد کا پتہ نہیں چلا تو مذکورہ بالا تعداد کی تخصیص کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے بجائے ترمذی شریف کی روایت میں چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) کی تعداد کا ذکر ہے اس لیے اس تعداد کو ہی اختیار کرنا چاہیے۔۔ (واللہ اعلم)

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے متذکرہ بالا آیت کے جزء فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قبیل لهم کی تفسیر انا لن ندخلها ابدا ماداموا فیها فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون (۱۹۱) سے اور فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما كانوا یفسدون۔ کی تفسیر قال فانها محرمة علیهم اربعین سنة یتیهون فی الارض فلا تأس علی القوم الفسقین (۱۹۲) سے کی ہے۔ (۱۹۳)

## نسخ آیات کی بحث:

ماننسخ من آية او ننسها نأت بخیر منها او مثلها، الم تعلم ان الله على كل شىء قدير (۱۹۴) واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ نازل نہیں ہوا، موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں۔ ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے۔ پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آ جاتا تھا مثلاً ابتداء میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اجازت دی گئی، یا ابتداء میں حکم تھا۔ قم اللیل الا قلیلا نصفہ (۱۹۵) تھوڑی مدت کے بعد یہ سہولت پیدا کرنے کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں۔ علم ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقروا ما تیسر من القرآن“ (۱۹۶) ابتداء میں خانہ کعبہ قبلہ تھا کچھ مدت بعد بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم ہوا، (۱۹۷) چونکہ آپ کا اصلی قبلہ خانہ کعبہ تھا اور سب قبلوں سے افضل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی قبلہ وہی تھا ادھر یہود طعن کرتے تھے کہ یہ نئی شریعت میں ہمارے مخالف اور ملت ابراہیمی کے موافق ہو کر ہمارا قبلہ کیوں اختیار کرتے ہیں ان وجوہ سے جس زمانہ میں آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو دل یہی چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آ جائے اور اس شوق میں آسمان کی طرف منہ اٹھا کر ہر طرف کو دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ حکم لاتا ہو اس

چاہت پر استقبال کعبہ کا حکم آگیا (۱۹۸) جب یہ حکم آگیا تو یہود نے اس پر طعن کیا، کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے (معاذ اللہ) پہلے بے خبری سے ایک بات کا حکم دے دیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنالائے ہیں۔ ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے کہ ایک دن کچھ دوسرے دن کچھ۔ (۱۹۹) اس کا جواب دیتے ہیں کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے کہ ہم کسی آیت کا جو حکم موقوف کر دیتے ہیں۔ گو آیت قرآنی میں یا ذہنوں میں باقی رہے) یا اس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کر دیتے ہیں تو (یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ کیوں کہ اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے، چنانچہ ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کے مثل بجائے اس کے دوسری چیز) لے آتے ہیں (اے معترض) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں (پس ایسے قادر کو مصالحوں کی رعایت کی کیا مشکل ہے) اور کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خالص انہی کی سلطنت آسمانوں اور زمین پر ہے جب ان کی اس قدرت و سلطنت میں کوئی شریک و سہم نہیں ہے تو ان مصلحتوں کی رعایت کر کے دوسرا حکم دینے میں کوئی مزاحمت کر سکتا ہے، غرض حکم ثانی کی تجویز میں کوئی مانع نہیں، اور اس حکم کے جاری کر دینے میں بھی کوئی مانع نہیں، اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار بھی نہیں پس جب وہ یار ہیں تو احکام میں مصلحت کی ضرورت رعایت کریں گے، اور جب مدد گار ہیں تو ان احکام پر عمل کرنے کے وقت تمہارے مخالفین کی مزاحمت سے بھی ضرور محفوظ رکھیں گے، البتہ اگر اس ضرر سے بڑھ کر کوئی نفع اخروی ملنے والا ہو تو ظاہر مخالف کا مسلط ہو جانا اور بات ہے۔ (۲۰۰)

ماننسخ من آية او ننسخها اس آیت میں کسی آیت قرآن کے منسوخ ہونے کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں سب کو جمع کر دیا ہے، علماء دارالعلوم دیوبند اور علماء ازہر میں سے محمد محمود حجازی قرآن کریم میں وقوع و وجود نسخ کے قائل ہیں۔ (۲۰۱)

مفتی محمد شفیع صاحب صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

لم تكن نبوة قط الا تناسخت

یعنی کبھی کوئی نبوت نہیں آئی جس نے احکام میں نسخ اور رد و بدل نہ کیا ہو۔ (۲۰۲)



تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

تمام اہل شرائع کا نسخ کے جواز اور وقوع دونوں پر اتفاق ہے، صرف یہودیوں نے بجز عیسویہ کے امکان کا انکار کیا ہے اور ابو مسلم اصفہانی نے وقوع کا انکار کیا ہے وہ کہتا ہے کہ نسخ احکام الہیہ میں ممکن تو ہے مگر کہیں واقع ہوا نہیں۔ (۲۰۳)

واتفقت اهل الشرائع على جواز النسخ ووقوعه وخالف اليهود غير العيسوية في جوائز وقالوا يمتنع عقلا وابو مسلم الاصفهاني في وقوعه فقال ابه وان جاز عقلا لكنه لم يقع

تفسیر القرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

باب نسخ کی معرفت بہت ضروری ہے اور فائدہ اس کا بہت بڑا ہے، اس کی معرفت سے علماء مستغنی نہیں ہو سکتے، اور جاہلوں بیوقوفوں کے سوا اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ (۲۰۴)

معرفة هذا الباب اكيدة وفائدة عظيمة لا تستغنى عن معرفته العلماء ولا ينكره الا الجهلة الاغبياء

قرآن و سنت میں نسخ کے وجود و وقوع کے متعلق صحابہ و تابعین کے اتنے آثار و اقوال موجود ہیں جن کو قتل کرنا مشکل، تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، درمنثور وغیرہ میں اسانید قویہ صحیحہ کے ساتھ بھی بہت سی روایات مذکور ہیں اور روایات ضعیفہ کا تو شمار نہیں، (۲۰۵) بہر حال دارالعلوم دیوبند کے مفسرین اور علماء ازہر میں محمد محمود حجازی وقوع نسخ کے قائل ہیں۔

صاحب المنار کے قرآن کریم میں وقوع نسخ سے انکار کرتے ہیں۔

آپ متذکرہ بالا آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ لوگوں نے فرمایا کہ نسیان سے مراد آیت قرآن کو نبی کریم صلعم کے ذہن سے زائل کر دینا۔ یہاں تک کے سیوطی نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر رات میں آیت نازل ہوئی اور آپ دن میں بھول گئے اس لیے آپ غمگین ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، رشید درضا فرماتے ہیں کہ میرے استاذ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت جھوٹ ہے اس لیے کہ اس طرح کا نسیان محال ہے انبیاء علیہم السلام سے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں تبلیغ میں۔ (۲۰۶)

مفتی محمد عبدہ کی رائے درست معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ نسخ کے معنی لغت میں زائل کرنے اور لکھنے کے آتے ہیں، اس پر مفسرین امت کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں نسخ سے مراد کسی حکم کا زائل کرنا یعنی منسوخ کرنا ہے اور اسی لیے اصطلاح کتاب میں وسنت میں نسخ ایک حکم کے بجائے کوئی دوسرا حکم جاری کرنے کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ دوسرا حکم یہی ہو کہ سابق حکم بالکل ختم کر دیا جائے، یا یہ ہو کہ اس کی جگہ دوسرا عمل بتلایا جائے (۲۰۷) متذکرہ بالا آیت میں لفظ او ننسہا ہے اس کا فعل ماضی باب تفعیل سے نسی ہے اور نسی کا لغوی معنی فراموش کرانا ہے، مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن میں یہی معنی لکھا ہے نبی کریم ﷺ کے ذہن سے آیت کو فراموش کر دینا معلوم ہوتا ہے، مفتی محمد عبدہ نے فرمایا ہے کہ اس طرح کا معنی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں لینا محال ہے موصوف کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیوں کہ قرآن کریم میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے انما انا بشر مثلکم یوحی الی، (۲۰۸) اس آیت سے حضور ﷺ کے بشر ہونا معلوم ہوتا ہے، جب حضور ﷺ بشر ہیں تو اس طرح کے نسیان پر اللہ پوری طرح قادر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے مذکورہ بالا آیت کے جزء ما نسنخ من آية کی تفسیر اذا بدلنا آية مكان آية (۲۰۹) اور قد نرى تقلب وجهك في السماء (۲۱۰) سے اور او ننسہا کی تفسیر او لا مستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا، (۲۱۱) اور من كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر (۲۱۲) سے کی ہے۔ (۲۱۳)

وما كان لنبي ان يغفل ومن يغفل يأت بما غل يوم القيمة ثم توفي كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون (۲۱۴) یہ آیت ایک خاص واقعہ کے متعلق آئی ہے، اس کے ضمن میں غلول، یعنی مال غنیمت کی چوری کا مسئلہ بھی آگیا۔

لفظ غلول مطلق خیانت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور خاص کر مال غنیمت کی خیانت کے لیے بھی، اور مال غنیمت میں چوری اور خیانت کا جرم عام چوریوں اور خیانتوں سے زیادہ شدید ہے، کیوں کہ مال غنیمت میں پورے لشکر اسلام کا حق ہوتا ہے تو جس نے اس میں چوری کی اس نے سیکڑوں ہزاروں

آدمیوں کی چوری کی اگر کسی وقت اس کو تلافی کا خیال بھی آئے تو بہت مشکل ہے کہ سب کو ان کا حق پہنچائے یا معاف کرائے، بخلاف دوسری چوریوں کے مال کا مالک معلوم و متعین ہے، کسی وقت اللہ نے توبہ کی توفیق دی تو اس کا حق ادا کر کے یا معاف کرا کر بری ہو سکتا ہے یہی وجہ تھی کہ ایک غزوہ میں ایک شخص اُون کا کچھ حصہ چھپا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا مالِ غنیمت تقسیم ہونے کے بعد اس کو خیال آیا تو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا، آپ نے باوجود رحمة للعلمین ہونے اور امت پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہونے کے اس کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اب میں اس کو کس طرح سارے لشکر میں تقسیم کروں، اب تو قیامت کے روز ہی تم اس کو لے کر حاضر ہو گے۔ (۲۱۵)

متذکرہ آیت میں لفظیات کی تشریح میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ادریس کاندھلوی اور مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ خائن بعینہ وہی چیز لاوے گا جو دنیا میں خیانت کی تھی، دلیل میں صحیحین کی روایت پیش فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو ایسا نہ ہو کہ قیامت میں کسی کو اس طرح دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہوا ہو (اور یہ اعلان ہوتا ہو کہ اس نے مالِ غنیمت کا اونٹ چرایا تھا) وہ شخص اگر مجھ سے شفاعت کا طالب ہوگا تو میں اس کو صاف جواب دے دوں گا کہ میں نے حکم الہی پہنچا دیا تھا اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ (۲۱۶)

مفتی محمد عبدہ نے فرمایا کہ وہ تمام احادیث صحیح نہیں ہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ ”خائن قیامت میں بعینہ ہی وہی چیز لاوے گا جو دنیا میں چوری کی تھی“ ان کا نظریہ اور ابو مسلم اصفہانی کا قول المنار میں ذکر کیا گیا کہ انہوں نے لکھا (۱۱:۳۱) یا بنی انہا ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صحرة او فی السموات او فی الارض یأت بها اللہ ان اللہ لطیف خبیر) ”یہاں یأت بها اللہ کا معنی اس چیز کو اٹھانے کا نہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان پر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔“ اسی طرح آیت مذکور میں یأت کا معنی بعینہ وہی چیز لانے کے نہیں بلکہ کنایہ ہے انکشاف کے اظہار کے لیے جس چیز کی خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے قیامت ان تمام چیزوں کو ظاہر کر دیں گے، اور خائن

ان سب کو پہچان لے گا انکار نہیں کرے گا وہ تمام احادیث جو خائن کو قیامت کے دن معین ہے ان ہی چیزوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں مفتی صاحب ان کا انکار کرتے ہیں اس لیے آپ نے ابو مسلم کی الاصفہانی کی تاویل کو اپنے الفاظ میں تفصیل سے بیان فرمایا۔ (۲۱۷)

عبدہ کی یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیوں کہ عبدہ الم تر الى الذين خرجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احيهم ان الله لذو فضل على الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون (۲۱۸)

اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ ہے جس کو میں اس باب کے صفحہ نمبر ۳۰ پر مفصل ذکر کر چکا ہوں اس کو یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ اس آیت کے مفہوم کو سمجھنے میں پریشانی نہ ہو سلف صحابہؓ اور تابعینؓ سے اس واقعہ کی تشریح یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی کوئی جماعت ایک شہر میں آباد تھی، وہاں کوئی سخت و بلاء، طاعون وغیرہ پھیلا، یہ لوگ جو تقریباً دس ہزار کی تعداد میں تھے گھبرا اٹھے اور موت کے خوف سے اس شہر کو چھوڑ کر سب کے سب دو پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان میں جا کر مقیم ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر اور دنیا کی دوسری قوموں پر یہ واضح کرنے کے لیے کہ موت سے کوئی شخص بھاگ کر جان نہیں چھڑا سکتا، دو فرشتے بھیج دیے، جو میدان کے دونوں سروں پر آکھڑے ہوئے، اور کوئی ایسی آواز دی جس سے سب کے سب بیک وقت مر گئے۔ اس پاس کے لوگوں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، تو وہ یہاں پہنچے، دس ہزار انسانوں کے کفن و دفن کا انتظام آسان نہ تھا، اس لیے ان کے گرد ایک احاطہ کھینچ کر حظیرہ جیسا بنادیا، ان کی لاشیں حسب دستور سڑ گئیں، ہڈیاں پڑی رہ گئیں، لیکن زمانہ دراز کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر جن کا نام حضرت حزقیل بتایا گیا ہے، اس مقام پر گزرے، اس حظیرہ میں جگہ جگہ انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ بذریعہ وحی ان کو پورا واقعہ بتادیا گیا۔ حضرت حزقیل نے دعا کی کہ اللہ ان لوگوں کو پھر زندہ فرمادے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ آپ ان شکستہ ہڈیوں کو اس طرح خطاب فرمائیں ايتها العظام البالية ان الله يأمرک ان تجتمعی، یعنی اے پرانی ہڈیوں اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہر جوڑ کی ہڈی اپنی جگہ جمع ہو جائے، پیغمبر کی زبان

سے خدا تعالیٰ کا حکم ان ہڈیوں نے سنا اور حکم کی تعمیل کی یعنی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ لگ گئیں، پھر حکم ہوا کہ اب ان کو یہ آواز دو ایتھا العظام ان الله يأمرک ان تکتسی لحما وعصبا وجلدا، یعنی اے ہڈیوں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنا گوشت پہن لو اور پٹھے اور کھال درست کر لو۔ یہ کہنا تھا کہ ہڈیوں کا ہر ڈھانچہ ان کے دیکھتے دیکھتے ایک مکمل لاش بن گئی، پھر حکم ہوا اب ارواح کو یہ خطاب کیا جائے ایتھا الارواح ان الله يأمرک ان ترجع کل روح الی الجسد الذی کانت تعمره۔ یعنی اے ارواح تمہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے بدنوں میں لوٹ آؤ جن کی تعمیر و حیات ان سے وابستہ تھی، یہ آواز دیتے ہی ان کے سامنے سارے لاشے زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگے، سب کی زبانوں پر تھا سبحانک لا اله الا انت۔

مفتی محمد عبده نے ایک واقعہ ذکر فرمانے کے بعد فرمایا کہ یہ واقعہ قرآن کریم نے نہ ذکر کیا، ”بلکہ یہ اسرائیلی واقعہ ہے“ اس واقعہ کو قرآن کریم میں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، جب کہ دیگر مفسرین نے اس واقعہ کو ذکر فرمایا لیکن مفتی محمد عبده نے کسی کی بات نہ مانی او کالذی مر علی قرية وهی خاویة علی عروشها قال انی یحی هذه الله بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنه وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحما فلما تبین له قال اعلم ان الله علی کل شیء قدير (۲۱۹)

جس کا بعض جز ”یعنی کس شہر میں اور کس کے ساتھ پیش آیا“ کے علاوہ پورا واقعہ الفاظ قرآن سے ثابت ہے، جس کو مفسرین نے تفصیل سے لکھا ہے، مفتی محمد عبده لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں مطلق بیان ہے یہ نہیں ہے کہ یہ واقعہ کس شہر میں ہوا اور کس کے ساتھ پیش آیا، جب کہ عبده کے علاوہ دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا اور بعض نے فرمایا کہ یہ یرمیاہ علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا کہ یہ شہر بیت المقدس تھا لیکن مفتی محمد عبده نے فرمایا کہ قرآن کریم نے شہر کی تخصیص اور کس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اس کی تخصیص نہیں کی اور قرآن کریم تخصیص نہیں کی تو

اس کی تخصیص کرنا اسرائیلیات میں سے ہے، اس طرح کے دلائل تفسیر المنار میں موجود ہیں میں نے ایک دو کو دلیل کے طور پر بیان کر دیا۔ ان دو دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جس لفظ کی تشریح موجود نہیں اس لفظ کی تشریح اگر کسی مفسر نے کی تو اس کو مفتی محمد عبدہ اسرائیلیات کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں جو مطلق بیان ہے اس کو ہم لیں کسی قسم کے واقعات کو قرآن کریم کی آیات کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لیے بیان نہ کریں، قرآن میں جیسا مطلق بیان ہے اس کو دیکھا جائے، اب احقر کا کہنا ہے کہ اس آیت متذکرہ میں لفظیات کی تفصیلی تشریح قرآن کریم میں نہیں ہے قرآن کریم خاموش ہے، جب قرآن کریم خاموش ہے، مفتی محمد عبدہ کو خاموشی اختیار کرنا چاہیے تھا، مفتی محمد عبدہ نے خاموشی اختیار نہیں کی۔ بلکہ ابو مسلم الاصفہانی کے بیان کردہ مفہوم کو اپنے الفاظ میں دوسرے انداز میں بیان کیا، جس کو رشید رضا نے یوں بیان فرمایا ہے کہ میرے استاد نے ایتان کی تفسیر کی، گویا کہ الباء کو مصاحبت کے معنی میں لیا گیا نہ کہ متعین کے معنی میں (۲۲۰) اور اس لفظیات کی تشریح میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں سب کو ضعیف فرمایا ہے جو کہ مفتی محمد عبدہ کے لیے مناسب نہیں تھا۔

**مال کا حق نہ ادا کرنے والے:**

والذین یکنزون الذہب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہم وجنوبہم وظہورہم ہذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ (۲۲۱) مطلب یہ ہے جو لوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب دردناک کی خوش خبری سنا دیجئے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والو کو یہ عذاب الیم اس دن ہوگا جب کہ ان جمع کیے ہوئے سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں پر داغ دیے جائیں گے، اور ان سے زبانی سزا کے طور پر کہا جائے گا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو اپنے جمع کیے ہوئے سرمایہ کو چکھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جزاء عمل عین عمل ہے، جو سرمایہ ناجائز طور پر جمع کیا تھا، یا اصل سرمایہ تو جائز تھا مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خود سرمایہ ہی ان لوگوں کا عذاب بن گیا۔

سورہ توبہ کی اس آیت یوم یحییٰ علیہا فی نار جہنم کی تفسیر میں عبدہ فرماتے ہیں کہ ”وظاهر العبارة انه یحییٰ علیہا باعیانہا واللہ قادر علی اعاتہا، وان کان المعنی المواد من الانذار یحصل بالاماء علیہا وعلی مثلہا یعنی قرآن کریم کی ظاہری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعینہ وہی سونا چاندی کو لوٹانے پر قادر ہے (۲۲۲) موصوف مزید لکھتے ہیں ویجاب بما اجیب عن القول باعادة الاجساد باعیانہا من قدرة اللہ تعالیٰ علی ذلک واهون منه ایود کون الدرہم او الدینار الوارد۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اجساد لوٹانے سے درہم اور دینار کو لوٹانا زیادہ آسان ہے۔ (۲۲۳)

سورہ توبہ کی آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں مفتی محمد عبدہ حدیث ذکر فرماتے ہیں۔ وانما صح عند مسلم من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً ”ما من رجل لا یؤدی زکاة مالہ الا جعل لہ یوم القیامۃ صفائح من نار فیکوی بہا جبینہم وجبہتہ وظہرہ“ ..... وفی البخاری والنسائی عنہ مرفوعاً ”من آتاه اللہ مالا فلم یؤد زکاتہ مثل لہ شجاع أقرع لہ زبیتان یطوقہ یوم القیامۃ فیأخذ بہذ متیہ بقول انا مالک انا کنزک“ (۲۲۴)

مفتی محمد عبدہ کی عبارت مذکورہ اور جو حدیث انہوں نے ذکر فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بعینہ وہی سونا چاندی اٹھائے گا اور اس سے صاحب سونا چاندی کو عذاب دے گا۔ تو عبدہ کو خائن بعین ہی وہی چیز قیامت میں اٹھائے گا اس کا قائل ہونا چاہیے لیکن عبدہ اس کے منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ضعیف ہیں، صاحب نظر عبدہ کی اس عبارت سے سمجھ گئے کہ عبدہ کی رائے درست نہیں۔ محمد محمود جازی نے بھی ابو مسلم الاصفہانی کے مطابق یعنی اس آیت سے یأت کے جو معنی بیان کیے، وہی معنی بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ خائن بعینہ ہی وہی چیز لائے گا اگرچہ اس آیت میں تمثیل و تشبیہ کی تاویل ممکن ہے۔ (۲۲۵)

اس سلسلہ میں احقر کا خیال ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی مولانا ادریس کاندھلوی، مفتی محمد شفیع نے جو تشریح کی یعنی خائن بعینہ وہی چیز قیامت اٹھائے گا درست ہے، مفتی محمد عبدہ اور ایک معنی کے اعتبار

سے محمد محمود حجازی نے فرمایا کہ بعینہ وہی چیز نہیں اٹھائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے قیامت اس کو ظاہر کر دے گا۔ یہ مطلب آیت سے ظاہری مفہوم کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔  
 مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے مذکورہ آیت میں جملہ ان یغل کی تفسیر لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا (۲۲۶) سے اور ومن یغلل یأت بما غل یوم القیامة کی تفسیر یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورہم یرسعٰ بین أیدیہم وبایمانہم (۲۲۷) اور عسی ان یربعثک ربک مقاما محمودا (۲۲۸) سے کی ہے۔ (۲۲۹)

### وراثت سے متعلق بحث:

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا ن الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین (۲۳۰)۔

اس آیت میں یہ حکم مذکور ہے کہ

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو (آثار سے) موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو (اپنے) والدین اور (دیگر) اقارب کے لیے معقول طور پر (کہ مجموعہ ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو) کچھ کچھ بتلا دے (اس کا نام وصیت ہے) جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری (کیا جاتا) ہے (۲۳۱)۔

وصیت ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا حکم دیا جائے خواہ زندگی میں یا بعد الموت، لیکن عرف میں اس کام کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا حکم بعد الموت ہو۔

خیر، لفظ خیر کے بہت سے معانی میں سے ایک معنی مال کے بھی آتے ہیں، جیسے قرآن کریم میں ہے، ”وانہ لحب الخیر لشدید“ اس جگہ باتفاق مفسرین خیر سے مراد مال ہے (۲۳۲)۔

متذکرہ بالا اس آیت میں جو وصیت کرنا اس مرنے والے پر فرض کیا ہے جو کچھ مال چھوڑ کر مر رہا ہو اس حکم کے تین جزء ہیں۔



ایک یہ کہ مرنے والے کے ترکہ میں اولاد کے سوا کسی دوسرے وارث کے حصے مقرر نہیں ہیں، ان کے حصوں کا تعین مرنے والے کی وصیت کی بنیاد پر ہوگا۔

دوسرے یہ کہ ایسے اقارب کے لیے وصیت کرنا مرنے والے پر فرض ہے۔

تیسرے یہ کہ ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔

ان احکام مذکورہ بالا میں سے پہلا حکم تو اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک آیت میراث سے منسوخ ہو گیا، علاوہ مفتی محمد عبدہ وہ شیخ رشید رضا کے مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان احکام مذکورہ بالا میں سے پہلا حکم تو اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک آیت میراث سے منسوخ ہو گیا۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ

صحیح ابن کثیر، حاکم، بھصاص اور قرطبی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس حکم کو آیت میراث نے منسوخ کر دیا۔ یعنی: للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا (۲۳۳)۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک دوسری روایت میں اس کی یہ تفصیل ہے کہ آیت میراث نے ان لوگوں کی وصیت کو منسوخ کر دیا کہ جن کا میراث میں حصہ مقرر ہے۔ دوسرے رشتہ دار جن کا میراث میں حصہ نہیں ان کے لیے حکم وصیت اب بھی باقی ہے۔

لیکن باجماع امت یہ ظاہر ہے کہ جن رشتہ داروں کا میراث میں کوئی حصہ مقرر نہیں، ان کے لیے میت پر وصیت کرنا کوئی فرض و لازم نہیں۔ فرضیت وصیت ان کے حق میں بھی منسوخ ہی ہوگی، اس سلسلہ میں اجماع کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن دعوے کے ثبوت میں مستند دلیلوں کی سخت کمی ہے۔ اور جو دلیل موجود ہے وہ صریح نہیں ہے لہذا اجماع کے انعقاد کا دعویٰ اب بھی محل نظر ہے۔

دوسرا حکم وصیت کا فرض ہونا، یہ بھی تمام مفسرین کے نزدیک علاوہ مفتی محمد عبدہ وہ شیخ رشید رضا اسی طرح جعفری و اسماعیلی کے باجماع امت منسوخ ہے، اور ناسخ اس کی وہ حدیث متواتر ہے، جس کا اعلان

رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کے سامنے فرمایا:

ان الله اعطى لكل ذي حق حقه فلا وصيته لوارث اخرجه الترمذی وقال  
هذا حديث حسن صحيح -

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک حق والے کو اس کا حق خود دیدیا ہے، اس لیے اب کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔  
اس لیے حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے حصے خود مقرر فرمادیے ہیں، اس لیے اسے وصیت کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وارث کے حق میں وصیت کرنے کی اجازت بھی نہیں، ہاں اگر دوسرے ورثہ اس وصیت کی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی جائز نہیں، یہ باتفاق امت اب بھی باقی ہے، ہاں وارثوں کی اجازت سے ایک تہائی سے زائد کی بلکہ پورے مال کی بھی وصیت جائز اور قابل قبول ہے (۲۳۴)۔

مفتی محمد عبده و شیخ رشید رضا اس امر کے اثبات کے لیے پورا زور بیان صرف کرتے ہیں کہ والدین اور اقارب کے حق میں وصیت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہوا۔ وہ اس ضمن میں جمہور کے پیش کردہ دلائل کا ابطال کرتے ہیں ہم ان کے بیان کردہ دلائل ذکر کر کے سلسلہ کلام کو طول نہیں دینا چاہتے ہیں۔ صرف یہ بتاتے ہیں کہ ان حضرات نے اس بحث کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ

آیت وصیت آیت المواریث کی بنا پر منسوخ نہیں ہوئی اس لیے کہ آیت المواریث اس کی معارض نہیں بلکہ موید ہے، اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ میراث والی آیت اس کے بعد نازل ہوئی۔ اسی طرح مذکورہ صدر حدیث بھی آیت وصیت کی ناسخ نہیں ہو سکتی اس لیے کہ آیت محکم ہے۔ لہذا حدیث اس کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وصیت ان والدین اور اقارب کے حق میں جائز ہو جن کو میراث سے حصہ نہیں ملتا، جیسا کہ بعض صحابہ سے منقول ہے۔ یہ اسی طرح درست نہیں کہ آیت قرآنی کو بلا دلیل منسوخ قرار دینے کی جسارت کی جائے (۲۳۵)۔

اس سلسلہ میں ناچیز کا خیال یہ ہے کہ عام مفسرین کی رائے درست ہے، مفتی محمد عبده اور رشید رضا

کی رائے قرآن کریم سے ٹکراتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى (۲۳۶) یعنی ایک جملہ بھی آپ کے ذہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو، بلکہ آپ جو کچھ دین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کے بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو ”قرآن“ اور غیر متلو کو ”حدیث“ کہا جاتا ہے (۲۳۷)۔ من يطع الرسول فقد اطاع الله (۲۳۸)، یعنی جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا (۲۳۹)۔

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں

الذين استجابوا لله والرسول من بعد ما آصابهم القرح (۲۴۰)۔

یعنی جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے پہنچ چکے تھے ان کو زخم (۲۴۱)، اس آیت سے پہلی آیت میں غزوہ احد کے قصہ کا ذکر تھا، مذکورہ آیت میں اسی غزوہ سے متعلق ایک دوسرے غزوہ کا ذکر ہے، جو غزوہ حراء الاسد کے نام سے مشہور ہے، واقعہ اس غزوہ کا یہ ہے کہ جب کفار مکہ احد کے میدان سے واپس ہو گئے۔ تو راستے میں جا کر اس پر افسوس ہوا کہ ہم غالب آجانے کے باوجود خواہ مخواہ واپس لوٹ آئے، ہمیں چاہیے تھا کہ ایک بار ہلہ کر کے سب مسلمانوں کو ختم کر دیتے، اور اس خیال نے کچھ ایسا اثر کیا کہ واپس مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ہونے لگا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا، اور سیدھے مکہ مکرمہ کو ہولے۔ لیکن بعض مسافروں سے جو مدینہ کی طرف جا رہے تھے یہ کہہ گئے کہ تم جا کر کسی طرح مسلمانوں کے دل میں ہمارا رعب جماؤ کہ وہ پھر لوٹ کر آ رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی یہ بات معلوم ہو گئی، اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے، تو ستر حضرات کھڑے ہو گئے جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گزشتہ کل کے معرکہ میں شدید زخمی ہو چکے تھے، دوسروں کے سہارے چلتے تھے۔ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے، مقام حراء الاسد پر پہنچے۔

اس واقعہ میں مشرکین کے تعاقب میں جانے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، قرآن کریم کی کسی آیت میں مذکور نہیں، مگر اسی آیت میں جب ان لوگوں کی اطاعت شعاری کی مدح فرمائی تو اس حکم کو اللہ اور

رسول دونوں کی طرف منسوب کر کے الذین استجابوا لله والرسول فرمایا گیا۔ جس نے واضح طور پر ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیتے ہیں وہ اللہ کا حکم بھی ہوتا ہے، اگرچہ اللہ کی کتاب میں مذکور نہ ہو۔ جو حدیث کا انکار کرتے ہیں، اور رسول کی حیثیت کو صرف ایک قاصد کی بتلاتے ہیں (معاذ اللہ) ان کے سمجھنے کے لیے یہ جملہ کافی ہے، کہ رسول کے حکم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہی حکم قرار دیا، جس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ رسول خود بھی اپنی صواب دید پر مصلحت کے مطابق کچھ احکام دے سکتے ہیں، اور ان کا وہی درجہ ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے دیے ہوئے احکام کا ہے (۲۴۲)۔

مذکورہ ان تمام دلائل سے مفتی محمد عبدہ و شیخ رشید رضا کی رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔

(واللہ اعلم بالصواب)

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے ذکر کردہ آیت کے جزء ان ترک خیراً ان الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف کی تفسیر لا یعصینک فی معروف سے (۲۴۳) اور حقاً علی المتقین کی تفسیر یوصیکم اللہ فی اولادکم (۲۴۴) اور یا ایہا الذین آمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (۲۴۵) سے کی ہے (۲۴۶)۔

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیباً فامسحوا بوجوهکم وایدیکم (۲۴۷)۔

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے کوئی شخص تم میں سے جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو زمین سے پاکی کا پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو۔

مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں بیان القرآن سے نقل کرتے ہیں

تم بیمار ہو اور پانی کا استعمال مضر ہو یا حالت سفر میں ہو اور پانی نہیں ملتا تو ان دونوں عذروں سے تیمم کی اجازت ہے۔ اور جواز تیمم کچھ ان ہی مذکورہ عذروں یعنی سفر و مرض کے ساتھ خاص نہیں بلکہ خواہ تم کو خاص یہ عذر ہوں یا نہ ہوں یعنی نہ مریض ہو نہ مسافر بلکہ ویسے ہی کسی کا وضو یا غسل ٹوٹ جائے، اسی طرح کوئی شخص پیشاب یا پاخانہ کے استنجے سے فارغ ہو کر آیا ہو، یا کوئی شخص تم میں سے بیوی سے قربت کی ہو جس

سے وضو ٹوٹ گیا ہو، اور پانی کے استعمال کا موقع نہ ملے، تو ان سب حالتوں میں پاک زمین سے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ (۲۳۸)

اس جگہ مسافر کا تیمم زیر بحث ہے، مفسرین کی رائے یہ ہے کہ مسافر ہو یا غیر مسافر اگر پانی سے ایک میل دور ہو تو تیمم کر سکتا ہے۔ اگر پانی سے دور نہیں لیکن بوجہ ذول رسی نہ ہونے کے یا کسی آدمی یا جانور کے خوف سے اس کو نہ لاسکے تو بھی تیمم جائز ہے، یا سفر در پیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کر لے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملے گا، یا پانی موجود نہ ہو تو تیمم کر سکتا ہے (۲۳۹)۔

مفتی محمد عبدہ و شیخ رشید رضا فرماتے ہیں کہ اگر مسافر کے پاس پانی موجود ہو تو بھی وہ تیمم کر سکتا ہے۔ سفر کے علاوہ دوسرے عذر مثلاً مرض وغیرہ کا ہونا ضروری نہیں، جمہور فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ ان حضرات (یعنی مفتی محمد عبدہ اور شیخ رشید رضا) جمہور فقہاء پر شدید نکتہ چینی کی ہیں کہ وہ پانی کی موجودگی میں مسافر کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں

علم و فضل کے مدعی مقلدین اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ آیت تیمم سے اگر وہی معنی و مفہوم مراد لیا جائے جو تم لیتے ہو تو بھی ٹھیک ہے، مگر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ پانی کے ہوتے ہوئے بھی حالت سفر میں تیمم جائز ہو۔ یہ بات ہمارے معروف مسلک کے خلاف ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تمہارے بیان کردہ معنی و مفہوم ہمارے محققین فقہاء پر کیسے پوشیدہ رہا؟ اگرچہ مقلد کے ساتھ علمی بحث اس لیے بیکار ہے کہ وہ علم سے عاری ہوتا ہے۔ اس کا کام اپنے امام کی پیروی کے سوا کچھ نہیں تاہم مقلد سے کہا جائے گا کہ جب آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا بیان کردہ مفہوم مراد لینے سے آیت کی فصاحت و بلاغت قائم رہتی ہے تو پھر اس کے مراد لینے میں اشکال کیا ہے؟ غور کیجئے کہ دونوں باتوں میں سے کون سی بات ترجیح کے قابل ہے؟ ایک بات تو یہ ہے کہ فقہاء کے قول سے ہم آہنگ کرنے کے لیے قرآنی بلاغت کو مطعون کیا جائے دوسری یہ کہ فقہاء کے قول کو غلطی پر محمول کیا جائے۔ اس لیے انہوں نے آیت کے ظاہری مفہوم کو بلاوجہ ترک کر دیا۔ حالانکہ جس طرح سفر میں دوسری رخصتیں ہوتی ہیں۔ اس طرح تیمم ایک رخصت ہے۔ سفر میں قصر کی بھی اجازت ہے اور نماز کو جمع

کرنے کی بھی اس طرح ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی رخصت بھی موجود ہے پھر ان رخصتوں کے ہوتے ہوئے اس بات میں کیا قباحت پائی جاتی ہے کہ مسافر کو غسل اور وضو نہ کرنے کی رخصت بھی حاصل ہو۔ اور ان دونوں کے قائم مقام تیمم کر لیا جائے جب کہ دینی نقطہ نظر سے وضو اور غسل کی اہمیت نماز اور روزہ کی بہ نسبت کم ہے۔ ”مفتی محمد عبدہ و شیخ رشید رضا مزید لکھتے ہیں کہ:

حیرانی کی بات ہے کہ قرآن نے جو رخصت صاف صریح الفاظ میں دی تھی، فقہاء اس سے کیسے غافل رہے؟ حالانکہ یہ رخصت قصر صلوٰۃ اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے سے بھی زیادہ واضح ہے۔ مزید برآں حالت سفر میں تیمم کی اجازت دینے میں دفع حرج اور تنگی و تکلیف کا ازالہ مقصود ہے، دین اسلام میں شرعی احکام کا مدار و انحصار دفع حرج ہی پر ہے، جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مسافر کو تیمم کی اجازت بلا قید و شرط دی گئی ہے تو اس سے ان تمام شرائط کا بطلان واضح ہوا جو پانی کے فقدان پر عائد کی گئی ہیں۔ مثلاً فقہاء کا یہ قول کہ سفر میں پانی کا تلاش کرنا واجب ہے، اور وہ حدود جو انہوں نے پانی کے قریب و بعید ہونے کے سلسلہ میں مقرر کی ہیں (۲۵۰)۔

اس سلسلہ میں تمام مفسرین کی رائے جو کہ تمام فقہاء کی رائے کے موافق ہے درست ہے، اور مفتی محمد عبدہ و شیخ رشید رضا کی رائے قرآن کریم سے ٹکراتی ہے کیوں کہ قرآن کریم میں ہے فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیباً (۲۵۱) یعنی پانی نہ ملا تو تیمم کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی تلاش کرنا ضروری ہے تلاش کرنے کے بعد نہ ملے تو تیمم کا جواز ہے، اب کہاں تک پانی تلاش کرے قرآن کریم اس سلسلہ میں خاموش ہے، لیکن مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سو پچاس قدم دور پانی موجود ہو تو اس صورت میں تیمم کرنے کو کوئی گوارہ نہیں کرتا۔ پتہ چلا کہ پانی اتنی دور ہو کہ وہاں تک جانے میں پریشانی اور حرج ہو، اور تیمم کا مشروع ہونا حرج دور کرنے کے لیے ہے چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد :

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (۲۵۲)

ترجمہ! نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل

مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (۲۵۳) اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے، مذکورہ

آیات میں یہ منصوص ہے کہ پانی حقیقتہً معدوم ہو تو تیمم جائز ہے لیکن ہمیں یقین کے ساتھ یہ بات معلوم ہے کہ اگر پانی معدوم ہو مگر بغیر حرج کے اس پر قادر ہے مثلاً دروازے پر آدمی کے پاس پانی نہ ہو اور گھر میں ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ سو پچاس قدم تک ہونے سے تیمم جائز نہیں ہو سکتا بلکہ اس قدر دور ہو کہ وہاں تک جانے میں حرج لاحق ہو تو اس سے تیمم کا جواز معلوم ہوا ہے، اب درحقیقت پانی معدوم ہے اس کا اندازہ مذہب مختار کے بنا پر ایک میل ہے، اس لیے اس کو مراد لینے میں نہ قرآن کریم کی بلاغت مطعون ہوتی ہے، نہ فقہاء نے قرآن کریم کے ظاہری مفہوم کو ترک کیا ہے اور نہ ان شرائط کا بطلان لازم آتا ہے جو فقہاء نے مقرر کیے ہیں۔

مذکورہ ان تمام دلائل سے ناچیز کا خیال یہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ و شیخ رشید رضا کی رائے درست نہیں ہے (واللہ اعلم بالصواب)

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے مذکورہ آیت کے جزء اول مستم النساء کی تفسیر من قبل ان تمسوهن (۲۵۴) اور فامسحوا بوجوهکم وایدیکم کی تفسیر السارق والسارقة فاقطعوا ایدیہما (۲۵۵) سے کی ہے (۲۵۶)۔

## حواشی

- ۱- البقره، ۳۶
- ۲- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۳۰
- ۳- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ ہجری، ج ۱، ص ۱۹۳
- ۴- مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دارالتالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۳۶
- ۵- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱۳۳
- ۶- طہ، ۱۲۳
- ۷- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۹۴
- ۸- حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ ومعانیہ وتفسیرہ الی اللغة الارذیة، شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۸، حاشیہ نمبر ۹
- ۹- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبع البرقی امرتسر، ۱۳۴۷ھ، ص ۱۸
- ۱۰- البقره، ۳۰
- ۱۱- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، الدار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۱۰۳
- ۱۲- السید رشید رضا فاضل المنار، التفسیر القرآن الکریم، المشہر باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۴ء، الطبعة الرابعة بمصر، ج ۱، ص ۲۷۵
- ۱۳- محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دار الکتاب العربی بمصر، الطبعة الثانية، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۷
- ۱۴- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۹۴
- ۱۵- البقره، ۸۰
- ۱۶- سورہ الاعراف، ۲۲



- ۱۷- سورہ البقرہ، ۸۰
- ۱۸- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۶۵
- دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۱۳۳
- دیکھئے محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار الکتاب العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء الاول، ص ۴۲
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱۸۹
- دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ جاز دیوبند، ج ۱، ص ۱۰۶
- دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۵۰
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۹۷
- دیکھئے عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۵۳
- ۱۹- السید محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۴ء، الطبعة الرابعة، ج ۱، ص ۳۶۲
- ۲۰- البقرہ، ۸۰
- ۲۱- البقرہ، ۲۱۳
- ۲۲- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۵۰۳
- ۲۳- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۵۰۴
- ۲۴- محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار الکتاب العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء الاول، ص ۳۹
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۵۰۵
- دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۲۴
- دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۱۴

- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۴۴۱
- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۲، ص ۸۸
- دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب، تفسیر درس قرآن، مکتبہ حجاز دیوبند، ج ۱، ص ۲۶۸
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۳۶۹
- دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۲۲۹
- ۲۵- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۵۰ھ، الطبعة الثانیة، ج ۲، ص ۲۸۲
- ۲۶- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۲۴
- ۲۷- الاعراف، ۱۷۲
- ۲۸- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۵۰۵
- ۲۹- سورہ یونس، ۱۹
- ۳۰- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، لمطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۳۶
- ۳۱- البقرہ، ۱۹۰
- ۳۲- الحج، ۳۹
- ۳۳- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۶۹
- ۳۴- البقرہ، ۱۹۱
- ۳۵- البقرہ، ۱۹۴
- ۳۶- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۱۴
- ۳۷- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۴۷۳

- ۳۸- الانفال، ۶۱
- ۳۹- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۳۳
- ۴۰- البقرہ، ۲۴۳
- ۴۱- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۵۹۲
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۵۳۳
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب، بجوری، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ،
- ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۴۴۹
- دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دارالسلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۲۵۶
- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۲، ص ۱۳۳
- دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی صاحب، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۶۰
- دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ ومعانیہ وتفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۰
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۵۹۲
- دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ حجاز دیوبند، ج ۱، ص ۳۱۱
- ۴۲- محمد محمود جازوی، التفسیر الواضح، دارالکتب العربی بمصر، الطبعة الثالثة ج ۱، الجزء ۲، ص ۶۱
- ۴۳- السید محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۷۳ھ،
- ۱۹۵۴ء، الطبعة الرابعة، ج ۱، ص ۴۵۷
- ۴۴- السید محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۷۳ھ،
- ۱۹۵۴ء، الطبعة الرابعة، ج ۱، ص ۴۵۷
- ۴۵- البقرہ، ۲۴۷
- ۴۶- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۵۳۹
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء،

ج ۱، ص ۲۵۸

دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ حجاز دیوبند، ج ۱، ص ۳۱۵

دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۶۹

دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ

۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۶۰۶

دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۲۶۰

دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۱، حاشیہ نمبر ۳،

دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۴۹،

دیکھئے محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دار الکتاب العربی بمصر، الطبعة الثالثة ج ۱، الجزء ۲، ص ۶۴

۴۷- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۷۰

۴۸- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۴۹

۴۹- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ

۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۶۰۶

۵۰- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۷۰، دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم و

ترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ،

۱۹۸۹ء، ص ۵۲، حاشیہ نمبر ۱

۵۱- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۵۰ھ،

الطبعة الثانية، ج ۲، ص ۶۷۲

۵۲- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۵۰ھ،

الطبعة الثانية، ج ۲، ص ۴۸۳

۵۳- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۵۰ھ،

الطبعة الثانية، ج ۲، ص ۴۸۴

- ۵۴- البقرہ، ۲۵۹
- ۵۵- النحل، ۲۶
- ۵۶- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۳۷ھ، ص ۴۴
- ۵۷- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۵۶،  
دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۳۹،  
دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء ج ۱، ص ۵۵۸،  
دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء ج ۱،  
ص ۴۸۳،  
دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف  
پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۵، حاشیہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴،  
دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ مجاز دیوبند، ج ۱، ص ۳۳۰،  
دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۲۶۹،  
دیکھئے محمد محمود جازوی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء ۳، ص ۱۰،
- ۵۸- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ  
کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۵، حاشیہ نمبر ۱
- ۵۹- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۶۶ھ، الطبعة  
الثانیة، ج ۳، ص ۴۹
- ۶۰- البقرہ، ۲۶۰
- ۶۱- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۵۸،  
دیکھئے السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، دار المنار  
بمصر، ۱۳۶۶ھ، الطبعة الثانية، ج ۳، ص ۵۵
- ۶۲- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ  
کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۵، حاشیہ نمبر ۶

- ۶۳- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء ج ۱، ص ۵۵۸،  
دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۵۸،  
دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ  
۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۶۲۲،  
دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۹۶،  
دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ حجاز دیوبند، ج ۱، ص ۳۳۲،  
دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دارالسلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۲۷۲،  
دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دارالتالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء،  
ج ۱، ص ۲۸۳،  
دیکھئے محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دارالتالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء ۳، ص ۱۱،  
۶۴- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء ج ۱، ص ۵۵۸  
۶۵- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۳۹۶  
۶۶- السید محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۶۶ھ،  
الطبعة الثانية، ج ۳، ص ۵۷  
۶۷- العمران، ۳۷  
۶۸- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ  
کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۷۰، حاشیہ نمبر ۴  
۶۹- السید محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، ۱۳۶۶ھ،  
الطبعة الثانية، ج ۳، ص ۲۹۳  
۷۰- آل عمران، ۱۶۹  
۷۱- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۹۱ تا ۹۲  
۷۲- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ،  
ج ۲، ص ۲۳۷

- دیکھئے السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، چودہ  
 شارع الانشاء، ۱۳۶۵ھ، الطبعة الثانية، ج ۴، ص ۲۳۲
- ۷۳- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ،  
 ج ۲، ص ۲۳۷
- دیکھئے محمد محمود جازى، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء ۴، ص ۴۷
- ۷۴- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۷۹
- ۷۵- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، چودہ شارع  
 الانشاء، ۱۳۶۵ھ، الطبعة الثانية، ج ۴، ص ۲۳۳
- ۷۶- آل عمران، ۱۷۵
- ۷۷- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ،  
 ج ۲، ص ۲۳۹
- ۷۸- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ  
 ۱۳۸۸ھ، ج ۲، ص ۲۴۰
- ۷۹- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰، ج ۱، ص ۴۲۲
- ۸۰- المجادلة، ۱۹
- ۸۱- الطلاق، ۲
- ۸۲- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۶۵
- ۸۳- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۲، ص ۷۷
- ۸۴- محمد محمود جازى، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء ۴، ص ۴۹
- ۸۵- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، چودہ شارع  
 الانشاء، ۱۳۶۵ھ، الطبعة الثانية، ج ۴، ص ۲۴۴
- ۸۶- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ  
 ۱۳۸۸ھ، ج ۲، ص ۲۴۰

- ۸۷- النساء، ۱۹
- ۸۸- النساء، ۱۵
- ۸۹- النساء، ۳۴
- ۹۰- البقرہ، ۲۲۹
- ۹۱- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۷۱
- ۹۲- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۲، ص ۳۵۳
- ۹۳- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، دار المنار بمصر، چودہ شارع الانشاء، ۱۳۶۵ھ، الطبعة الثانية، ج ۴، ص ۴۵۵
- ۹۴- المائدة، ۲۷
- ۹۵- آل عمران، ۱۷۹
- ۹۶- المائدة، ۵۹
- ۹۷- الليل، ۱۹، ۲۰
- ۹۸- طه، ۷۲، ۷۳، ۷۴
- ۹۹- الفيل، ۳
- ۱۰۰- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۹۳
- ۱۰۱- الکہف، ۱۳
- ۱۰۲- آل عمران، ۳
- ۱۰۳- سورہ مریم، ۱۹
- ۱۰۴- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، فوٹو آفسیٹ پرنٹس بلیماران دہلی، ج ۳، ص ۱۱۲
- ۱۰۵- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۳، ص ۲۵
- ۱۰۶- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۳۰ق، ۱۹۵۴ شمسی،



- الطبعة الاولى، ج ۶، ص ۳۳۱
- ۱۰۷- السيد محمد رشيد رضا منشى المنار، التفسير القرآن الكريم المشتهر باسم تفسير المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۳۰ ق، ۱۹۵۴ شمسية،  
الطبعة الاولى، ج ۶، ص ۳۳۳
- ۱۰۸- السيد محمد رشيد رضا منشى المنار، التفسير القرآن الكريم المشتهر باسم تفسير المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۳۰ ق، ۱۹۵۴ شمسية،  
الطبعة الاولى، ج ۶، ص ۳۳۶
- ۱۰۹- المائدة، ۹۷
- ۱۱۰- البقرة، ۱۲۵
- ۱۱۱- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شهر رمضان ۱۳۳۷ھ، ص ۱۰۲
- ۱۱۲- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ  
۱۳۸۸ھ، ج ۳، ص ۲۴۰
- ۱۱۳- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء ج ۳، ص ۱۸۳
- ۱۱۴- السيد محمد رشيد رضا منشى المنار، التفسير القرآن الكريم المشتهر باسم تفسير المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۳۶ھ  
، ۱۹۲۸ء، الطبعة الثانية، ج ۷، ص ۱۸۸
- ۱۱۵- السيد محمد رشيد رضا منشى المنار، التفسير القرآن الكريم المشتهر باسم تفسير المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۳۶ھ  
، ۱۹۲۸ء، الطبعة الثانية، ج ۷، ص ۱۸۸
- ۱۱۶- المائدة، ۱۰۳
- ۱۱۷- الاعراف، ۲۸
- ۱۱۸- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شهر رمضان ۱۳۳۷ھ، ص ۱۰۲
- ۱۱۹- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۳، ص ۶۸
- ۱۲۰- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۴، ص ۱۴۴
- ۱۲۱- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ  
۱۳۸۸ھ، ج ۳، ص ۲۴۶
- ۱۲۲- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ

کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۶۵، حاشیہ نمبر ۱

- ۱۲۳- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء ج ۳، ص ۱۹۳
- ۱۲۴- محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء ۷، ص ۲۰
- ۱۲۵- السيد محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتهر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۴۶ھ،  
۱۹۲۸ء، الطبعة الثانية، ج ۷، ص ۲۰۲
- ۱۲۶- الانعام، ۶۱
- ۱۲۷- الانفطار، ۱۰، ۱۱، ۱۲
- ۱۲۸- التکریم، ۶
- ۱۲۹- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شهر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۱۱۰
- ۱۳۰- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، فوٹو آف سیٹ پرنٹس بلیمار دہلی، ج ۳، ص ۱۵۱
- ۱۳۱- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۳، ص ۱۰۴
- ۱۳۲- محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء ۷، ص ۶۲
- ۱۳۳- سورة سجده، ۱۱
- ۱۳۴- السيد محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتهر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار  
بمصر، الطبعة الثانية، ذیقعدہ، ۱۳۴۶ھ، ۱۹۲۸ء، ج ۷، ص ۴۷۹
- ۱۳۵- السيد محمد رشید رضا نشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتهر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار  
بمصر، الطبعة الثانية، ذیقعدہ، ۱۳۴۶ھ، ۱۹۲۸ء، ج ۷، ص ۴۸۴
- ۱۳۶- الزمر، ۴۲
- ۱۳۷- السجده، ۱۱
- ۱۳۸- الانعام، ۶۰
- ۱۳۹- الاعراف، ۱۵۰
- ۱۴۰- الحجرات، ۱
- ۱۴۱- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شهر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۱۳۳

- ۱۴۲- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵
- ۱۴۳- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء ج ۳، ص ۲۵۲
- ۱۴۴- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الاولى، ۱۳۴۲ھ، ج ۹، ص ۲۰۸
- ۱۴۵- الانفال، ۴۸
- ۱۴۶- الاحزاب، ۹
- ۱۴۷- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۱۴۴
- ۱۴۸- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۴، ص ۸۳
- دیکھئے محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء ۱۰، ص ۷
- دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۴، ص ۲۵۴
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۴
- ۱۴۹- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۴
- ۱۵۰- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الاولى، ۱۳۴۹ھ، ج ۱۰، ص ۲۹
- ۱۵۱- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الاولى، ۱۳۴۹ھ، ج ۱۰، ص ۳۰
- ۱۵۲- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشتمل باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الاولى، ۱۳۴۹ھ، ج ۱۰، ص ۲۸
- ۱۵۳- البقرہ، ۵۵
- ۱۵۴- الاعراف، ۱۰۵
- ۱۵۵- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۱۹
- ۱۵۶- مفتی عزیز الرحمن صاحب تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ص ۱۵۹
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۲۷۱

- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۳۹
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۱، ص ۲۲۷
- دیکھئے مولانا دریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۳۶
- دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغة الارذیہ، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱، حاشیہ نمبر ۵
- دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۳۹
- دیکھئے محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ص ۳۳
- دیکھئے السید محمد رشید رضا فشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الرابعة، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۹۴ء، ج ۱، ص ۳۱۸
- ۱۵۷- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۳۹
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱۷۱
- دیکھئے مولانا دریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۳۶
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۵۹
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۱، ص ۲۲۷
- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۳۹
- دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۱۱۸
- دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغة الارذیہ، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱، حاشیہ نمبر ۵
- ۱۵۸- محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ص ۳۳
- ۱۵۹- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۴۰
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱۷۱
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۱، ص ۲۲۷
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۵۹

- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۳۹
- دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ حجاز دیوبند، ج ۱، ص ۶۸
- دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۳۶
- ۱۶۰- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الرابعة، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۴ء، ج ۱، ص ۳۲۲
- ۱۶۱- الاعراف، ۱۵۵
- ۱۶۲- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۴، ص ۴۶
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۱، ص ۲۲۸
- دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۲۲۵، حاشیہ نمبر ۱
- ۱۶۳- البقرہ، ۵۸
- ۱۶۴- المائدۃ، ۲۱
- ۱۶۵- الانشقاق، ۲۱
- ۱۶۶- المائدۃ، ۲۳
- ۱۶۷- سورہ ”ق“، ۳۵
- ۱۶۸- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۲۱
- ۱۶۹- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغة الاردیة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱، حاشیہ نمبر ۹
- ۱۷۰- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۴۱
- ۱۷۱- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار التلخیص ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۶۵
- ۱۷۲- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۱۹
- ۱۷۳- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الرابعة، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۴ء، ج ۱، ص ۳۲۳

- ۱۷۴- محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ص ۳۳
- ۱۷۵- مفتی عزیز الرحمن صاحب، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۶۴
- ۱۷۶- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۳، ص ۹۸
- ۱۷۷- البقرہ، ۵۹
- ۱۷۸- مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱۷۱
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۱۵۹
- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہامی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۴۱
- دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۳۹
- دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۴۱
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۳۱
- دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۱۱۹
- دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ حجاز دیوبند، ج ۱، ص ۸۹
- دیکھئے محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ص ۳۳
- ۱۷۹- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۴۱
- ۱۸۰- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۳۱
- ۱۸۱- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۳۹
- ۱۸۲- مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دار التالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۶۴
- ۱۸۳- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۱۱۹
- ۱۸۴- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الرابعة، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۴ء، ج ۱، ص ۳۲۵
- ۱۸۵- محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ج ۱، ص ۳۳

- ۱۸۶- جامع ترمذی شریف، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ج ۱، ص ۱۲۶
- ۱۸۷- جامع ترمذی شریف، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ج ۱، ص ۱۲۶، حاشیہ (موتی حضرت مولانا محمود حسن صاحب) نمبر ۸
- ۱۸۸- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۳۱ بحوالہ لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع الاحکام للقرآن، القاہرہ، مطبعۃ دارالکتب مصریہ، ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲م، ج ۱، ص ۴۱۵
- ۱۸۹- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۳۰
- ۱۹۰- محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دارالتالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ج ۱، ص ۳۳
- ۱۹۱- المائدہ، ۲۴
- ۱۹۲- المائدہ، ۲۶
- ۱۹۳- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۳۷ھ، ص ۲۰
- ۱۹۴- البقرہ، ۱۰۶
- ۱۹۵- المزمل، ۲، ۳
- ۱۹۶- المزمل، ۲۰
- ۱۹۷- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الارویة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۸، حاشیہ نمبر ۸
- ۱۹۸- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الارویة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۲۸، حاشیہ نمبر ۵
- ۱۹۹- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الارویة، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۸، حاشیہ نمبر ۸
- ۲۰۰- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۸۲
- ۲۰۱- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۱، ص ۶۴

- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دارالتالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۱، ص ۲۴۲
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۲۱۷
- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہامی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۱، ص ۷۳
- دیکھئے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، تفسیر درس قرآن، مکتبہ جاز دیوبند، ج ۱، ص ۱۹۶
- دیکھئے مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۹۶
- دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۱۵۳
- دیکھئے محمد محمود جازی، التفسیر الواضح، دارالتالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ج ۱، ص ۵۳
- ۲۰۲- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۸۴
- ۲۰۳- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۸۴
- ۲۰۴- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۸۴
- ۲۰۵- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۸۴
- ۲۰۶- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، الطبعة الرابعة، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۴ء، ج ۱، ص ۴۱۴
- ۲۰۷- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۲۸۳
- ۲۰۸- الکہف، ۱۱۰
- ۲۰۹- النحل، ۱۰۱
- ۲۱۰- البقرہ، ۱۴۴
- ۲۱۱- النساء، ۴۳



- ۲۱۲- البقرہ، ۱۸۴
- ۲۱۳- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۳۷ھ، ص ۲۴
- ۲۱۴- آل عمران، ۱۶۱
- ۲۱۵- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۲، ص ۲۳۲
- ۲۱۶- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۲، ص ۷۲
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۲، ص ۲۳۳
- ۲۱۷- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة دار المنار ۱۲ شارع الانشاء ۱۳۶۵ھ، الطبعة الثانية، ج ۴، ص ۲۱۷
- ۲۱۸- البقرہ، ۲۴۳
- ۲۱۹- البقرہ، ۲۵۹
- ۲۲۰- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۴۹ھ، ۱۹۳۱ء، الطبعة الاولى، ج ۴، ص ۲۱۷
- ۲۲۱- التوبة، ۳۴، ۳۵
- ۲۲۲- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۴۹ھ، ۱۹۳۱ء، الطبعة الاولى، ج ۱۰، ص ۴۰۹
- ۲۲۳- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۴۹ھ، ۱۹۳۱ء، الطبعة الاولى، ج ۱۰، ص ۴۰۹
- ۲۲۴- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۴۹ھ، ۱۹۳۱ء، الطبعة الاولى، ج ۱۰، ص ۴۰۹
- ۲۲۵- محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء اول، ج ۱، ص ۴۳
- ۲۲۶- الاحزاب، ۲۱

- ۲۲۷- التحريم، ۸
- ۲۲۸- بنی اسرائیل، ۷۹
- ۲۲۹- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۶۴
- ۲۳۰- البقرہ، ۱۸۰
- ۲۳۱- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۰۵
- ۲۳۲- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۴۳۸
- ۲۳۳- النساء، ۷
- ۲۳۴- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الارذیہ، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۳۴، حاشیہ نمبر ۶
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۳۷۶
- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۲، ص ۴۷
- دیکھئے محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دار التالیف العربی بمصر، الطبعة الثالثة، ج ۱، الجزء الثاني، ص ۲۳
- دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمہ دیوبند، ج ۱، ص ۱۰۵
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۱، ص ۴۳۹
- دیکھئے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۲۰۰
- ۲۳۵- السید محمد رشید رضا منشی المنار، التفسیر القرآن الکریم المشہر باسم تفسیر المنار، مطبعة المنار بمصر، ۱۳۵۰ھ، الطبعة الثانية، ج ۲، ص ۱۴۱
- ۲۳۶- النجم، ۴۳
- ۲۳۷- مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الارذیہ، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۶۹۸، حاشیہ نمبر ۵
- ۲۳۸- النساء، ۸۰

- ۲۳۹- شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیویۃ، شاہ فہد پرنٹنگ پریس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۸
- ۲۴۰- آل عمران، ۱۷۲
- ۲۴۱- شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیویۃ، شاہ فہد پرنٹنگ پریس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۹۳
- ۲۴۲- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۶، ص ۷۷
- دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، سن تصنیف، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ، ج ۲، ص ۲۳۸ تا ۲۴۱
- ۲۴۳- الممتحنہ، ۱۲
- ۲۴۴- النساء، ۱۱
- ۲۴۵- الحجرات، ۱
- ۲۴۶- مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ، ص ۳۲
- ۲۴۷- النساء، ۴۳
- ۲۴۸- شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیویۃ، شاہ فہد پرنٹنگ پریس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۰
- ۲۴۹- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ج ۶، ص ۱۲۱
- دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیۃ، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۱، حاشیہ نمبر ۴
- دیکھئے مفتی عزیز الرحمن صاحب، تفسیر تقریر القرآن، مدنی دارالتالیف بجنور، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۲، ص ۲۹۹
- دیکھئے مولانا نعیم صاحب، انوار القرآن، انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء، ج ۲، ص ۳۴۸
- دیکھئے مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب، ہدایت القرآن، آزاد پریس دیوبند، ج ۵، ص ۷۸

۲۵۰- السيد محمد رشيد رضا فني المنار، التفسير القرآن الكريم المشتهر باسم تفسير المنار، مطبعة المنار بشارع درب الجماير بمصر، ۱۳۲۸هـ، الطبعة الاولى، ج ۵، ص ۱۱۹ تا ۱۲۱

۲۵۱- النساء، ۴۳

۲۵۲- الحج، ۷۸

۲۵۳- المائدة، ۶

۲۵۴- الاحزاب، ۴۹

۲۵۵- المائدة، ۳۸

۲۵۶- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، تفسير القرآن بکلام الرحمن، المطبعة البرقي امرتسر، شهر رمضان ۱۳۲۷هـ، ص ۷۴

# کتابیات

## (الف)

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱- منصور علی رجب	الازہر بین الماضي و الحاضر	المقطف والمقطم ۱۹۴۶ء
۲- عبد الحمید یونس، عثمان توفیق	الازہر	دار الفکر العربی، ۱۹۴۶ء
۳- الازہر شریف فی عیدہ الألفی	الہدیۃ المصدریۃ العامۃ للکتابۃ	
۴- زیر اہتمام دانش گاہ، پنجاب	اردو دائرہ معارف اسلامیہ	۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء
۵- محمد عبدہ از عثمان امین	اعلام الاسلام	دار احیاء الکتب العربیۃ
۶- عباس محمود العقاد	الاستاذ امام محمد عبدہ	مطبوعۃ قاہرہ
۷- خیر الدین الذرکلی	الاعلام	مطبوعۃ قاہرہ، ۱۹۵۶ء
۸- شیخ عبدالحق دہلوی	اخبار الاخیار	مکتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ
۹- امیر شاہ خاں	ارواح ثلاثہ مجموعہ حکایات	مطبوعہ آزاد پریس دیوبند
۱۰- مولانا محمد میاں	اسیران مالنا	دہلی ۱۹۷۶ء
۱۱- محمد بسیونی محمد فودہ	الطبوسی مفسراً	کلیۃ اصول الدین، طبعۃ الازہر
۱۲- خواجہ عزیز الحسن مجذوب	اشرف السوانح	جامعۃ الازہر، ۱۹۷۴ء
۱۳- مولانا نعیم صاحب	انوار القرآن	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۱۴- عبد العلی خلیفۃ الفرنوانی	الامام جلال الدین السیوطی	انوار القرآن دیوبند، ۱۹۸۷ء
۱۵- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری	وجہودہ فی التفسیر وعلوم القرآن	کلیۃ اصول الدین،
۱۶- فصل حسن احمد عباس	القرآن العظیم	جامعۃ الازہر، ۱۹۷۴ء
	اتجاهات التفسیر فی العصر الحدیثی مصر و سوريا	کلیۃ اصول الدین،
		جامعۃ الازہر، ۱۹۷۴ء

نمبر شمار نام مصنف	كتاب	مطبوعه سنه
١٧- سيد رشيد رضا فاشي المنار	التفسير القرآن الكريم المشتهر باسم تفسير المنار دار المنار بمصر،	١٣٤٣هـ، ١٩٥٤م
١٨- محمد بحيرى ابراهيم	ابراهيم البقاعى فى التفسير وجهوده	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٤٢ء
١٩- محمد عبد المنعم محمد الشافعى	ابو حبان المفسر منهجه وادائه فى التفسير	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، د-ت
٢٠- احمد فؤاد على المستولى	الادب الاجتماعى فى سورة النور	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٤١ء
٢١- عبد الحميد سيد احمد الذهبي	الادب المطلوب فى حق النبى المحبوب	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٩ء
٢٢- عيسى خليفة عبد الله	آية النحل	تخصص كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٩ء
٢٣- محمد عبده	القرآن الكريم جزء عم	مطابع الشعب
٢٤- محمد حسين الذهبي	التفسير والمفسرون	دار الكتب الحديث، ١٣٨١هـ، ١٩٦١ء
٢٥- ابراهيم عبد الحميد زيد الكيلانى	التيارات الفكرية الحديثة واثرها فى التفسير	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٤٣ء
٢٦- محمد محمد سرحان	القول اليقين فى تفسير سورة المطففين	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٦ء
٢٧- محمد موسى محمد	الفتح الربانى فى تفسير السبع المثانى	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، د-ت
٢٨- ابراهيم عبد الحميد محمد سلامة	القرآن وعقائد اهل الكتاب	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٤٠ء

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۲۹- احمد ابراہیم مہنا،	المعانی الانسانیة فی القرآن الکریم	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، دہلی۔
۳۰- احمد کمال محمد المہدی	آیات القسم فی القرآن	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۹ء
۳۱- حامد محمد علی حریفہ	الجہاد فی القرآن الکریم	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۷۲ء
۳۲- عبدالسلام محمد عامر	القول المقبول فی معنی القاء الشیطان فی امدیۃ النبی والرسول	تخصّص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۵ء
۳۳- مولانا محمد منظور نعمانی	الفرقان کاشاہ ولی اللہ نمبر	۱۳۵۹ھ
۳۴- عبدالرشید راشد	الرشید دار العلوم دیوبند نمبر	لاہور
۳۵- علی پاشا مبارک	الخط الجدیدہ	قاہرہ ۱۳۶۶ھ
۳۶- زنی رضوان محسن	الادب اجتماعی فی سورۃ الحجرات	تخصّص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۷ء
۳۷- صلاح عبدالعلیم ابراہیم	الانسان کما تصوّرہ القرآن الکریم	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۷۲ء
۳۸- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری	آیات متشابہات	
۳۹- مولانا عبید اللہ سندھی		الہام الرحمن
۴۰- مولانا ادیس کاندھلوی	اعجاز القرآن	مطبع جید
۴۱- مجاہد محمد یدی	احکام والادب القرآنیۃ فی سورۃ الحجرات	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، دہلی۔

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۴۲- محمود محمد الشریف	الادیان فی القرآن الکریم	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۰۸ء
۴۳- محمود ابوالعیون	الجامع الازہر	دار الفکر العربی، ۱۹۳۶م
۴۴- احمد عثمان اسماعیل	الفوز المبین فی تفسیر اول المبین	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، د-ت
۴۵- مولانا محمد طاہر قاسمی صاحب	التعوذ فی الاسلام	مطبوعۃ وسنہ طبع معلوم نہ ہو سکا
۴۶- مولانا شبیر احمد عثمانی	القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیۃ	شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء
۴۷- القصی محمد حامد زلط	القرطبی ومنہجہ فی التفسیر	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، د-ت
۴۸- عبد الہادی عبد الحمید وھوان	البيان المفید فی بعض اسئلة القرآن المجید	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، د-ت
۴۹- محمد بن محمد بن عبد المتعال الشیخ	القول المبین فی تفسیر عشر آیات من اول سورۃ المؤمنین	تخصص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۳ء
۵۰- مولانا عبید اللہ سندھی	المقام المحمود	مطبوعہ سندھ یونیورسٹی پریس، حیدرآباد
۵۱- محمد عبید محمود	القول الماثور فی تفسیر قوله تعالی اللہ نور	تخصص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۸ء
۵۲- پروفیسر حکیم عبد الصمد صاحب	الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون	



## (ب)

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۵۳- حافظ ابن کثیر	البدایہ والنہایہ	مطبعة السعادة مصر، ۱۳۵۱ھ
۵۴- مولانا اشرف علی تھانوی	بیان القرآن	کتب خانہ رحیمہ دیوبند
۵۵- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	بیان الفرقان علی علم البیان	مطبع ثنائی پریس امرتسر، ۱۳۵۳ھ
۵۶- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	برہان تفاسیر بجواب سلطان التفاسیر	مطبع ثنائی امرتسر، ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۵ء
۵۷- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر	مطبع ثنائی امرتسر، ۱۹۴۱ء

## (ت)

۵۸- محمد عبدالجواد	تقویم دارالعلوم	قاہرہ، ۱۹۵۲ء
۵۹- السید رشید رضا	تفسیر الفاتحہ	بمطبعة المنار بشارع مصر القدیمة ۱۳۳۰ھ
۶۰- الشیخ قاسم القسی	تاریخ تفسیر	مطبعة الجمع العلمی العرقی ۱۳۸۵ھ، ۱۹۶۶ء
۶۱- محمد رشید رضا	تاریخ الاستاذ امام محمد عبدہ	مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۳۱ء
۶۲- پروفیسر عبدالصمد صاحب	تاریخ القرآن	مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۳۱ء
۶۳- سید محبوب رضوی	تاریخ دارالعلوم دیوبند	جید پریس دہلی، ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۷ء
۶۴- سید محبوب رضوی	تاریخ دیوبند	دیوبند علمی مرکز، ۱۹۷۲ء
۶۵- ابوالقاسم فرشتہ	تاریخ فرشتہ	مطبوعہ نول کشور لکھنؤ
۶۶- شمس سراج عقیف	ترجمہ تاریخ فیروز شاہی	مطبوعہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
۶۷- مولانا محمد میاں	تحریک شیخ الہند	ولی پرنٹنگ ورکس دہلی، ۱۹۵۴ء، ۱۹۷۷ء
۶۸- مولانا اشرف علی تھانوی	ترجمہ قرآنی	مطبعہ وسنہ طبع معلوم نہ ہو سکا

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۶۹- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری	تفسیر القرآن بکلام الرحمن	المطبع البرقی امرتسر، شہر رمضان ۱۳۴۷ھ
۷۰- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری	تفسیر ثنائی	دار السلفیہ ممبئی، اکتوبر ۲۰۰۰
۷۱- خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی	تفسیر درس قرآن	ادارہ تعلیمات اسلامیہ دیوبند
۷۲- مولانا محمد طاہر قاسمی	تفسیر تقریر القرآن	مطبعہ وسنہ طبع معلوم نہ ہو سکا
۷۳- مولانا شائق احمد عثمانی صاحب	تفسیر القرآن	مطبعہ وسنہ طبع معلوم نہ ہو سکا
۷۴- مولانا انظر شاہ کشمیری	ترجمہ تفسیر مدارک	مطبعہ وسنہ طبع معلوم نہ ہو سکا
۷۵- مولانا سید مناظر حسن گیلانی	تذکرہ سورہ الکہف	فائن پریس حیدرآباد
۷۶- مولانا سید مناظر حسن گیلانی	تدوین القرآن	فائن پریس حیدرآباد
۷۷- ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی	تفسیر مولانا حبیب احمد کیرانوی	تفسیر حل القرآن مطبعہ وسنہ طبع معلوم نہ ہو سکا
۷۸- ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی	تفسیر مولانا عبد الرحمن	تفسیر ابن عباس
۷۹- پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انوار	تجلیات عثمانی	ادارہ نشر المعارف چھلیک ملتان شہر، ۱۹۵۷ء
۸۰- محمد محمود حجازی	التفسیر الواضح	دار الکتاب العربی بمصر
۸۱- مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری	تفسیر تقریر القرآن	مدنی دار التالیف بجنور ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء
۸۲- مولانا فخر الحسن صاحب	تقریر الحاوی فی حل تفسیر بیضاوی	
۸۳- احمد ابراہیم	تفسیر سورۃ الفاتحہ	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، دہلی
۸۴- احمد السید علی الکری	تفسیر سورۃ الفتح و بیان الفتوح المتصلۃ بہا	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، دہلی

- | نمبر شمار نام مصنف             | كتاب                                      | مطبوعه سنه                                      |
|--------------------------------|---|---|
| ٨٥- احمد السيد محمد ابو زيد    | تفسير قوله تعالى "لقد كان لسبأ"           | كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، ١٩٩٣ء         |
| ٨٦- مولانا عزيز الرحمن صاحب    | ترجمه جلالين                              | مولانا محمد طاهر تقرير القرآن                   |
| (ت)                            |   |   |
| ٨٧- عبد الله احمد عثمان احمد   | تفسير سورة الصافات                        | كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، ١٩٧٤ء         |
| ٨٨- عبد المجيد عثمان العسكري   | تفسير سورة الحج                           | كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، ١٩٣٥ء         |
| ٨٩- علي محمود خليل عيسى        | تفسير سورة الشورى                         | كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، ١٩٣٣ء         |
| ٩٠- قمر الدوله محمد عبدالمتعال | تفسير سورة الفتح                          |   |
| ٩١- محمد علي محمد الشيباني     | تفسير عشر آيات الاولى من سورة المؤمنین    | تخصص، كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، ١٩٣٩ء   |
| ٩٢- محمد منهي محمود منهي       | تفسير سورة العصر                          | تخصص، كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، د-ت     |
| ٩٣- محمد مذكور                 | تفسير آية الغرائق                         | كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، د-ت           |
| ٩٤- محمد مصطفى ابوالاسعاد      | تفسير قوله تعالى يا ايها الناس اتقوا ربكم | تخصص، كلية اصول الدين،<br>جامعة الازهر، د-ت ١٠٨ |

نمبر شمار نام مصنف	كتاب	مطبوعه سنه
٩٥- محمود عبده مرجان	تفسير آية الامانة والطاعة	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٦ء
٩٦- يحيى عتار الفيل	تفسير سورة العصر	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٥٨ء
٩٧- ابراهيم الدسوقي خميس	تفسير القرآن بجوانب الجهاد	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٩ء
٩٨- عبد الوهاب عبد المجيد غزلان	تفسير آيات العقوبات	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٢ء
٩٩- محمد ابو النور الحمد يدي	توجيهات القرآن	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٩ء
١٠٠- احمد يوسف وليمه وحنيمه	تفسير سورة المطففين	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٦ء
١٠١- خميس سالم خميس عطا	تفسير سورة العصر	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٩ء
١٠٢- رجب يوسف بادي	تفسير قوله تعالى ليس البر	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٨ء
١٠٣- سيف عبد الجواد	تفسير سورة الفتح	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، د-ت
١٠٤- عبد العزيز بسيوني	تفسير الايات الاولى من سورة النساء	تخصص، كلية اصول الدين، جامعة الازهر، ١٩٣٦ء
١٠٥- عبد العزيز حسين الديب	تفسير عشر آيات من اول سورة المؤمنين	كلية اصول الدين، جامعة الازهر، د-ت

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱۰۶- عبدالمغنی حسن عبداللہ	تفسیر سورۃ انصر	تخصّص کلّیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، دہلی
۱۰۷- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	تفسیر بالرائے	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۰۸- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	تشریح القرآن	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۰۹- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	تقابل ثلاثہ	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۱۰- مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	تفسیر سورہ یوسف	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۱۱- مولانا یوسف شاہ میر واعظ	ترجمہ قرآن (میزبان کشمیری)	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۱۲- مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب	ترجمہ تفسیر طنطاوی	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۱۳- مولانا عثمان کاشف الہاشمی صاحب	ترجمہ تفسیر احمدی	
۱۱۴- مولانا عبدالعزیز صاحب	تفسیر سورہ بقرہ	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا

## (ج)

۱۱۵- محمد سالم قاسمی، سید عبدالرؤف رضوی	جائزہ تراجم قرآنی	فیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند ۱۹۶۸ء
۱۱۶- محمد مستقیم سلفی	جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات	مطبع سلفی، بنارس، ہند
۱۱۷- عبدالسلام علی عبدالسلاح،	جلیل الفیض وجذیل المنح فی تفسیر اکی سورۃ الفتح	تخصّص، کلّیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر ۱۹۳۵ء

## (ح)

۱۱۸- علامہ ابن اثیر جدوی	حاشیہ تاریخ کامل	مطبوعہ نول کشور لکھنؤ
۱۱۹- مولانا سید سلیمان ندوی	حیات شبلی	مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ
۱۲۰- مولانا فقیر محمد جھلمی ثم لاہور	حدائق الحنفیہ	نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۳ھ
۱۲۱- مولانا طاہر قاسمی	حکمت النون	مطبوعہ بوتین پریس دیوبند
۱۲۲- مولانا طاہر قاسمی	حقیقت السحر	مطبوعہ وسنہ مطبع معلوم نہ ہو سکا

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱۲۳- سید سعید احسن العابدی	حمید الدین القدسی حیاتہ و منہجہ	فی التفسیر و اثرہ ذلک فی الہند کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، دہلی
۱۲۴- عبدالمعتم سید حسن عبد الشفیع،	حقوق المدۃ فی القرآن الکریم	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۷۴ء
۱۲۵- مولانا عبد الرحمن صاحب	حاشیہ تفسیر بیضاوی	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، دہلی

## (خ)

۱۲۶- مفتی شفیع صاحب	ختم النبوة فی القرآن حمید الدین جون پورنامہ
---------------------	---

## (د)

۱۲۷- محمد بختہ البیطار	درمجلہ مجمع العلمی العربی	دمشق
۱۲۸- سید رشید رضا	درمعارف اعظم گڑھ	۱۹۳۵ء
۱۲۹- سید سلیمان ندوی	درمعارف اعظم گڑھ	۱۹۳۵ء
۱۳۰- ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی	درس قرآن	
۱۳۱- جدید اسلوب مولانا طفیر الدین صاحب	درس قرآن	
۱۳۲- خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی	درس قرآن	ادارہ تعلیمات اسلامیہ دیوبند
۱۳۳- شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی	درس قرآن کی سات مجلسیں	کوہ نور پریس دہلی
۱۳۴- حکیم الاسلام حضرت مولانا	قاری محمد طیب صاحب	دینی دعوت کے قرآنی اصول نیشنل ٹریننگ پریس، ۱۹۶۷ء
۱۳۵- حکیم الاسلام حضرت مولانا	قاری محمد طیب صاحب	دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیت دارالکتاب دیوبند، ۱۹۹۸ء

(ر)

- | مطبوعه سنه   | كتاب  | نمبشار نام مصنف                             |
|--|---|---|
|  | دارالعلوم دیوبند ۱۲۸۳ھ  | ۱۳۶- روداد ہائے دارالعلوم دیوبند            |
|  | ۱۲۹۰ھ، ۱۲۸۷ھ، ۱۳۳۲ھ   | ۱۳۷- روداد دارالعلوم دیوبند                 |
| کلیۃ اصول الدین،<br>جامعۃ الازہر، ۱۹۷۰ء                      | رشید رضا مفسر   | ۱۳۸- السید حبیب السید حسن حسب اللہ السمدانی |
| تخصّص، کلیۃ اصول الدین،<br>جامعۃ الازہر، ۱۹۳۶ء               | رسالہ فی التفسیر والحديث  | ۱۳۹- احمد محمد ابو زید                      |
| تخصّص، کلیۃ اصول الدین،<br>جامعۃ الازہر، د-ت                 | رسالۃ فی تفسیر آیتین من القرآن الکریم   | ۱۴۰- دروس مصطفیٰ الحلّوی،                   |
| تخصّص، کلیۃ اصول الدین،<br>جامعۃ الازہر، ۱۹۴۰ء               | رسالۃ فی تفسیر بعض الآیات<br>من سورۃ الذاریات   | ۱۴۱- عبدالآخر عثمان احمد                    |
|  | رسالۃ فی تفسیر قولہ تعالیٰ<br>یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم<br>الی قولہ تعالیٰ وانتم تعلمون  | ۱۴۲- عبدالحسن عبدالمطلب محمد صالح           |
| جامعۃ الازہر، ۱۹۴۰ء  |   |   |
|  | رسالۃ فی تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس<br>اعبدوا ربکم الذی خلقکم<br>والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔<br>الذی جعل لکم الارض فراشا<br>والسماء بناء وانزل من السماء ماء<br>فاخرج به من الثمرات رزقکم | ۱۴۳- محمد سعید الرافعی                      |
| تخصّص، کلیۃ اصول<br>الشریعۃ والقانون،<br>جامعۃ الازہر، ۱۳۵۹ھ |   |   |
|  | رسالۃ فی قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس<br>اعبدوا ربکم الذی خلقکم<br>والذین من قبلکم الآتین  | ۱۴۴- محمد عبد الجواد منصور الزناتی          |
| تخصّص، کلیۃ اصول الدین،<br>جامعۃ الازہر، ۱۹۳۶ء               |   |   |

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱۴۵- موسیٰ یوسف الجوهری	رسالۃ فی التفسیر	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر
۱۴۶- خلقان رضوان تمر بلال	رسالۃ فی تفسیر الوصایا العشر	تخصص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، د-ت
۱۴۷- احمد امین	زعماۃ الاصلاح فی عصر الحدیث	قاہرہ ۱۹۳۸ء
۱۴۸- محمد ابراہیم علی مفید	زبدۃ التحریر فی الکلام علی لیس البرمن التفسیر	تخصص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۳۵۴ھ

## (س)

۱۴۹- علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی	مطبوعہ نامی پریس کانپور
۱۵۰- حافظ محمد بن یزید بن ماجہ القزوی	سنن ابن ماجہ	مجتبائی دہلی، ۱۳۳۳ھ
۱۵۱- سفرنامہ ابن حوقل		مطبوعہ لائیڈن
۱۵۲- غلام حسین طباطبائی	سیر المتاخرین	نول کشور لکھنؤ، ۱۳۱۴ھ
۱۵۳- مولانا سید مناظر حسن گیلانی	سوانح قاسمی	مطبوعہ نیشنل پریس دیوبند
۱۵۴- عبد الماجد خادم سوہرودی	سیرۃ ثنائی	الکتاب انٹرنیشنل
۱۵۵- منیع عبد الحلیم محمود	سورۃ الفرقان وموقفہا الالوہیۃ والنہوۃ وعباد الرحمن	دکتورہ، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، د-ت

## (ش)

۱۵۶- مولانا عبید اللہ سندھی	شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک	مرکنا پریس لاہور، ۱۹۳۴ء
۱۵۷- عبد الرحمن اسماعیل امریش القاسمی	شرح فی سورۃ الکوثر	تخصص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۹ء

## (ط)

۱۵۸- منہاج سراج	طبقات ناصری	مطبوعہ ایشیائیٹک سوسائٹی کلکتہ
-----------------	-------------	--------------------------------



(ظ)

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱۵۹- حضرت مولانا حنیف گنگوہی	نظر المحصلین باحوال المصنفین	حنیف بکڈ پوڈیو بند

(ع)

۱۶۰- مولانا محمد میاں صاحب	علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے	دہلی ۱۹۵۷ء
۱۶۱- احمد یوسف منصور	عبدة المؤمن	تخصص، کلیة اصول الدین، جامعة الازهر، د-ت

(ف)

۱۶۲- مولانا یعقوب الرحمن عثمانی	فیض القرآن	انقلاب پریس حیدرآباد
۱۶۳- مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی	تفہیم قرآن	جید پریس دہلی
۱۶۴- السيد عبد الثواب الهادی	فی التفسیر الصوفی القرآن الکریم	عند نجم الدین الدیة رسالة المنج والتطبیق کلیة اصول الدین، جامعة الازهر، د-ت
۱۶۵- محمد سعید الرافعی	فی تفسیر آیتین کریمتین	کلیة اصول الدین، جامعة الازهر، د-ت
۱۶۶- احمد عبدالرزاق شاخ	فی تفسیر قوله تعالیٰ وعنده مفاتيح الغیب	کلیة اصول الدین، جامعة الازهر، ۱۹۳۳ء

۱۶۷- علی ابوطالب احمد	فتح الوهاب فی تفسیر فاتحہ الكتاب	تخصص، کلیة اصول الدین، جامعة الازهر، د-ت
-----------------------	----------------------------------	---

۱۶۸- علی علی النجار	فی تفسیر قوله تعالیٰ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا ”الی آخر سورة“	تخصص، کلیة اصول الدین، جامعة الازهر، ۱۹۳۸
---------------------	---	--

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱۶۹- محمد عباس حسن سلیمان	فی آیات البراءة	تخصّص، کلیتہ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۰ء
۱۷۰- محمد محمود احمد محمد عابد	فی تفسیر سورة الفرقان	تخصّص، کلیتہ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۶ء
۱- ذکی السید قادوم	فی تفسیر قوله تعالیٰ ومن الناس من يقول آمنا بالله وبالیوم الآخر لا قوله تعالیٰ ان الله على کل شیء قلیبیر	تخصّص، کلیتہ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۶ء
(ق)		
۱۷۲- ڈاکٹر صالح عبد الحکیم شرف الدین،	قرآن مجید کے اردو تراجم	شرف الدین الکتبی واولادہ، ۲۹ محمد علی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳
۱۷۳- محمد عقیل قاسمی	قرآنی سبق	سن تصنیف و مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۷۴- قاضی زین العابدین سجاد	قاموس القرآن	کوہ نور دہلی، ۱۳۸۱ھ، تنویر لکھنؤ
۱۷۵- مولانا منظور نعمانی	قرآن آپ سے کیا کہتا ہے	کلیتہ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۹ء
۱۷۶- احمد علی	قوة العین بتفسیر المعوذتین	مطبع سعید کراچی
۱۷۷- مفتی شفیع صاحب	قرآن میں نظام زکوٰۃ	قصص القرآن
۱۷۸-	مولانا حفظ الرحمن صاحب	فاروقی پریس دہلی، ۱۳۶۹ھ، ۱۹۵۰ء

## (ک)

۱۷۹- الاستاذ الفاضل الشیخ الحنفی الذیاتی	کنز الجوہر فی تاریخ الازہر
۱۸۰- علامہ تقی الدین مقریزی	کتاب الخطاط
۱۸۱- کمالات عزیزی	مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۸۹۷ء

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱۸۲- ملا کا تب چلی	کشف الظنون	مطبوعہ اشتبول ۱۲۷۴ھ
۱۸۳- مولانا نعیم صاحب	کمالین	ادارہ تھانوی دیوبند
۱۸۴-	مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری	کتاب الرحمن
۱۸۵- احمد المصلحی حسن فرحانہ	کتاب فیض الفتاح	فی تفسیر سورۃ الانشراح کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۱۳۹ء
(م)		
۱۸۶- محمد فواد الباقی	مفتاح کنوز السنۃ	قاہرہ ۱۹۳۳ء
۱۸۷- مولانا غلام علی آزاد بکرامی	آثار الکرام	مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۲۸ھ
ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی	مطبع ہاشمی میرٹھ	
۱۸۸- علامہ سید رشید رضا	مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ	مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ
۱۸۹- مولانا حافظ محمد احمد صاحب	مدرسہ اسلامی عربی کا	ذریں ماضی و مستقبل مطبوعہ الفضل المطابع دہلی، ۱۹۱۰ء
۱۹۰- شیخ الہند مولانا محمد محمود حسن صاحب		مقدمہ موضح فرقان
۱۹۱- مولانا احمد علی لاہوری	مقدمہ تفسیر احمدی	سن تصنیف و مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۹۲- مولانا ادریس کاندھلوی	معارف القرآن	سن تصنیف و مطبع معلوم نہ ہو سکا
۱۹۳- مفتی شفیع صاحب	معارف القرآن	مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ
۱۹۴- مولانا شبیر ازہر میرٹھی	مفتاح القرآن	
۱۹۵- مجلہ العلم	کراچی بابت جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء	
۱۹۶- حضرت مولانا شیخ الہند محمد محمود حسن صاحب		مقدمہ ترجمہ قرآن شریف
۱۹۷- حامد محمود الزفوی	محی الدین بن عربی مفسر	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، د-ت

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۱۹۸- عبد الوہاب عبد الوہاب فايد	منہج ابن عطیہ فی التفسیر الکریم	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۷۴ء
۱۹۹- حسین فرجانی	مطلع البدر فی تفسیر سورۃ القدر	تخصص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۸ء
۲۰۰- عمر احمد علی عبد الرحمن	موقف القرآن من خصوصہ کما تصور سورۃ التوبۃ	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، د-ت
۲۰۱- عبد الحمید عبد الشافی عبد الباقی	موقف القرآن الکریم بین الکتب السماویۃ والفاشۃ والفلسفۃ فی عقیدۃ الجمہ	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۴۶ء
۲۰۲- عبد العظیم احمد العباش	موقف القرآن من المناہجین	وسیاسۃ الاسلام فیہم کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۴۶ء
۲۰۳- عبد الفتاح ابراہیم محمد عاشور	منہج القرآن تربیۃ للجمہ	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۷۲ء
۲۰۴- مولانا اخلاق حسین قاسمی	مستند موضوع القرآن	
۲۰۵- مولانا اخلاق حسین قاسمی	محاسن موضح القرآن	
۲۰۶- مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری	مخالفین اسلام کے جواب قرآن سے دنیا کیوں کہ وہ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ہے سن تصنیف و مطبع معلوم نہ ہو سکا	
۲۰۷- مفتی ظفیر الدین	نقش حیات	ولی پرنٹنگ ورکس دہلی
۲۰۸- مولانا حکیم عبدالحی	نزہۃ الخواطر	مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن
۲۰۹- محمد یوسف بن ذکریا العنبری،	فتح العنبر فی حیات امام العصر الشیخ انور	سن تصنیف و مطبع معلوم نہ ہو سکا

نمبر شمار نام مصنف	کتاب	مطبوعہ سنہ
۲۱۰- رمضان السید الجدی	نور المشرقین فی تفسیر المعوذتین	تخصّص، کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۳۱ء

## (و)

۲۱۱- السید سید رضا شکیب ارسلان	واخاء اربعین	دمشق، ۱۹۳۷ء
۲۱۲- بشیر الدین احمد	واقعات دار الحکومت دہلی	مطبوعہ شمس پریس آگرہ
۲۱۳- احمد کمال المہدی مسلم حسن	وحدة، لہدف فی سورة القرآنیۃ	کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازہر، ۱۹۷۳ء

## (ہ)

۲۱۴- سید مناظر احسن گیلانی	ہندوستان میں مسلمانوں کا	نظام تعلیم و تربیت مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی
۲۱۵- مولانا ابوالحسن ندوی	ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہ	مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ
۲۱۶- پروفیسر سالم قدوائی	ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں	نئی دہلی مکتبہ جامعہ
۲۱۷- مولانا عثمان کاشف البہاشمی صاحب	ہدایت القرآن	آزاد پریس دیوبند

## (ی)

۲۱۸- مولانا نور شاہ کشمیری	یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن	مشہور پریس کراچی، ۱۳۸۷ھ، ۱۹۶۷ء
----------------------------	-----------------------------	-----------------------------------

۲۱۹- یادگار مجلہ بموقع اٹھائیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) مرکزی اہل حدیث ہند